اصحابِ مہدیؑ

تالیف

محدثِ کبیر حضرت علامہ السید ہاشم البحرانی الموسوی التوبلی قدس سرہٗ

اصحابِ مہدیؑ

مؤلف: محدث کبیر حضرت علامہ السید ہاشم البحرانی الموسوی التوبلی قدس سرہٗ

مترجم: مولانا ندیم عباس حیدری علوی

نظر ثانی: حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر ادارہ منہاج الصالحین لاہور

[illegible] فون: 042-5425372

کتاب : اصحاب مہدیؑ

مؤلف : حضرت علامہ السید ہاشم البحرانی

مترجم : مولانا ندیم عباس حیدری علوی

نظر ثانی : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

پروف ریڈنگ : غلام حبیب

صفحات : 263

اشاعت : فروری 2010

ہدیہ : 165 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ فرسٹ فلور

دکان 20 اُردو بازار لاہور

فہرست

مؤلفؒ کا تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى خَاتِمِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَآلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ وَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى اَعْدَائِهِمْ اَجْمَعِيْنَ

قارئین کرام!

زیرِنظر کتاب بنام "تبصرۃ الولی فیمن رای القائم المھدی علیہ السلام" حضرت علامہ محدث السید ہاشم البحرانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور یہ کتاب ان اہم شخصیات کے بارے میں ہے کہ جنھوں نے خود اپنی آنکھوں سے حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی زیارت کی ہے، جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ہاں! اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب بنیادی طور پر امام مہدی عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے بارے میں ہے۔ یہ بھی اپنی جگہ پر درست ہے کہ کتاب کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لیے یہ بات بہت ضروری ہوتی ہے کہ پہلے اس کتاب کے مؤلف کی عظمت کا اندازہ لگایا جائے۔ اگر اس کتاب کا مؤلف عظیم ہے تو کتاب کی عظمت میں کسی قسم کا شک نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم قرآنِ مجید کی عظمت اور اس کے تقدس کے صرف اس لیے قائل نہیں ہیں کہ وہ قرآنِ مجید ہے بلکہ ہم تو اس کو قابلِ عمل واتباع اس لیے تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔

ہم نے سوچا کہ یہاں نہایت اختصار کے ساتھ مؤلف کتاب کا تعارف بھی کرا دیا جائے، تاکہ کتاب پڑھنے والوں کو کتاب کے ساتھ ساتھ مؤلف کی عظمت کا اندازہ بھی ہو سکے۔

نام ونسب

آپ کا پورا نام سید ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل بن عبدالجواد بن سلیمان بن ناصر الموسوی الحسینی البحرانی التوبلی الکتکانی ہے۔آپ کا سلسلۂ نسب سید مرتضیٰ علم الھدیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچتا ہے اور سید موصوف کا تعلق حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسل سے ہے۔

ولادت

آپ کا سن ولادت معلوم نہیں ہے۔ہاں، البتہ آپ کی وفات ۱۱۰۷ھ یا ۱۱۰۹ھ کو نعیم نامی قریہ میں واقع ہوئی۔وہاں سے آپ کا جنازہ توبلی لایا گیا۔جہاں آپ دفن ہوئے اور وہاں آپ کا عالی شان مزار ہے۔

آپ نے اپنی تعلیم نجف اشرف میں حاصل کی۔علمائے رجال نے آپ کو حسب ذیل الفاظ سے خراجِ تحسین پیش کیا: الامامی الفاضل، العالم، الماهر، المدقق، الفقیه، العارف بالتفسیر و العربیه و الرجال، المحدث، الجامع، المتتبع للاخبار بمالم یسبق الیه سابق سوی شیخنا المجلسی رحمه الله، الصالح، الورع، العابد، الزاهد، الثقه۔

آپ کی عدالت وتقویٰ اور استقامت کے متعلق محدث شیخ عباس قمیؒ کا صرف یہ نذرانۂ عقیدت ہی کافی ہے کہ سید ہاشم بحرانی تقدس وتقویٰ کے اس مقام پر فائز تھے، جس کے متعلق "صاحب الجواہر" نے بحثِ عدالت میں یہ الفاظ لکھے: "اگر عدالت کا مفہوم ایک خصوصی ملکہ ہوتا جس میں حُسنِ ظاہر شامل نہ ہوتا تو پھر مقدس اردبیلیؒ اور سید ہاشم بحرانیؒ کے علاوہ کسی دوسرے کو عادل کہنا بھی درست نہ ہوتا۔" (سفینۃ البحار، جلد ۲، ص ۷۱۷)

آپ شیخ ماجد بن مسعود بحرانی کے بعد منصب قضاوت پر فائز ہوئے۔آپ کے زمانۂ قضاوت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو خوب فروغ ملا۔آپ حق وصداقت کے لیے کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے کبھی نہیں ڈرتے تھے۔آپ نے اپنے فتاویٰ پر مبنی کوئی کتاب

تالیف نہیں کی تھی، اور اس سلسلہ میں آپ سید ابن طاؤس رحمتہ اللہ علیہ کی طرح بڑے محتاط تھے۔

آپ نے جتنی بھی کتابیں تصنیف کیں ان میں صرف معصومینؑ سے مروی روایات کو ہی نقل کیا۔ اس میں اپنی ذاتی رائے کو کبھی بیان نہیں کیا۔

آپ کے مشائخ واساتذہ

آپ نے اپنے دور کے جلیل القدر علماء سے کسب فیض کیا اور جی بھر کے ان سب کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی۔ آپ کے معروف مشائخ حسب ذیل ہیں:

- سید عبدالعظیم بن سید عباس استر آبادی، آپ شیخ بہائی کے اجلہ تلامذہ میں سے تھے۔ شیخ بہائی نے آپ کو اجازت حدیث عطا کیا تھا اور سید موصوف نے سید ہاشم بحرانی کو مشہد مقدس میں اجازہ حدیث عطا کیا تھا۔
- شیخ فخر الدین الطریحی بن محمد علی بن احمد النجفی کا نام بہت نمایاں ہے۔ آپ علم اُصول فقہ اور لغت وحدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔

سید بحرانی نے مدینۃ المعاجز میں لکھا ہے کہ میں نے ان سے نجف اشرف میں کسب فیض کیا تھا، انہوں نے مجھے روایت حدیث کا اجازت نامہ مرحمت فرمایا تھا۔

آپ کے تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں نامور محققین شامل ہیں، جن میں کچھ مشہور ترین شخصیات حسب ذیل ہیں:

- شیخ ابوالحسن شمس الدین سلیمان الماحوزی: آپ کو محقق بحرانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔
- شیخ علی بن عبداللہ بن راشد القابی البحرانی: آپ نے اپنے استاد کی "حلیۃ الابرار" اور "حلیۃ النظر" کو نقل کیا تھا۔ ان کے نقل کردہ دونوں نسخے اس وقت حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی لائبریری میں موجود ہیں۔

- **شیخ محمد بن حسن بن علی:** آپ کو "حر عاملی رحمۃ اللہ علیہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ عظیم القدر فقیہہ اور جلیل القدر محدث تھے آپ نے ہی وسائل الشیعہ تالیف کی تھی۔

شیخ حر عاملیؒ نے اپنی کتاب "امل الامل" میں لکھا ہے کہ میں نے سید بحرانی کی زیارت کی اور ان سے احادیث نقل کیں۔ (امل الامل جلد۲، ص۳٤١)

- **سید محمد عطار بن سید علی بغدادی:** آپ مشہور ادیب اور شاعر تھے۔ ان کے متعلق شیخ محمد حرز الدین نے "معارف الرجال" میں لکھا کہ سید محمد عطار نے اپنے دور کے علماء سے احادیث پڑھی تھیں۔ جن میں سید ہاشم بحرانی بھی تھے۔①
- **شیخ محمود بن عبدالسلام البحرانی:** اللہ تعالیٰ نے انہیں طویل عمر دی تھی۔ ان کے متعلق بلاذری نے "انوار البدرین" میں لکھا کہ انہوں نے سید ہاشم بحرانی اور شیخ حر عاملی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مشائخ عظام سے اجازہ حاصل کیا تھا۔②
- **شیخ ہیکل جزائری بن عبدعلی اسدی:** انہیں سید بحرانی نے "استبصار" کے ایک نسخہ پر اجازہ حدیث لکھ کر دیا تھا اور انہوں نے اپنے استاد کو "شیخ، فاضل، عالم، کامل کے القاب سے یاد کیا ہے۔③

تالیفات

آپ نے بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں جو کہ آپ کی وسعت علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ریاض العلماء کے مؤلف کے مطابق آپ نے چھوٹی بڑی پچھتر (۷۵) کتابیں تالیف کی تھیں جو اپنے موضوعات کے اعتبار سے منفرد تھیں۔ جن میں سے کچھ کتابیں یہ ہیں:

- اثبات الوصیة
- احتجاج المخالفین علی امامة امیر المومنین

---

① (معارف الرجال، جلد۲، ص۳۳۰)

② (الكواكب المنتشره، ص۲۳۳، انوار البدرین، ص۱٤۸)

③ ترجم الرجال، ص۲٤۲

- الانصاف فی النص علی الائمة الاشراف من آل عبد مناف
- ایضاح المسترشدین فی بیان ترجم الراجعین الی ولایة امیر المومنینؑ
- البرهان فی تفسیر القرآن
- البهجة المرضیه فی اثبات الخلافة والوصیة
- تبصرة الولی فیمن رآی المهدی عجل الله تعالی فرجه الشریف
- التحفة البهیة فی اثبات الوصیة لعلی
- ترتیب التهذیب
- در تعریف رجال من لاّ یحضرهٗ الفقیه
- تفضیل الائمهؑ علی الانبیاء عدانبینا صلی الله علیه وآله وسلم الذی هو اشرف المخلوقات وافضلهم
- تفضیل علیؑ علیٰ اولی العزم من الرسل
- تنبیه الاریب فی ایضاح رجال التهذیب
- التنبیهات فی اتمام الفقه من الطهارة الی الدیات
- التیمینه فی بیان نسب التیمی
- حقیقة الایمان المبثوث علی الجوارح
- حلیة الابرار فی احوال محمدؐ و آله الاطهار
- حلیة النظر فی فضل الائمة الاثنی عشر
- الدر النضید فی خصائص الحسین الشهیدؑ
- الدر الیتیمه
- روضة العارفین ونزهة الراغبین
- روضة الواعظین فی احادیث الائمة الطاهرین
- سلاسل الحدید وتقیید اهل التقلید
- سیر الصحابه
- شرح ترتیب التهذیب

- در شفا الغليل من تعليل العليل
- عـمـدة النظر فى بيان عصمة الائمة الاثنى عشر ببراهين و العقل والكتاب و الاثر
- غـاية الـمـرام وحجة الخصـام فى تعيين الامام من طريق الخاص والعام
- فضل الشيعه
- كشف المهم فى طريق غديرخم
- اللباب المستخرج من كتاب الشهاب
- اللوامع النورانيه فى اسماء على واهل بيته القرآنيه
- المحجة فيما نزل فى القائمؑ الحجة
- مدينة المعاجز الائمة الاثنى عشر ودلائل الحجج على البشر
- مصابيح الانوار
- معالم الزلفى فى معارف النشاة الاولى والاخرى
- معجزات النبیؐ
- مناقب امير المومنين
- مناقب الشيعه
- مولد القائم
- الميثميه
- الجنة والنار
- نسب عمر
- نهاية الاكمال فيما يتم به تقبل الاعمال
- نور الانوار
- وفاة الزهراء
- وفات النبیؐ

- الهادی و ضیاء النادی
- الهداية القرآنيه فی التفسير
- اليتيمة فی احوال الائمة الاثنیٰ عشر
- ينابيع المعاجز و اصول الدلائل

آخر میں قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ مترجم اور ناشر دونوں کی توفیقات میں اضافہ کے لیے دعا خیر فرمائیں۔

میں نے ادارہ منہاج الصالحین کے سربراہ علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم کے حکم پر اس کا اُردو زبان میں ترجمہ کیا، تاکہ اُردو زبان حضرات اس سے استفادہ کر سکیں، اور اپنے اَسلاف کے رشحاتِ قلم سے متنبہ ہو سکیں، کہ اُنہوں نے کن مشکل حالات میں گھر کر کتب آلِ اطہارؑ کی آبیاری کی۔

محدث خبیر حضرت علامہ ہاشم بحرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتب اہل بیتؑ کی ترویج و تبلیغ کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا آپ نے ساری عمر نشر و اشاعت علوم آلِ محمدؐ میں گزاری۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ فرمائے۔ آمین

ندیم عباس حیدری علوی

مُقّدمَہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی لا یخلی الارض من حجة لئلا یکون للناس علی الله حجة وجعل به قوام الدین ولطف الدنیا وبه کلمة الله (هی) العلیا وکلمة الذین کفروا السفلی والصلوۃ والسلام علی محمد وآله انوار الهدی ومصابیح الدجیٰ والحجة البالغه والعروة الوثقیٰ

امابعد!

اللہ غنی کا فقیر اور اس کا بندہ ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل بن عبدالجواد الحسین البحرانی کہتا ہے: بارہ اماموںؑ کی امامت پر عقلی اور نقلی دلائل موجود ہیں۔ وہ تمام کے تمام حضرت رسولؐ خدا کے اوصیاء وخلفاء ہیں اور نصوص متواترہ کے ذریعہ وہ آپؐ کے بعد امامؑ ہیں۔ اور یہ بھی دلیل عقلی اور نقلی سے ثابت ہے کہ زمین اللہ کی حجت سے میں خالی نہیں ہوسکتی، جو اللہ کی مخلوق پر قائم ودائم ہے۔ یا تو وہ حجت ظاہر ہوگی یا غائب ہو گی۔

تحقیق اس زمانہ کے امام حضرت محمد بن الحسن العسکری بن علیؑ الھادی بن محمد

الجواد بن علیؑ الرضا بن موسیٰؑ الکاظم بن جعفر الصادقؑ بن محمد الباقرؑ بن علیؑ زین العابدینؑ بن الحسینؑ الشہید بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔

ان کی امامت ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ علمائے محققین نے ان کی امامت کو رسول اللہؐ سے ثابت کیا فریقین کے طریق سے جیسا کہ کتب عامہ سے معلوم ہے اور اس پر شیعہ روایات صادق ہیں اور علماء شیعہ کا اجماع ہے۔ امام زمانہؑ کائنات کے امام ہیں۔ اپنے والدِ محترم کے بعد اور ان پر ہی قیامت کے قائم ہونے کا دارومدار ہے۔

میرا خیال ہوا کہ میں ایک کتاب جمع کروں ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے حضرت امام زمانہؑ کو دیکھا ہے اور ان کا خطاب سنا ہے۔

میں نے اس کا نام ''تبصرۃ الولی فیمن رأی القائم المہدی'' رکھا ہے۔

حضرت حکیمہؑ بنت امام محمد تقی علیہ السلام

شیخ صدوقؒ نے محمد بن حسن بن احمد بن ولید سے، اس نے محمد بن یحییٰ عطار سے اس نے حسین بن رزق سے، اس نے موسیٰ بن محمد قاسم بن حمزہ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علی بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ سے روایت کی۔ اس نے کہا: مجھ سے امام محمد تقیؑ کی دختر حضرت حکیمہؑ خاتون نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے مجھے اپنے ہاں بلوایا۔ جب میں وہاں گئی اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اپنے گھر کو روانہ ہونے کے لیے اُٹھنے لگی تو آپ نے مجھ سے فرمایا: پھوپھی جان! آج رات آپ ہمارے پاس ہی روزہ افطار کریں، کیونکہ آج ۱۵ شعبان کی شب ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ اس امامؑ کو ظاہر کرے گا، جو تمام روئے زمین پر اللہ کی حجت ہوگا۔

میں نے پوچھا: فرزند! حجتِ خدا کس کنیز کے بطن سے جنم لے گا؟

آپؑ نے فرمایا: وہ نرجسؑ سے جنم لے گا۔

میں نے کہا: خدا کی قسم! مجھے تو اس میں آثارِ حمل ہی دکھائی نہیں دیتے۔

آپؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! جو کچھ میں نے کہا ہے وہی ہوگا۔

اتنے میں جناب نرجسؑ خاتون بھی تشریف لے آئیں اور سلام کر کے بیٹھ گئیں، میرے موزے اُتارتے ہوئے بولیں۔ میری مالکہ وسیدہ! آپ کا مزاج کیسا ہے؟

میں نے کہا: نرجسؑ! اب ایسا نہ کہو، آج سے تم میری اور میرے سارے خاندان کی مالکہ اور سیدہ ہو۔

میں نے کہا: بیٹی! آج رات تمہارے بطن سے وہ بچہ جنم لے گا جو دنیا و آخرت کا سردار ہوگا۔

یہ سن کر وہ شرما گئیں اور بیٹھ گئیں۔

بہر نوع میں نے نمازِ عشاء کے بعد روزہ افطار کیا اور سو گئی۔ رات کے وقت اُٹھی اور نمازِ شب ادا کی۔ نمازِ شب کے بعد میں نے نرجسؑ پر نظر ڈالی تو وہ بستر پر محو خواب تھیں اور مجھے ان میں کسی طرح کے آثار نظر نہ آئے۔ بعد ازاں میں نے کچھ تعقیبات پڑھے اور پھر اپنے بستر پر جا کر سو گئی۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد اُٹھی تو اس وقت بھی نرجسؑ خاتون سوئی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ اُٹھیں اور نمازِ شب ادا کی۔

جناب حکیمہؑ خاتون کہتی ہیں: جب آثار وضع حمل ظاہر نہ ہوئے تو میرے دل میں مختلف قسم کے شکوک پیدا ہونے لگے۔ اتنے میں میرے بھتیجے ابو محمد حسن عسکریؑ نے مجھے آواز دے کر کہا: پھوپھی جان! جلد بازی مت کریں، وقت قریب آچکا ہے۔

حضرت حکیمہؑ خاتون فرماتی ہیں: اس وقت میں نے سورۂ ''حم السجدہ'' اور سورۂ ''یٰسین'' کی تلاوت شروع کر دی۔ ابھی میں تلاوت میں مصروف ہی تھی کہ نرجسؑ خاتون چونک کر اُٹھ بیٹھیں، گھبرا کر میری طرف دوڑیں اور مجھ سے لپٹ گئیں۔

میں نے اس پر دستِ شفقت پھیرا اور کہا: تم پر اللہ کے نام کا سایہ قائم و دائم رہے، کیا تم اس وقت کچھ محسوس کر رہی ہو؟

انہوں نے کہا: جی ہاں! پھوپھی جان!

میں نے انھیں تسلی دیتے ہوئے کہا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اپنا دل قابو میں رکھو۔ میں نے جو کچھ تم سے کہا تھا یہ وہی ہے۔

حضرت حکیمہؑ خاتون فرماتی ہیں: اس کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی ہو اور جیسے ہی میری غنودگی ختم ہوئی تو ہمارے آقا و مولاؑ کی ولادت ہو چکی تھی۔ میں نے کپڑا اُٹھا کر دیکھا تو انھوں نے اپنے اعضائے سجدہ زمین پر رکھے ہوئے تھے اور سجدہ خالق میں مصروف تھے۔ میں آگے بڑھی اور معصوم کو اُٹھا کر سینے سے لگایا۔ میں نے انھیں غور سے دیکھا تو وہ ہر لحاظ سے بالکل پاک صاف اور طاہر و اطہر تھے۔

اتنے میں امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: پھوپھی جان! میرے فرزند کو میرے پاس لائیے۔

میں نے نومولود کو اُٹھایا اور ان کے پاس لے گئی۔ آپ نے بچے کے دونوں پاؤں اپنے سینے پر رکھے، اپنی زبان اُس کے منہ میں دے دی، ان کی آنکھوں، کانوں اور تمام اعضاء پر آپؑ نے دستِ شفقت پھیرا۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: فرزند! اب کلام کرو۔

انہوں نے کہا:

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ

اس کے بعد انھوں نے امیر المومنینؑ اور تمام آئمہؑ ہدیٰ کا نام لے لے کر درود پڑھا، یہاں تک کہ آخر میں اپنے والد پر درود بھیج کر ٹھہر گئے۔

امام حسن عسکری نے جناب حکیمہؒ سے فرمایا: اب آپ ان کو ان کی والدہ کے پاس لے جائیں، تا کہ وہ اپنی ماں کو سلام کرلیں۔ اس کے بعد انھیں میرے پاس لے آئیں۔

حضرت حکیمہؒ خاتون فرماتی ہیں: میں نومولود کو اس کی والدہ کے پاس لے گئی۔ انھوں نے اپنی ماں کو سلام کیا پھر میں انھیں ان کے والد کے پاس واپس لے آئی اور ان کے سامنے انھیں لٹا دیا۔

آپؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! آپ ساتویں دن پھر تشریف لائیں۔ لیکن میں ساتویں دن کی بجائے دوسرے دن ہی اپنے بھتیجے کو سلام کرنے کے لیے چلی گئی۔ لیکن وہاں جا کر مجھے سخت تعجب ہوا کہ نومولود مجھے پورے گھر میں کہیں دکھائی نہ دیا۔ میں نے بھتیجے سے پوچھا: ہمارا آقا و سردار کہاں ہے؟

انہوں نے فرمایا: ہم نے اس کو اس ذات کے سپرد کر دیا ہے جس کے سپرد مادر موسیٰ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو کیا تھا۔

حضرت حکیمہؒ فرماتی ہیں: میں پھر ساتویں دن گئی، میں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو سلام کیا اور بیٹھ گئی۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: پھوپھی جان! جایئے اور میرے فرزند کو میرے پاس لایئے۔ میں اٹھی اور نومولود کو ایک کپڑے کے پارچے میں لپیٹ کر لے آئی۔ اس بار

بھی آپؑ نے وہی کچھ کیا جو پہلے کر چکے تھے۔ آپؑ نے اپنی زبان اپنے فرزند کے منہ میں دی تو بچے نے آپؑ کی زبان کو یوں چوسا جیسے وہ دودھ یا شہد پی رہا ہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: فرزند! کچھ کلام کرو۔

معصومؑ نے کلمہ شہادتین پڑھا اور تمام آئمہؑ پر نام لے لے کر درود بھیجا اور جب اپنے والد پر درود بھیج چکے تو قرآنِ مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ ●

"اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور سمجھے گئے اور انھیں امام بنائیں اور انھیں وارث قرار دیں اور انھیں زمین میں قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان میں وہ چیزیں دکھائیں جس سے وہ ڈرایا کرتے تھے۔"

راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت حکیمہؑ کی روایت کے متعلق عقبہ خادم سے تصدیق چاہی تو اس نے کہا: جی حکیمہؑ خاتون نے سچ فرمایا۔ ●

● سورہ:۲۸، قصص

● کتاب کمال الدین جلد:۲، ص:۴۲۴، اعلام الوری، ص:۳۹۴، تفسیر برھان جلد:۳، ص:۲۱۸، مدینۃ المعاجز، ص:۵۸۶، حلیۃ الابرار، جلد:۵۱، ص:۲، ص:۵۲۲ بحار الانوار، جلد:۵۲۲۔ غیبت طوسی، ص:۱۴۲

محمد بن عبداللہ ظہوری کا بیان ہے کہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد میں امام محمد تقی علیہ السلام کی دختر حضرت حکیمہؑ خاتون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں ان سے حضرت حجتؑ کی اولاد اور ان کے متعلق لوگوں میں جو ابہام پایا جاتا ہے اس کے متعلق سوال کرنا چاہتا تھا۔

بی بی نے مجھ سے فرمایا: آرام سے بیٹھ جاؤ میں تمہیں اس کی پوری تفصیل سنانا چاہتی ہوں۔

پھر انہوں نے فرمایا:

محمد! اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی ناطق یا صامت حجت سے کبھی خالی نہیں چھوڑتا، تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد اللہ نے دونوں بھائیوں کو بیک وقت حجت نہیں بنایا۔ اللہ نے یہ خصوصیت صرف حسنینؑ کریمین کو ہی دی ہے، کیونکہ دونوں فضیلت میں برابر تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اولادِ حسینؑ کو اولادِ حسنؑ پر فضیلت دی تھی۔ اور اللہ کی حکمت کا یہ تقاضا ہوا کہ امت کو حیرت میں ڈالا جائے، تاکہ اہلِ باطل ورطۂ حیرت میں گرفتار ہوں اور اہلِ حق خالص ہو کر سامنے آ سکیں تاکہ کسی کے پاس کسی قسم کی حجت باقی نہ رہے اور یہ حیرت امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد زیادہ کھل کر سامنے آئی ہے۔

میں (راوی) نے کہا: آپ یہ بتائیے: کیا امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہاں اولاد ہوئی ہے؟

بی بی نے مسکرا کر فرمایا: اگر امام حسنؑ کے ہاں اولاد نہ ہوتی تو ان کے بعد حجت

خدا کون ہوتا؟ میں تجھے پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے علاوہ دو بھائی امام نہیں ہو سکتے۔

میں نے عرض کیا: آقا زادی! مجھے اپنے آقا و مولاؑ کی ولادت اور ان کی غیبت کے متعلق تفصیل سے بتائیں؟

حضرت حکیمہؑ خاتون نے فرمایا: میری ایک کنیز تھی جس کا نام نرجسؑ تھا۔ ایک دن امام حسن عسکریؑ میرے گھر میں تشریف فرما تھے، انہوں نے اس کنیز کو بڑے غور سے دیکھا۔

میں نے ان سے کہا: بھتیجے! معلوم ہوتا ہے کہ یہ کنیز آپؑ کو پسند آ گئی ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو میں اسی کو آپؑ کی خدمت کے لیے مخصوص نہ کر دوں؟

آپؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! بات یہ نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں اسے دیکھ کر اس کے نصیب پر تعجب کر رہا ہوں۔

میں نے کہا: کیسا تعجب کر رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کے شکم سے ایک باکرامت بیٹا پیدا کرے گا جو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

میں نے کہا: تو کیا میں یہ کنیز آپؑ کی زوجیت میں دے دوں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میرے والد ماجد سے اس کی اجازت حاصل کریں۔

اس کے بعد میں نے اپنا لباس تبدیل کیا اور اپنے بھائی امام علی نقی علیہ السلام کے گھر میں آ گئی۔ انھیں سلام کر کے بیٹھ گئی۔ ابھی میں نے اس سلسلہ کی کوئی گفتگو

شروع نہیں کی تھی کہ آپؑ نے ازخود ابتداء کرتے ہوئے فرمایا: بہن! اپنی کنیز نرجسؑ میرے بیٹے ابو محمدؑ کے سپرد کردیں۔

میں نے کہا: میں تو آئی ہی اسی مقصد کے لیے تھی۔

آپؑ نے فرمایا: اے مبارکہ! اللہ کا ارادہ ہے کہ اس کارِ خیر میں وہ آپ کو بھی شریک کرے اور اس میں آپ کو حصہ دار بنائے۔

بھائی کا فرمان سن کر میں واپس آئی اور نرجسؑ کو دلہن بنا کر ابو محمدؑ کے لیے ہبہ کیا۔ میں نے اپنے ہی گھر میں دونوں کو جمع کیا۔ امام حسن عسکریؑ چند دن میرے پاس ہی رہے پھر وہ اپنے والد بزرگوار کے پاس چلے گئے اور میں نے نرجسؑ کو بھی ان کے ساتھ روانہ کیا۔ جب امام علی نقیؑ کی وفات ہوئی اور امام حسن عسکریؑ عہدۂ امامت پر فائز ہوئے تو میں ان کی ملاقات کے لیے ویسے ہی جاتی رہی جیسا کہ ان کے والد کی ملاقات کے لیے جایا کرتی تھی۔

ایک دن حسبِ معمول میں ان کے گھر گئی تو نرجسؑ میرے پاس آئیں۔ مجھ سے کہا: پاؤں بڑھائیں میں آپ کے موزے اُتار دوں۔

میں نے کہا: نہیں اب تم اس گھرانے کی ناموس بن چکی ہو۔ اب میں تم سے کسی طرح کی خدمت نہیں لوں گی بلکہ میں تمہاری خدمت کروں گی۔

یہ باتیں سن کر امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پھر میں غروبِ آفتاب تک وہاں رہی۔ اس کے بعد میں نے اپنی کنیز سے کہا

میری چادر لاؤ مجھے گھر واپس جانا ہے۔

میرے بھتیجے ابو محمد امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! آج رات آپ ہمارے ہاں قیام فرمائیں، کیونکہ آج کی رات بڑی اہم ہے۔ اور اس رات اس مولود کی ولادت ہونے والی ہے جس کا خدا کے ہاں بڑا احترام ہے اور جس کے ذریعہ سے اللہ مردہ زمین کو نئی زندگی عطا فرمائے گا۔

میں نے حیرت سے کہا: وہ مولود کس عورت سے پیدا ہوگا؟ کیونکہ نرجسؑ میں تو مجھے حمل کے آثار ہی نظر نہیں آتے۔

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: وہ پیدا ہونے والا نرجسؑ کے بطن سے ہی جنم لے گا۔ کسی غیر کے بطن سے پیدا نہیں ہوگا

یہ سن کر میں نرجسؑ کے قریب گئی اور میں نے اس کی پشت کو بوسہ دیا مگر اس وقت اس میں حمل کے آثار نظر نہ آئے۔ میں نے بھتیجے سے کہا اس میں حمل کی علامت ہی نہیں ہے۔

یہ سن کر آپؑ نے مسکرا کر کہا: صبح تو ہو لینے دیں آپ کو اس میں آثار حمل بھی نظر آ جائیں گے۔ اس کی مثال مادر موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت تک ان کی والدہ میں آثار حمل کسی کو دکھائی نہیں دیے تھے اور کسی کو ان کے حمل کا پتہ نہیں چلا تھا، کیونکہ فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی غرض سے حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کروا دیتا تھا۔ یہ مولود بھی مثیل موسیٰ علیہ السلام ہے۔

چنانچہ میں طلوع فجر تک دیکھتی رہی اور اس دوران نرجسؑ سوتی رہی، وہ اسکی

گہری نیند سوئی کہ اس نے کروٹ تک بھی نہ لی۔ رات کے آخری حصہ میں وہ چونک اُٹھی۔ میں نے اسے اپنے سینے سے لگایا اور اس پر بسم اللہ شریف دم کی۔ اتنے میں امام حسن عسکریؑ نے آواز دے کر فرمایا: پھوپھی جان! سورۃ القدر دم کریں۔ میں نے سورہ قدر پڑھ کر دم کی تو میں نے نرجسؑ سے پوچھا: تیرا کیا حال ہے؟

اس نے کہا: جو کچھ ابو محمدؑ نے کہا وہ ظاہر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد میں نے سورہ قدر دم کی تو جواب میں بچے نے بھی بطن مادر میں یہی سورہ پڑھنی شروع کی۔ یہ منظر دیکھ کر میں خوفزدہ ہوگئی۔

امام حسن عسکریؑ نے آواز دے کر فرمایا: پھوپھی جان! پریشان مت ہوں۔ یہ امر الٰہی ہے۔ اس پر تعجب کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ ہمیں بچپن میں قوت گویائی عطا فرماتا ہے اور جب ہم بڑے ہوتے ہیں تو وہ ہمیں اپنی حجت بنا دیتا ہے۔

پھر اچانک نرجسؑ میری نگاہوں سے غائب ہوگئی۔ مجھے یوں لگا جیسے میرے اور اس کے درمیان کوئی پردہ ڈال دیا گیا ہو۔ میں دوڑ کر امام حسن عسکریؑ کے پاس گئی۔ آپؑ نے مجھے تسلی دی اور فرمایا: آپ واپس جائیں نرجسؑ آپ کو اپنی جگہ پر دکھائی دے گی۔

جب میں واپس ہوئی تو نرجسؑ اپنے مقام پر موجود تھی۔ پردہ ہٹ چکا تھا اور نرجسؑ کے بدن سے ایسا نور چمک رہا تھا جس سے میری آنکھیں چندھیا گئیں، پھر میں نے دیکھا تو مجھے نومولود دکھائی دیا، جس نے اپنی پیشانی اور ہاتھوں کو زمین پر ٹکایا ہوا تھا اور سجدہ خالق میں مصروف تھا اور سجدہ کے بعد اس نے یہ الفاظ کہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ جَدِّیْ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَاَنَّ اَبِی اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحدہٗ لاشریک معبود ہے اور میرے نانا جان اللہ کے رسولؐ ہیں اور میرے بابا امیرالمومنینؑ ہیں۔''

پھر آپؑ نے ایک ایک امام کا نام لیا اور اپنے نام پر سلسلہ ائمہؑ کا اختتام کیا۔ اس کے بعد آپؑ نے احکم الحاکمین خدا سے یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِیْ وَعْدِیْ اَتْمِمْ لِیْ اَمْرِیْ وَثَبِّتْ وَطْاَتِیْ وَامْلَاْ الْاَرْضَ بِیْ عَدْلًا وَقِسْطًا

''خدایا! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرنا، میرے امور کو تکمیل تک پہنچانا، مجھے ثبات قدم عطا کرنا اور میرے ذریعے زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرنا۔''

اس کے بعد امام حسن عسکریؑ نے آواز دے کر فرمایا: پھوپھی جان! اس بچے کو میرے پاس لائیں۔ میں بچے کو ہاتھوں پر اُٹھا کر لائی تو انہوں نے اپنے والد ماجد کو سلام کیا۔ امام حسن عسکریؑ نے اسے گود میں لیا۔ پھر روزانہ چالیس دنوں تک ایک پرندہ آتا تھا جو انھیں لے کر فضا میں پرواز کر جاتا تھا اور دوسرے بہت سے پرندے ان کے پیچھے ہوتے تھے۔ اس وقت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا:

فرزند! میں نے تجھے اس ذات کے سپرد سونپا ہے جس کے پاس مادر موسیٰ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو سونپا تھا۔ جب پرندہ بچے کو لے کر پرواز کر گیا تو نرجسؑ

رونے لگیں۔ امامؑ نے انھیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: خاموش ہو جاؤ۔

یہ صرف تمہارا دودھ پیے گا اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے کسی اور عورت کا دودھ نہیں پیا تھا یہ بھی کسی اور عورت کا دودھ نہیں پئیں گے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ●

''ہم نے اس کو اس کی ماں کی طرف واپس کر دیا، تا کہ اس کی ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ پریشان نہ ہونے پائے۔''

میں نے امام حسن عسکریؑ سے پوچھا: یہ طائر کیسا ہے؟

انہوں نے کہا: وہ روح القدس ہے جو ائمہؑ پر مؤکل ہے اور ائمہؑ کی حفاظت کرتا ہے۔

حکیمہؑ خاتون بیان کرتی ہیں: چالیس دن کے بعد بچہ واپس ہوا۔ میرے بھتیجے نے مجھے بلایا۔ میں گئی تو میں نے ایک بچے کو دیکھا جو اپنے پاؤں پر چل رہا تھا اور وہ دو برس کا معلوم ہوتا تھا۔

میں نے کہا: مولا! کیا یہ چالیس دن میں اتنا بڑا ہو گیا؟

امام حسن عسکریؑ نے مسکرا کر فرمایا: امام کی جسمانی نشو ونما دوسرے بچوں سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ جو بچہ امام ہوتا ہے وہ ایک ماہ میں دوسرے ایک سال کے بچوں جتنا ہو جاتا ہے۔ وہ بطنِ مادر میں کلام کرتا ہے۔ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا ہے اور ایامِ رضاعت میں اس پر صبح وشام ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔

● سورہ:۲۸، القصص

جناب حکیمہؒ فرماتی ہیں: یوں اس بچے کی نشوونما ہوتی رہی یہاں تک کہ اپنے والد کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل وہ مکمل مرد نظر آنے لگا۔ ایک مرتبہ مجھے اپنے بھائی سے یہ کہنا پڑ گیا تھا کہ یہ شخص کون ہے جس کے سامنے آپؑ مجھے آنے کا حکم دے رہے ہیں؟

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! یہی تو وہ فرزند نرجسؑ ہے۔ یہی میرے بعد میرے خلیفہ و جانشین ہوگا۔ میں عنقریب اس جہانِ فانی سے کوچ کرنے والا ہوں۔ میرے بعد تم اس کا فرمان سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔

حضرت حکیمہؒ فرماتی ہیں: پھر کچھ دنوں کے بعد میرے بھتیجے امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات ہوئی اور ان کی موت سے لوگوں میں افتراق پیدا ہوگیا جیسا کہ اس وقت تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ میں صاحب الزمانؑ کو روزانہ صبح وشام دیکھتی ہوں لوگ ان کے متعلق مجھ سے جو کچھ پوچھتے ہیں تو وہ مجھے ان تمام سوال سے آگاہ کر دیتے ہیں ان سے جواب پا کر ہی میں تمہیں ان کے جواب دیتی ہوں اور خدا کی قسم! جب بھی میں۔ ان سے کچھ پوچھنے کا ارادہ کرتی ہوں تو وہ ازخود ہی مجھے بتا دیتے ہیں جب کسی امر میں مجھے تردد ہوتا ہے تو وہ میری رہنمائی کرتے ہیں انہوں نے کل شام ہی مجھے تمہارے آنے کی خبر دی تھی اور انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا: میں تمہیں سچی باتیں بتا دوں۔

محمد بن عبداللہ کہتے ہیں: جناب حکیمہؒ نے مجھے ایسی باتوں کی اطلاع دی جنھیں خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ جس سے مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ اللہ نے

حضرت امام مہدیؑ کو ایسی چیزوں کی اطلاع دی ہے جو عام مخلوق سے مخفی ہیں۔ ●

محمد بن قاسم علوی بیان کرتے ہیں: اولادِ علیؑ کی ایک جماعت حضرت حکیمہ خاتون کے پاس گئی۔

بی بی نے ان سے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ اللہ کے ولی کی ولادت کے متعلق پوچھنے کے لیے میرے یہاں تشریف لائے ہو۔

ہم نے کہا: جی ہاں، خدا کی قسم! ہم اسی مقصد کے لیے آپؑ کے پاس آئے ہیں۔

بی بی نے فرمایا: آج رات وہ میرے پاس ہی تھے اور انہوں نے مجھے تمہاری آمد سے باخبر کیا تھا۔

لوسنو! واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک لڑکی تھی جسے نرجسؑ کہا جاتا ہے۔ میں دوسری کنیزوں کے ساتھ اس کی تربیت کرتی تھی۔ نرجسؑ کی تربیت میں خصوصی طور پر کرتی تھی۔ ایک دن امام حسن عسکریؑ میرے گھر میں تشریف لائے انہوں نے بڑی گہری نظر سے نرجسؑ کو دیکھا۔

میں نے کہا: میرے آقا! شاید یہ لڑکی آپ کو پسند آ گئی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہم گروہ اوصیاء شہوت کی نظر سے کسی کو نہیں دیکھتے، البتہ ہم نگاہ تعجب سے دیکھا کرتے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہو رہا ہے کہ اللہ کی نظر میں محترم انسان اسی کے بطن سے ہی جنم لے گا۔

● کمال الدین، ص:٤٢٦، روضة الواعظین، ص: ٢٥٧، مدینة المعاجز، ص: ٥٨٦ حلیة الابرار، جلد٢، ص: ٥٢٤، ٥٢۔ بحارالانوار، جلد:٥١، ص:١١۔ صراط مستقیم، جلد:٢، ص: ٢٣٤

میں نے کہا: اگر یہ بات ہے تو میں اسے آپؑ کو ہبہ نہ کردوں؟

جناب حکیمہؑ فرماتی ہیں: پھر میں اپنے بھائی امام علی نقی سلام اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ابھی میں سلام کر کے آپ کے پاس بیٹھی ہی تھی کہ میرے بھائی نے ازخود مجھ سے فرمایا:

حکیمہؑ بہن! آپ لڑکی کے متعلق مجھ سے اجازت لینے کے لیے آئی ہیں؟ ہاں اس لڑکی کو ابو محمدؑ کے پاس بھیج دو۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اس کارِ خیر کے اجر میں آپ کو بھی شریک کرے۔ پس میں گھر واپس آئی، میں نے اسے دلہن بنایا اور میں نے وہ لڑکی اپنے بھتیجے کو ہبہ کردی۔

اس واقعہ کے بعد میں جب بھی اپنے بھائی کے گھر جاتی تھی تو نرجسؑ اُٹھ کر میرا استقبال کرتی تھیؑ۔ وہ میری پیشانی چوما کرتی تھی اور میں اس کا سر چومتی تھی۔ وہ میرے ہاتھ چومتی تھی۔ میں اس کے ہاتھ اور قدم چومتی تھی، پھر وہ ہاتھ بڑھا کر مجھ سے میرے موزے اُتارنے کی خواہش کا اظہار کرتی تھی لیکن میں اسے موزے اُتارنے سے روکتی تھی، کیونکہ اللہ نے اسے عظیم مقام عطا کیا تھا۔

اپنے بھائی امام علی نقی علیہ السلام کی وفات کے بعد میں ایک مرتبہ اپنے بھتیجے ابو محمدؑ کو ملنے کے لیے گئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا: پھوپھی جان! خدا اور رسولؐ کی نظر میں محترم بچہ آج شب پیدا ہوگا۔

میں نے کہا: میرے آقا! کیا آج رات پیدا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

یہ سن کر میں اُٹھی، میں نے نرجسؑ کو اچھی طرح دیکھا لیکن مجھے اس میں حمل کے آثار نظر نہ آئے۔ میں نے بھتیجے سے کہا کہ اسے تو سرے سے حمل ہی نہیں ہے۔

یہ بات سن کر امام حسن عسکریؑ مسکرا دیئے اور انہوں نے فرمایا:

يَا عَمَّتَاه انا مَعَاشَرَ الْاَوْصِيَاءِ لَيْسَ فِي الْبُطُوْنِ وَلٰكِن نَحْمِلُ فِي الْجُنُوب

''پھوپھی جان! ہم گروہ اوصیاء کا حمل شکم میں نہیں ہوتا بلکہ پہلو میں ہوتا ہے۔

الغرض دن غروب ہوا، اور رات ہوئی۔ میرا بھتیجا اپنے محراب عبادت میں کھڑا ہو گیا اور نرجسؑ اپنے محراب عبادت میں کھڑی ہو گئی۔ دونوں ساری رات نماز میں مصروف رہے میں کبھی سو جاتی اور کبھی وضو کر کے نماز میں مصروف ہو جاتی تھی۔ پھر رات کے آخری حصہ میں جب نرجسؑ وتر سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے ایک کنیز کو پکار کر کہا:

''طشت لاو، طشت لاؤ۔''

کنیز طشت لائی، نرجسؑ نے ایک بچے کو جنم دیا جو کہ چاند سے بھی زیادہ حسین تھا اور اس کے دائیں بازو پر یہ آیت تحریر تھی:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾ ●

''حق آ گیا اور باطل نکل بھاگا یقیناً باطل نکل بھاگنے والا ہی ہے۔''

● سورۃ بنی اسرائیل، آیت:۸

پھر ماں نے بچے کو لوری دی اور بچے نے چھینک ماری۔ پھر اس نے رسولِ خدا اور اپنے سے پہلے اوصیاءؑ پر سلام پڑھا پھر اپنے لیے دعا مانگی۔ خدا ان کے ہاتھوں اپنے دوستوں کو نجات نصیب کرے۔

اس کے بعد میرے اور امام حسن عسکریؑ کے درمیان تاریکی چھا گئی اور بچہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے حیران ہو کر امام حسن عسکریؑ سے عرض کیا وہ خدا کا پیارا شخص کہاں چلا گیا؟

آپؑ نے فرمایا: اسے اس نے لے لیا ہے جو آپ سے زیادہ اس کا حق رکھتا ہے۔ اس کے بعد میں اپنے گھر آ گئی۔ پھر چالیس (۴۰) روز گزرنے کے بعد ابو محمدؑ کے گھر گئی تو وہاں مجھے ایک بچہ گھٹنوں کے بل چلتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے پوری زندگی میں اس سے زیادہ حسین و جمیل اور خوبصورت گفتگو کرنے والا بچہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

میں نے بھتیجے سے کہا: یہ بچہ کون ہے؟

امام حسن عسکریؑ نے مجھ سے فرمایا: پھوپھی جان! یہی تو خدا کی نظر میں محترم مولود ہے۔

میں نے حیران ہو کر کہا: ماشاء اللہ! ابھی تو یہ چالیس (۴۰) دن کے ہیں اور اتنے بڑے ہو گئے ہیں۔

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! کیا آپ نہیں جانتیں کہ ہم گروہ اوصیاء ایک دن میں اتنے بڑھتے ہیں جتنا کہ ایک انسان ایک ہفتہ میں بڑھتا ہے اور ہم ایک ہفتہ میں اتنے بڑھتے ہیں جتنا کہ عام انسان ایک مہینہ میں بڑھتا ہے۔

میں نے اُٹھ کر بچے کے سر کا بوسہ لیا اور اپنے گھر واپس آ گئی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میں اپنے بھتیجے کے گھر گئی تو مجھے وہ مولود نظر نہ آیا۔ میں نے امام حسن عسکریؑ سے عرض کیا: آپؑ کے فرزند دکھائی نہیں دیتے۔

آپؑ نے فرمایا: ہم نے اُس کو اس کے سپرد کیا جس کے حوالے ام موسیٰؑ نے موسیٰؑ کو کیا تھا۔ میں وہاں سے واپس آ گئی پھر میں چالیسویں دن جا کر اس مولود کی زیارت سے مشرف ہوتی رہی۔●

حضرت اسماعیل حسنی نے جناب حکیمہؑ سے روایت کی ہے۔ آپؑ فرماتی ہیں: ایک دن مجھ سے امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! میں چاہتا ہوں آج رات آپ ہمارے ساتھ افطار کریں، کیونکہ آج رات ایک اہم واقعہ رونما ہوگا۔

میں نے عرض کیا: کونسا امر آج کی رات رونما ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: بے شک آج کی رات قائم آل محمدؑ اس دنیا میں آئے گا۔

میں نے عرض کیا: وہ کس سے پیدا ہوں گے اور ان کی والدہ کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نرجسؑ۔

جناب حکیمہؑ خاتون کہتی ہیں: میں حضرت امام حسن عسکریؑ کے گھر گئی تو سب سے پہلے جس سے میری ملاقات ہوئی وہ حضرت نرجسؑ خاتون تھیں۔

مجھ سے انھوں نے کہا: پھوپھی جان! میں آپ پر قربان جاؤں آپ کا کیسا حال ہے؟

● دلائل الامامۃ، ص: ۲۶۹۔ مدینۃ المعاجز، ص: ۵۹۰۔ حلیۃ الابرار، جلد:۲، ص: ۵۲٤

میں نے اس سے کہا: بلکہ میں آپؑ پر قربان جاؤں اے زمانے کی عورتوں کی سردار! جب میں نے اپنے جوتے اُتارے تو نرجسؑ خاتون آئیں تاکہ میرے پاؤں پر پانی ڈالیں۔ میں نے انھیں قسم دی کہ ایسا نہ کریں۔

میں نے ان سے کہا: خدا نے آپؑ کو ایک بچہ عطا کیا ہے جو آج رات اس دنیا میں تشریف لا رہا ہے۔ یہ بات سن کر ایک عزت و وقار اور ہیبت کے لباس نے نرجسؑ کو چھپا لیا اور میں نے ان میں حمل کے کوئی آثار نہ دیکھے۔

نرجسؑ خاتون نے سوال کیا: کس وقت وہ بچہ اس دنیا میں آئے گا؟

میں نہیں چاہتی تھی کہ کوئی خاص وقت بیان کروں، کیونکہ ہوسکتا ہے وہ غلط ہو۔

لہٰذا میں نے ان سے کہا: امام عسکریؑ نے فرمایا ہے صبح کی پہلی سفیدی کے وقت۔

جب میں نے افطار کرلیا اور نماز سے فارغ ہوگئی تو نرجسؑ میرے ساتھ ہوگئی۔

پھر میں نمازِ شب کے لیے اُٹھی تو نرجسؑ بھی بیدار ہوگئی۔ میں نے نماز پڑھی اور صبح کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ نرجسؑ خاتون آرام کرنے لگیں۔

جب میں نے خیال کیا کہ صبح قریب ہے تو میں طلوعِ فجر کی جستجو کے لیے باہر آئی اور آسمان کی طرف دیکھا۔ میں نے ستاروں کو دیکھا کہ وہ چھپ گئے ہیں اور صبح کی پہلی سفیدی بہت نزدیک ہے۔ پھر میں اندر واپس چلی گئی۔ گویا کہ شیطان نے میرے اندر وسوسہ پیدا کردیا۔ امام حسن عسکریؑ نے ساتھ والے کمرے سے مجھے آواز دی فرمایا: پھوپھی جان! اتنی جلدی مت کرو۔ پس گویا وہ امر انجام پا گیا ہے۔ آپ نے سجدہ کیا اور آپ کی دعا کو میں نے سنا تو اپنے اندر مضبوطی اور سکون کو محسوس کیا۔ زیادہ وقت نہ

گزرا تھا کہ میں نے احساس کیا کہ نرجسؑ خاتون نے اپنے آپ کو حرکت دی ہے۔

میں نے ان سے کہا: مت ڈرو!

خدا تیرا محافظ ہے۔ نرجسؑ خاتون میرے سینے پر آ گئی اور بچہ مجھے دے دیا اور خود سجدے میں زمین پر گر گئی۔ میں نے بچے کو دیکھا جو حالِ سجدہ میں زمین پر پڑا ہوا ہے اور اُس نے سجدہ میں توحید، نبوت اور امامت کا اقرار کیا اور فرمایا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه وَعَلِيٌّ حُجَّةُ اللّٰهِ

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور علیؑ اللہ کی حجت ہے۔''

اس کے بعد اس بچے نے اپنے والد بزرگوار تک تمام اماموں کے نام لیے۔

امام حسن عسکریؑ نے مجھے آواز دی اور فرمایا: پھوپھی جان! میرا بیٹا میرے پاس لاؤ۔ میں نے چاہا کہ اُن کو نہلاؤں اور اسے پاکیزہ کروں۔ میں نے جب دیکھا تو کسی قسم کی اصلاح اور پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ وہ تو کاملاً صاف اور پاکیزہ ہے۔ میں بچے کو امامؑ کے پاس لے گئی۔

امامؑ نے اپنے نورِ چشم کو گود میں لیا۔ چہرے اور پاؤں کو چوما اور اپنی زبان بچے کے منہ میں ایسے رکھی جس طرح مرغی اپنے بچے کو اپنی چونچ کی نوک سے غذا کا دانہ دیتی ہے۔ اسی طرح آپ نے خدا کے اسرار اور معارف انھیں چوسائے، پھر فرمایا:

اے میرے بیٹے! پڑھو! اس نومولود نے اپنے لبوں کو کھولا اور قرآن کو شروع کرنے کے لیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ پھر امامؑ نے کچھ ایسی کنیزوں کو بلایا جن

کے متعلق آپ جانتے تھے کہ وہ راز کو چھپائیں گی اور اس خبر کو فاش نہیں کریں گی۔ بچہ ان کو دکھلایا اور فرمایا: اس بچے پر سلام کرو۔ بوسہ دو اور کہو: تجھے خدا کے سپرد کیا اور پھر واپس چلی جاؤ۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: پھوپھی جان! نرجسؑ کو بلاؤ کہ میرے پاس آئے۔ میں نے انھیں آواز دی اور کہا: امامؑ آپ کو بلا رہے ہیں، تاکہ بچے کو دیکھ لے اور اس کے ساتھ الوداع کرے۔ میں اس اہم امر اور واقعہ کو دیکھنے کے بعد رات گذارنے کے بعد اپنے گھر واپس چلی گئی۔

اگلے دن جب میں امامؑ کی خدمت میں پہنچی تو بچے کو آپ کے پاس نہ پایا۔ آپ کو میں نے بچے کی ولادت کی مبارک باد دی اور آپ سے بچے کے متعلق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا: اے پھوپھی جان! وہ امانِ خدا اور اس کی حفاظت میں ہے، یہاں تک کہ خدا اُسے خروج کرنے کی اجازت دے گا۔ ●

ابو جید نے محمد بن الحسن ولید سے، انہوں نے صفار سے، انہوں نے محمد ابن عبداللہ مطہری سے اور محمد نے جناب حکیمہؑ بنت حضرت امام محمد بن علی رضا سے روایت نقل کی ہے کہ پندرہ (۱۵) شعبان ۲۵۵ھ کو حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ نے میرے پاس ایک شخص کو بھیج کر کہلایا: پوپھی جان! آج کی شب آپ میرے پاس افطار کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ولی، مخلوق پر اپنی حجت اور میرے بعد میرے جانشین کی ولادت با سعادت سے خوش کر دے گا۔

● دلائل الامامت، : ٤٦٧ ـ مدينة المعاجز، ص: ٥٩٨ ـ حلية الابرار، جلد:٢، ص: ٣٣٥

جنابِ حکیمہؑ فرماتی ہیں: یہ سن کر مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ میں نے اپنی چادر سر پر ڈالی اور فوراً روانہ ہوگئی۔ جب میں حضرت ابو محمدؑ کے گھر پہنچی تو دیکھا کہ وہ اپنے بیت الشرف کے صحن میں تشریف رکھتے ہیں۔ آپؑ کی کنیزیں آپؑ کے گرد حلقہ باندھے کھڑی ہیں۔

میں نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، اے آقا! یہ بتایئے کہ بچے کی ولادت کس خوش نصیب بی بی (عورت) سے ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: سوسن سے۔

میں نے یہ سنتے ہی تمام کنیزوں پر ایک سرسری لیکن متجسانہ نظر ڈالی تو سوائے سوسن کے کسی میں آثارِ حمل نہ دیکھے۔

جنابِ حکیمہؑ کا بیان ہے: جب میں نمازِ مغربین سے فارغ ہو چکی تو دسترخوان پر آئی۔ میں نے اور سوسن نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور ایک کمرے (حجرے) میں آرام کیا۔ کسی قدر نیند آئی تھی کہ بیدار ہو کر اُٹھ بیٹھی۔

حضرت ابو محمدؑ نے جو خوشخبری ولی خدا کے بارے میں دی تھی مجھے اس کی فکر مسلسل رہی، اس لیے خلافِ معمول جلد ہی نیند سے بیدار ہوئی اور نمازِ شب میں مصروف ہوگئی۔ ابھی میں نمازِ وتر تک پہنچی تھی کہ سوسن نیند سے چونک کر اُٹھی۔ حجرے سے نکل کر وضو کیا اور واپس آ کر نمازِ شب میں مشغول ہوگئی، یہاں تک کہ وہ نمازِ وتر تک پہنچی تو میرے دل میں خیال آیا کہ وقتِ فجر قریب ہے۔ اُٹھ کر ایک نظر اُفق پر ڈالی تو دیکھا کہ فجرِ اوّل طلوع ہو چکی ہے۔ اب میں حضرت ابو محمدؑ کے قول پر قدرے مشکوک

سی ہوئی۔ معاً آپ نے اپنے کمرے (حجرے) سے بلند آواز میں فرمایا: پھوپھی جان! آپ شک نہ کیجیے وہ رات کی ساعت قریب آ چکی ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے ان شاء اللہ!

جناب حکیمہؑ کہتی ہیں: میرے دل میں جو شک پیدا ہوا تھا اس کی وجہ سے میں حضرت ابو محمدؑ سے بہت نادم ہوئی اور اسی ندامت کے عالم میں حجرے میں واپس آئی تو میں نے دیکھا سوسن نے نماز قطع کی اور گھبرا کر حجرے سے برآمد ہوئی میں۔ اس سے دروازے پر ملی۔

میں نے پوچھا: میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں کیا تم نے کچھ محسوس کیا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

اے پھوپھی جان! میں ایک امر شدید محسوس کر رہی ہوں۔

میں نے کہا: ان شاء اللہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔

پھر میں نے ایک مسند اُٹھائی۔ حجرے کے وسط میں بچھا کر اس کو مسند پر بٹھایا اور خود اس طرح بیٹھ گئی جیسے قابلائیں ولادت کے وقت عورت کے پاس بیٹھتی ہیں۔ اس نے میری کلائی پکڑی۔ میں نے کلمہ شہادتین پڑھا اور اب جو دیکھا تو اللہ کا ولی زمین پر عالم سجدہ میں پڑا ہوا ہے۔ میں نے انہیں اُٹھا کر اپنی آغوش میں لے لیا۔ دیکھا تو وہ بالکل صاف ستھرے آلائش سے پاک تھے۔ اسی دوران حضرت ابو محمدؑ نے مجھے بلایا۔ میں فرزند تو مولود کو گود میں لیے ہوئے ان کے پاس گئی تو انھوں نے فرزند کو مجھ سے اپنی آغوش میں لے لیا اور اپنی زبان ان کی آنکھوں پر پھیری تو انہوں نے آنکھیں کھول

دیں، پھر زبان ان کے دہن میں دے دی، پھر کانوں پر پھرائی اور انھیں اپنی ہتھیلی پر بٹھا لیا اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ ان کے سر پر پھیرتے ہوئے فرمایا:

اے فرزند! اذنِ خدا سے کلام کرو۔

یہ سنتے ہی اس ولی خدا (نومولود) نے اپنی گفتگو کا آغاز اس طرح کیا۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ ●

''اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور سمجھے گئے اور انھیں امام بنائیں اور انھیں وارث قرار دیں اور انھیں زمین میں قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان میں وہ چیزیں دکھائیں جس سے وہ ڈرا کرتے تھے۔''

اس آیت کی تلاوت کے بعد نومولود نے رسولؐ اللہ اور امیر المومنینؑ نیز تمام ائمہؑ پر نام بہ نام درود بھیجا حتیٰ کہ اپنے پدر بزرگوار پر درود بھیجا تو حضرت ابو محمدؑ نے انھیں میرے حوالے کیا اور کہا: پھوپھی جان!

اب انھیں ان کی ماں کے پاس لے جائیے تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں

● سورہ:۲۸، قصص

انھیں کوئی غم نہ رہے اور وہ بھی جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اگرچہ اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں۔

جناب حکیمہؑ فرماتی ہیں: الغرض میں انھیں ان کی والدہ کے پاس لائی اور اس وقت صبح صادق نمودار ہو چکی تھی۔ میں نے نماز صبح ادا کی اور تعقیبات میں طلوع آفتاب تک مشغول رہی۔ اس کے بعد حضرت ابو محمدؑ سے رخصت ہو کر اپنے گھر واپس آئی۔ تیسرے دن مجھے اس ولی خدا (امام عصرؑ) کو دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ لہٰذا میں پھر گئی۔ پہلے میں اس حجرے میں داخل ہوئی جس میں سوسن تھیں، مگر میں نے اس ولی خدا کا کوئی نشان نہ ہی پایا اور نہ ان کا کوئی ذکر سنا۔

میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان کے متعلق کچھ دریافت کروں۔ میں سیدھی حضرت ابو محمدؑ کے پاس آئی۔ مجھے قدرے حجاب محسوس ہوا کہ میں اس ولی خدا کے متعلق ان سے کچھ دریافت کروں، لیکن آپ نے خود ہی کہا: اے پھوپھی جان!

اب وہ نومولود ولی خدا اللہ کی حفاظت میں اس کے حجاب اور اس کی نگاہ میں اس وقت تک رہیں گے جب تک کہ اللہ انھیں اذن نہ دے، مگر جب میں وفات پا جاؤں اور آپ دیکھیں کہ میرے شیعوں میں ان کے متعلق اختلاف ہے تو آپ ان میں جن پر بھروسہ کریں اس امر سے مطلع کر دیں مگر آپ بھی ان کو پوشیدہ رکھیں اور وہ لوگ بھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس اپنے ولی کو نگاہ خلق اور اپنے بندوں سے غیبت کے پردوں میں پوشیدہ رکھے گا۔ اسے کوئی نہ دیکھ سکے گا جب تک کہ جبرئیل امین ان کا گھوڑا ان کے سامنے پیش نہ کر دیں، تا کہ امر خدا جو پورا ہونے والا ہے مکمل ہو جائے۔●

(نوٹ: حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت ابوالحسن امام علی نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ سے روایت منقول ہے۔ انھوں نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی امام کو خلق کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ جنت میں سے ایک قطرہ برسات کے پانی میں نازل کرتا ہے اور وہ قطرہ جنت کے پھلوں میں سے کسی پھل میں ٹپک پڑتا ہے اور اس زمانے کا امام اور حجت اس کو تناول کرتا ہے اور اس قطرے سے استقرار حمل ہوتا ہے۔ چالیس (۴۰) روز کے بعد اس کی آواز سنائی دیتی ہے اور جب چار مہینے ہو جاتے ہیں تو اس کے داہنے بازو پر لکھ دیا جاتا ہے:

وَ تَمَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدۡقًا وَّ عَدۡلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۱۵﴾ (سورہ:٦،الانعام)

"اور تیرے رب کے کلمات عدالت اور صداقت کے ساتھ تمام ہوئے
اس کے کلمات کو کوئی نہیں بدل سکتا اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

جب امام پیدا ہوتا ہے تو بحکم خدا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے نور کا ایک ستون بلند کر دیا جاتا ہے اور وہ جہاں بھی ہو وہیں سے اس ستون میں خلائق اور ان کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ حکم خدا اسی نوری ستون کے ذریعے سے امام پر نازل ہوتا ہے۔ وہ ستون اس کے سامنے ہوتا ہے۔ جب بھی وہ توجہ کرتا ہے دیکھ لیتا ہے۔

حضرت امام حسن عسکریؑ بیان فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنی پھوپھی جان کے پاس گیا۔ ان کی کنیزوں میں سے ایک کنیز کو دیکھا جس کا نام نرجسؑ تھا جو آراستہ و

● غیبت طوسی، ص: ۱٤۰۔ بحارالانوار، جلد: ۵۱، ص: ۱۷۔ تفسیر برهان جلد: ۳، ص:۲۱۸۔ حلیة الابرار، جلد: ۲، ص: ۵۳۸۔ نور الثقلین، جلد: ۱۱۳٤۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص: ۱۱۱٤۔ روضة الواعظین، ص: ۲۵٦

پیراستہ نظر آئی۔ میں کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا تو پھوپھی جان نے کہا: اے سید و سردار! میں دیکھتی ہوں کہ آپ اس کنیز کو بغور دیکھ رہے ہیں؟

میں نے کہا: پھوپھی جان! میں تعجب سے اس لیے اس کو دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کی اس کے متعلق کیا مشیت ہے اور کیا انتخاب ہے۔

پھوپھی جان نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ اس کو لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

میں نے کہا: (جی ہاں، ارادہ تو یہی ہے لیکن) پہلے آپ اس کے متعلق میرے پدر بزرگوار سے اجازت لے لیں، پھر میرے سپرد کر دیں۔ انہوں نے اجازت لے کر اسے اپنے ساتھ لیا اور میرے پاس لے آئیں۔●

حسین بن حمدان اور مشائخ میں سے ایک باوثوق شخص نے مجھ سے حکیمہ بنت امام محمد تقی علیہ السلام بن امام علی رضا علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی کہ وہ حضرت امام ابومحمد حسن عسکری علیہ السلام کے پاس برابر جایا کرتی تھیں اور دعا دیا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند عطا کرے۔

ان کا بیان ہے کہ ایک دن حسب معمول جب میں گئی اور دعا دینے لگی تو آپ نے فرمایا: پھوپھی جان!

آپ جس کے لیے دعائیں کیا کرتی تھیں وہ فرزند آج شب متولد ہوگا۔ لہٰذا آج ہمارے ہی ساتھ افطار کریں۔

میں نے دریافت کیا کہ وہ عظیم فرزند کس عورت کے بطن سے متولد ہوگا؟

● کتاب ھدایۃ الحضینی، ص: ۷۰۔ مدینۃ المعاجز، ص: ۵۸۸۔ حلیۃ الابرار، جلد: ۲، ص: ۵۲۹۔ بحارالانوار، جلد: ۵۱، ص: ۱۲

آپ نے فرمایا: پھوپھی جان! نرجسؑ کے بطن سے تولد ہوگا۔

جناب حکیمہؑ نے کہا: آ قا! آپ کی کنیزوں میں مجھے اس سے زیادہ کوئی کنیز پسند نہیں۔ یہ کہہ کر میں اُٹھی اور نرجسؑ کے پاس گئی۔ جب بھی میں اس کے پاس گئی تو وہ بڑی عزت سے پیش آئی۔

آج میں نے جھک کر اس کے دونوں ہاتھ چومے اور اس نے اپنا ہاتھ نہ چومنے دیا۔ اس نے مجھے ''سیدہ'' کہہ کر مخاطب کیا۔ میں نے بھی اسے ''سیدہ'' کہا۔

اس نے کہا: میں آپ پر فدا ہوں۔

میں نے کہا: تم پر میں بلکہ سارا جہان قربان ہو۔

اس کو بڑی حیرت ہوئی۔

میں نے کہا: حیرت کی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ آج کی شب تمہیں ایسا فرزند عطا فرمائے گا جو دنیا و آخرت میں سردار ہوگا اور وہ مومنین کے لیے کشادگی کا باعث ہوگا۔ یہ سن کر وہ شرما گئی، لیکن میں نے بڑی توجہ سے اسے دیکھا تو اس میں کوئی آثار حمل نہ تھے۔ میں نے آ کر حضرت ابو محمدؑ سے کہا: میں تو اس میں حمل کے کوئی آثار نہیں پاتی۔

یہ سن کر آپؑ مسکرائے اور فرمایا:

إِنَّا مَعَاشِرَ الْاَوْصِيَاء لَسْنَا نَحْمِلُ فِي الْبُطُوْنِ وَإِنَّمَا نَحْمِلَ فِي الْجُنُوْبِ وَلَا نَخْرُجُ مِنَ الْاَرْحَامِ وَإِنَّمَا نَخْرَجُ مِنَ الْفَخِذِ الْاَيْمَنِ مِنْ اُمَّهَاتِنَا لِاَنَّنَا نُوْرُاللهِ الَّذِىْ لَاتَنَالُهُ الدَّنَاسَاتُ

''ہم گروہ اوصیاءؑ کا حمل بطن میں نہیں ہوا کرتا پہلو میں ہوتا ہے۔ ہم لوگ

جان کے رحم سے نہیں تولد ہوتے بلکہ داہنی ران سے تولد ہوتے ہیں،
کیونکہ ہم لوگ اللہ کا نور ہیں گندگی ہمیں چھو بھی نہیں سکتی۔''

میں نے عرض کیا: اے میرے سید و سردار! آپ نے فرمایا ہے کہ وہ فرزند آج شب میں تولد ہوگا تو اب وقتِ ولادت سے مطلع فرمادیں؟

آپؑ نے فرمایا: انشاء اللہ وہ مکرم فرزند طلوعِ فجر کے وقت تولد ہوگا۔

جنابِ حکیمہؑ کہتی ہیں: پھر میں نے وہیں افطار کیا وہیں قیام کیا اور نرجسؑ کے قریب ہی سوگئی حضرت ابو محمدؑ نے بھی اسی کمرے میں ایک چبوترے پر شب میں قیام فرمایا۔

جب نمازِ شب کا وقت آیا تو میں اُٹھی۔ نرجسؑ ابھی سو رہی تھی۔ ابھی تک اس میں ولادت کے آثار نمایاں نہ ہوئے تھے۔ میں نے نمازِ شب ادا کرکے نمازِ وتر شروع کی۔ دورانِ نماز مجھے خیال آیا کہ فجر طلوع ہو چکی ہے۔ اب میرے دل میں شک پیدا ہوا تو حضرت ابو محمدؑ نے اپنے مقام سے پکار کر فرمایا: پھوپھی جان! ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی ہے۔

الغرض میں نے جلدی جلدی نماز پڑھی اور اب مجھے نرجسؑ میں کچھ بے چینی سی نظر آئی۔ فوراً اس کے قریب گئی اور اس کو اپنے سینے سے لگایا اس پر ''بسم اللہ'' پڑھ کر دم کرنے لگی۔

پھر کہا: کیا تم کچھ محسوس کر رہی ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں!

اس کے بعد مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور میں نیند کو نہ روک سکی، اسی طرح نرجسؑ

پر بھی غنودگی طاری ہوئی، وہ بھی سوگئی، اس وقت آنکھ کھلی جب میرے سید و سردار حضرتِ مہدی علیہ السلام کی ولادت کا احساس ہوا، اور حضرت ابو محمدؑ نے بلند آواز سے مجھے بلایا: پھوپھی جان! میرے فرزند کو میرے پاس لے آیئے۔

جب میں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو میرا سردار (امام مہدیؑ) اپنے تمام اعضائے سجدہ کو زمین پھیلائے ہوئے ہیں اور ان کے داہنے بازو پر یہ آیت تحریر ہے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ ●

"حق آگیا اور باطل نکل بھاگا یقیناً باطل نکل بھاگنے والا ہے۔"

میں نے انھیں اُٹھا کر سینے سے لگایا اور دیکھا تو وہ بالکل صاف ستھرے ہیں میں نے انھیں ایک پارچے میں لپیٹا اور حضرت ابو محمدؑ کے پاس لے گئی انھوں نے مجھ سے لے کر اپنی بائیں ہتھیلی پر بٹھالیا اور داہنی ہتھیلی ان کی پشت پر رکھی پھر اپنی زبان ان کے دہن میں دی پھر اپنا ہاتھ ان کی پشت، کانوں اور تمام جوڑ و بند پر پھیرا پھر فرمایا:

اے فرزند! کلام کرو۔

انھوں نے اس طرح کلمہ ہائے شہادت پڑھنا شروع کیا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيُّ اللّٰهِ

اس کے بعد آپ تمام آئمہؑ کی امامت کی نام بہ نام ایک ایک کر کے گواہی دیتے رہے، یہاں تک کہ اپنی ذات والا صفات تک پہنچے، پھر اپنے ذریعے سے تمام

● سورہ ۱۷، بنی اسرائیل

اولیاء کی کشادگی کے لیے دعا فرماتے رہے، پھر آپؑ نے توقف فرمایا۔

حضرت ابومحمدؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! اب انھیں ان کی والدہ کے پاس لے جائیں تاکہ یہ انھیں سلام کرلیں۔

پھر میں انھیں واپس لے گئی۔ انھوں نے والدہ کو سلام کیا پھر مین نے انھیں واپس لا کر حضرت ابومحمد علیہ السلام کو دے دیا۔ معاً میرے اور حضرت ابومحمد علیہ السلام کے درمیان گویا ایک حجاب آ گیا۔ میں نے اپنے سردار کو نہیں دیکھا۔ تو میں بولی اے آقا! شہزادہ کہاں ہے؟

آپ نے فرمایا: انھیں اس نے لے لیا جو آپ سے زیادہ ان کا حقدار ہے۔

(یہاں سے رخصت ہو کر اپنے گھر گئی) ساتویں دن پھر آئی، سلام کر کے بیٹھ گئی۔

آپؑ نے فرمایا: جایئے میرے فرزند کو لے آیئے۔

میں گئی اور ایک پارچے میں لپیٹ کر انھیں لے کر آئی تو آپؑ نے پھر ان کے ساتھ وہی کیا جو پہلے دن کیا تھا یعنی اپنی زبان ان کے دہن میں دے کر فرمایا:

اے فرزند! کچھ کلام کرو۔

آپ نے وہی کلمات شہادت دہرائے اور حضرت محمدؐ اور حضرت امیر المومنینؑ اور دیگر تمام آئمہ طاہرینؑ پر نام بنام درود بھیجتے رہے اور اپنے پدر بزرگوار کے نام پر توقف کیا پھر یہ آیت پڑھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ ●

''اور ہم نے چاہا کہ جو زمین میں بے بس اور کمزور کیے گئے ان پر احسان کریں اور انھیں امام بنادیں اور انھیں وارث قرار دیں اور ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں اور فرعون و ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو وہ (عذاب) دکھائیں جس کا خوف تھا۔''

یہ سن کر حضرت ابو محمد حسن عسکریؑ نے فرمایا: اے فرزند! اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ اور رسولوںؑ پر جو کچھ نازل فرمایا ہے اس کی بھی تلاوت کرو۔

پس آپؑ نے (اپنے پدر بزرگوار کی فرمائش پر) حضرت آدمؑ کے صحیفوں سے جو سریانی زبان میں تھے سے تلاوت شروع کی، پھر کتابِ ادریسؑ، کتابِ نوحؑ، کتابِ ھودؑ، کتابِ صالحؑ اور صحفِ ابراہیمؑ و موسیٰؑ و داؤدؑ کی زبور اور عیسیٰؑ کی انجیل اور میرے جدّ رسول اللہؐ کے قرآن کی تلاوت فرمائی پھر اپنے زمانے تک کے تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ کے قصے سنائے۔

میں چالیس دن کے بعد حضرت ابو محمدؑ کے بیت الشرف گئی تو میں نے دیکھا کہ میرے سید و سردار حضرت صاحب الزمانؑ گھر میں پیروں سے چل پھر رہے ہیں۔ میں نے ان سے زیادہ خوبصورت کوئی چہرہ نہیں دیکھا تھا اور نہ ان سے زیادہ فصیح کوئی بولنے والا پایا۔

● سورہ:۲۸، قصص

حضرت ابومحمدؑ نے مجھ سے فرمایا: اس مولود پر اللہ کا خاص کرم ہے۔

میں نے عرض کیا: یاسیدی! آپ نے سچ فرمایا ہے۔ ابھی تو صرف یہ چالیس (۴۰) دن کے ہیں اور ان کا جو حال ہے وہ بھی بہ چشم خود دیکھ رہی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! کیا آپ کے علم میں نہیں ہے کہ ہم گروہ اوصیاء ایک دن میں اتنے بڑے ہو جاتے ہیں جتنے دوسرے بچے ایک ہفتے میں بڑے ہوتے ہیں اور ہم ایک ہفتے میں اتنا بڑھتے ہیں جتنا دوسرے بچے ایک سال میں۔

پھر میں نے اُٹھ کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور گھر واپس آ گئی۔ جب پھر ایک دن گئی تو اپنے شہزادے کو گھر میں نہ دیکھا تو میں نے دریافت کیا: یاسیدی! میرے آقا و مولا کہاں ہیں گھر میں تو نظر نہیں آ رہے؟

آپؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! میں نے انھیں اس ذات کے سپرد کر دیا ہے جس ذات کو مادرِ موسیٰؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو سپرد کیا تھا۔

پھر فرمایا: جب میرے رب نے مجھے اس امت کا مہدیؑ عطا فرمایا تو فرشتے بھیجے جو انھیں اُٹھا کر شامیانہ عرش تک لے گئے اور وہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے میرے بندے! مرحبا تو میرے دین کی نصرت کرے گا، میرے امر کو ظاہر کرے گا، میرے بندوں کی ہدایت کرے گا، میں نے قسم کھائی ہے کہ تیرے ذریعے سے ہی لوگوں کا مواخذہ کروں گا، تیرے ہی ذریعے سے لوگوں کو عطا کروں گا، تیرے ذریعے سے ہی لوگوں کو بخشوں گا اور تیرے ہی ذریعے سے لوگوں پر عذاب نازل

کروں گا۔

اے فرشتو!

اب انھیں واپس لے جاؤ، انھیں ان کے پدر کے سپرد کردو اور نرمی کے ساتھ واپس لے جاؤ۔ ان کے پدر کو یہ پیغام بھی پہنچا دینا کہ یہ بچہ میری ضمانت اور میری حفاظت ونگرانی میں اس وقت تک رہے گا جب تک حق ثابت نہ ہو جائے اور باطل مٹ نہ جائے اور دین تابدنہ ہو جائے۔

جناب حکیمہؑ پھر بیان کرتی ہیں کہ جب صاحب الزمانؑ بطن مادر سے زمین پر آئے تو اپنے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکے ہوئے اور شہادت کی دونوں انگلیاں بلند کیے ہوئے تھے پھر آپ کو چھینک آئی تو آپؑ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ عَبْدًا ذَاكِرٌ لِلّٰهِ غَيْرَ مُسْتَنْكِفٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٍ

پھر فرمایا: ظالم یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کی حجت فنا ہو جائے گی، کاش مجھے اجازت ہوتی تو میں سب کا شک دور کر دیتا۔●

ایک بوڑھی عورت

حنظلہ بن زکریا کہتے ہیں: احمد بن بلال کاتب، آلِ محمدؐ کا دشمن تھا۔ اس نے کبھی اپنی دشمنی کو پوشیدہ نہیں رکھا تھا۔ میری اور اس کی آپس میں سلام دعا تھی۔ وہ عراقیوں

● هداية الحضيني، ص: ٧٠۔ بحار الانوار، جلد: ٥١، ص: ٢٥۔ حلية الابرار، جلد: ٢، ص: ٥٢٩۔ مدينة المعاجز، ص: ٥٨٨۔ اثبات الوصية، ص: ٢١٨

کی فطرت کے مطابق مجھ سے دوستی کا اظہار کیا کرتا تھا۔ جب بھی میری اور اس کی ملاقات ہوتی تو وہ کہتا تھا کہ میرے پاس تمہارے لیے ایک روایت ہے۔ جسے سن کر تمہیں خوشی محسوس ہوگی، لیکن میں تمہیں سنانا نہیں چاہتا۔

اس کی یہ بات سن کر میں بھی اس سے روایت سننے کا اصرار نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اتفاق ہوا کہ وہ اور میں ایک مقام پر اکٹھے ہو گئے۔ میں نے اس سے اس روایت کے متعلق پوچھا۔

اس نے کہا: ہمارے کچھ گھر شہر سامرہ میں فرزند امام رضاؑ یعنی حسن امام عسکری علیہ السلام کے گھر کے سامنے تھے۔ میں ایک طویل عرصہ تک سامرہ سے باہر رہا اور قزوین گیا۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد تقدیر مجھے پھر سامرہ لے آئی۔ جب میں یہاں آیا تو خاندان کے بزرگ مر چکے تھے البتہ میری پالنے والی ایک ضعیفہ خاتون اور اس کی ایک بیٹی وہاں پر موجود تھی۔ اس بوڑھی خاتون کو میں اپنے بچپنے سے جانتا ہوں کہ وہ سچی اور راست گو خاتون تھی۔

اس کے علاوہ ہمارے گھر میں چند خادمائیں اور بھی موجود تھیں۔ الغرض میں نے ان سب کے پاس چند روز قیام کیا۔ جب میں نے وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو ضعیفہ نے کہا: واپسی کی ایسی جلدی بھی کیا ہے؟

تم ایک طویل عرصہ کے بعد یہاں آئے ہو اور میں چاہتی ہوں کہ تم یہاں چند دن اور قیام کرلو۔

میں نے مذاق کرتے ہوئے کہا: میں کربلا جانا چاہتا ہوں، کیونکہ اس وقت لوگ

یمہ شعبان اور عرفہ کے لیے وہاں جانے کے عادی ہو چکے تھے۔

ضعیفہ نے یہ سن کر کہا: بیٹا! میں تجھے نصیحت کرتی ہوں: خدارا اس گھرانے کی توہین کبھی نہ کرنا اور اس گھرانے کا کبھی مذاق نہ اُڑانا۔

اور ہاں سنو!

تمہارے یہاں سے جانے کے دو برس بعد کا واقعہ ہے کہ میں ایک رات اسی گھر کی ڈیوڑھی میں اپنی بیٹی کے ساتھ سوئی ہوئی تھی اور میں نیند اور بیداری کے درمیان تھی کہ اچانک ایک حسین و جمیل شخص جس نے صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا:

اے فلانہ!

ہمسائیوں میں سے ایک شخص ابھی تجھے بلانے کے لیے آئے گا۔ جب وہ آئے تو تم انکار نہ کرنا اس کے ساتھ چلی جانا۔

میں یہ دیکھ کر گھبرا گئی اور میں نے بیٹی کو آواز دے کر کہا کہ کیا تو نے بھی کسی کو گھر میں آتے ہوئے دیکھا ہے؟

میری بیٹی نے کہا: اماں! تمہیں وہم ہوا ہے یہاں کوئی بھی نہیں آیا۔ تم خدا کا نام لو اور کچھ سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کرو اور سو جاؤ۔ چنانچہ میں نے کچھ سورتیں پڑھیں، انھیں اپنے اوپر دم کیا اور سو گئی۔ ابھی چند لحات ہی گذرے ہوں گے کہ وہی شخص دوبارہ آیا اور پہلے والا جملہ دہرایا۔

میں گھبرا گئی۔ بیٹی سے پوچھا: کیا تم نے کسی شخص کو یہاں آتے دیکھا ہے؟

میری بیٹی نے مجھے وہی پہلا جواب دیا اور کہا: آپ کو وہم ہوا ہے یہاں پر کوئی بھی نہیں آیا۔ خدا کا نام لے کر سو جاؤ۔

میں نے کچھ سورتیں اپنے اوپر دم کیں اور سوگئی۔ تیسری مرتبہ پھر وہ شخص آیا۔ اس نے کہا: تجھے بلانے والا آ گیا ہے اور وہ تمہارے دروازے پر دستک دینے ہی والا ہے۔ تم اس کے ساتھ چلی جانا۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ پس اُٹھ کر دروازے پر گئی اور پوچھا: تم کون ہو؟

دستک دینے والے نے کہا: آپ باہر آئیں اور کسی طرح کا خوف محسوس نہ کریں۔ میں نے اس کی آواز پہچان لی۔ آنے والا آلِ محمدؐ کے گھرانے کا ایک خادم تھا۔ چنانچہ میں نے دروازہ کھولا۔

اس نے مجھ سے کہا: ایک پڑوسی کے یہاں تمہاری اشد ضرورت ہے اسی لیے میں تمہیں لینے آیا ہوں۔

پھر اس نے میرے سر پر چادر اوڑھا دی اور مجھے لے کر پڑوسی کے گھر آیا۔ جب میں اس کے گھر میں داخل ہوئی تو گھر کے درمیان بڑے بڑے پردے پڑے ہوئے تھے اور پردوں کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں اندر داخل ہوئی۔ دیکھا کہ ایک عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ دوسری عورت اس کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ جیسے وہ اس کی قابلہ ہو۔

اس نے کہا: آؤ، ہماری مدد کرو۔ چنانچہ ایسے موقع پر جو مدد کی جا سکتی ہے۔ میں

نے وہ مدد کی۔ تھوڑی دیر بعد ایک بچہ پیدا ہوا۔ میں نے نومولود کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور چلا کر کہا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے، لڑکا پیدا ہوا ہے۔

پھر میں نے پردے سے باہر سر نکال کر اس مرد کو اطلاع دیتے ہوئے کہا: مبارک ہو لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس نے کہا: چیخنے اور شور مچانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پھر میں نے اپنا منہ پردے کے اندر کیا تو بچہ میرے ہاتھوں سے غائب ہو گیا۔ وہاں پر موجود اس عورت نے مجھ سے کہا: خاموش رہنا اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ پھر خادم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے باہر لے آیا، مجھے دروازے پر پہنچا کر اس نے مجھے ایک تھیلی دی۔ میں نے تھیلی کھول کر دیکھی تو اس میں دس دینار تھے۔ میں اپنے گھر پہنچی تو میں نے اپنی بیٹی سے کہا: کیا تجھے میرے باہر جانے اور واپس آنے کا علم ہے؟

میری بیٹی نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا: مجھے آپ کی آمد و رفت کا ہرگز کوئی علم نہیں ہے۔

اور ــــــ!

یہ واقعہ میں نے آج تک کسی کو نہیں سنایا اور میں نے تجھ سے بھی یہ واقعہ صرف اس لیے بیان کیا ہے کہ کہیں تم اس گھرانے کی تنقیص و توہین کا ارادہ نہ کر بیٹھو۔

احمد بن بلال کہتا ہے: یہ واقعہ سن کر مجھے اس عورت پر حیرت ہوئی مگر میں نے اس کے بیان کو مزاح میں بدل دیا اور میں نے یہ نہ پوچھا کہ یہ کس زمانے کا واقعہ ہے۔

البتہ میں اپنے متعلق یہ ضرور جانتا ہوں کہ ۲۵۰ھ میں میں نے سامرہ چھوڑا تھا اور ۲۸۱ھ میں عبداللہ بن سلیمان کے دورِ وزارت میں واپس سامرہ آیا تھا۔ تب اس

ضعیفہ نے مجھے یہ واقعہ سنایا تھا۔

حنظلہ کہتے ہیں: میں نے ابوالفرج مظفر بن احمد کو بھی بلایا تا کہ میرے ساتھ وہ بھی یہ قصہ سن لے۔●

نسیم خادم اور ماریہ

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی فاجیلویہ نے اور ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے، ان سے حسین بن علی نیشا پوری نے، ان سے ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ نے، ان سے سیاری نے بیان کیا کہ نسیم اور ماریہ کنیزیں کہتی ہیں: جب جناب صاحب امر علیہ السلام اپنی والدہ کے شکم سے پیدا ہوئے تو آپ نے دونوں گھٹنوں کو زمین پر ٹیک دیا اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا۔ پھر آپؑ نے چھینک لی اور فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ

''تمام کائنات کے پالنے والے کا شکر اور اللہ کی رحمت محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر نازل ہو۔''

ظالم گمان کرتے ہیں کہ اللہ کی حجت باطل ہوگئی لیکن اگر ہمیں اجازت ہوتی تو ہم (ابھی) ان کے شک کو زائل کردیتے۔●

● غیبت طوسی، ص: ۱٤٤۔ حلیة الابرار، جلد:۲، ص: ٥٤٠۔ مدینة المعاجز، ص: ٥٩٣۔ بحار الانوار، جلد:٥١، ص: ۲۰

● کمال الدین، ص: ٤۳۰۔ غیبة طوسی، ص: ۱٤۷۔ اثبات الهدیٰ، جلد:۳، ص: ٦٦٨۔ خرائج، جلد: ۱، ص: ٤٥٧۔ اعلام الوریٰ، ص: ۳۹٥۔ حلیة الابرار، جلد:۲، ص: ٥٤٤

ابراہیم بن محمد بن عبداللہ کہتے ہیں: نسیم کنیز کا بیان ہے کہ امام قائم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد ایک شب میری حاضری ہوئی تو مجھے چھینک آئی۔

آپؑ نے فرمایا: ''یرحمک اللہ'' جس کو سن کر مجھے خوشی ہوئی۔

پھر کہا: کیا اس کے متعلق تجھ کو خوشخبری دوں۔

میں نے عرض کیا: ارشاد فرمایئے۔

آپؑ نے فرمایا: کہ چھینک کا آنا تین دن تک موت سے امان کا باعث ہے۔●

ایک کنیز جس نے امام زمانہؑ کی ولادت کا حال دیکھا

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے بیان کیا۔ ان سے محمد بن یحیٰ عطار نے، ان سے ابوعلی خیزرانی نے کہا: میری ایک کنیز تھی جس کو میں نے حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا۔ جب جعفر کذاب نے آپؑ کے گھر پر قبضہ کیا تو اس وقت اس کنیز سے نکاح کرلیا۔

ابوعلی کہتے ہیں: وہ کنیز بیان کرتی ہے: میں امام قائم علیہ السلام کی ولادت کے وقت موجود تھی۔ آپؑ کی والدہ کا نام صیقل تھا۔ حضرت امام حسن عسکریؑ نے جب آپ کی والدہ کو اپنے بعد ہونے والے واقعات سے مطلع کیا جو آپؑ کے عیال پر گذریں گے تو انھوں نے پروردگار سے دعا کی تھی: اے اللہ! انھیں حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت سے قبل ہی دنیا سے اُٹھالے۔

● کمال الدین، ص: ۴۳۰۔ بحارالانوار، جلد: ۵۱۔ غیبت طوسی، ص: ۱۳۹۔ اثبات الهدیٰ، جلد:۳، ص: ٦٦٨۔ بحارالانوار، جلد:۵۱، ص: ۵۔ وسائل، جلد: ۸، ص: ٤٦١۔ کشف الغمه، جلد: ۲، ص: ۵۰۰۔ منتخب الانوار المضیئه، ص: ۱٦۰

پس ان کا انتقال آپؑ کی زندگی میں ہی ہوگیا۔ ان کی قبر کی لوح پر لکھا ہے:

هٰذَا قَبْرُ اُمِّ مُحَمَّدٍ

''یہ ام محمد علیہ السلام کی قبر ہے''

ابو علی علیہ السلام کا بیان ہے: یہی کنیز کہتی ہے کہ امام قائم علیہ السلام کی ولادت کی شب میں نے دیکھا: ایک نور ساطع ہے جو زمین سے آسمان تک پھیلا ہوا ہے اور سفید پرندے آسمان پر پرواز کر رہے ہیں جو اپنے پروں کو مولود کے سر، چہرہ اور تمام بدن سے مَس کرتے ہیں اور پھر اُڑ جاتے ہیں۔

میں نے اس کی خبر جناب امام حسن عسکریؑ کو دی تو آپؑ مسکرا دیے اور فرمایا: یہ ملائکہ ہیں جو اس مولود سے برکت حاصل کر رہے ہیں اور یہ ہی اس بچے کے انصار ہیں جب یہ خروج کرے گا۔●

امام حسن عسکریؑ کے اصحاب جنھوں نے امام زمانہؑ کو دیکھا

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے، ان سے محمد بن احمد علوی نے اور ان سے ابو غانم خادم نے بیان کیا: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے یہاں ایک بچہ کی ولادت ہوئی جس کا نام محمد ہے۔ آپؑ نے تیسرے دن اپنے اصحاب کو اس بچہ کی زیارت کرائی اور فرمایا: یہ میرے بعد تمہارا امام اور تم پر میرا خلیفہ ہے۔

● کمال الدین، ص: ٤٣١۔ حلیة الابرار، جلد:٢، ص: ٥٤٣۔ بحار الانوار، جلد:٥١، ص: ٥۔ اثبات الهداة، جلد:٣، ص: ٦٦٨

یہ ہی قائم علیہ السلام ہے۔ جس کا تمہیں طویل انتظار کرنا ہے۔ یہ ہی زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ ●

ابو ہارون

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے: مجھ سے بیان کیا کہ علی ابن حسن بن فرج موزن نے، ان سے بیان کیا محمد بن حسن کرخی نے، انھوں نے ابو ہارون جو ہمارے دوستوں میں سے ہے سے سنا، انھوں نے کہا: میں نے صاحب الزمانؑ کو دیکھا ہے۔ ان کی ولادت بروز جمعہ ۲۵۶ھ کو ہوئی۔ ●

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا علی بن حسن بن فرج موزن نے، ان سے بیان کیا محمد بن حسن کرخی نے انھوں نے ابو ہارون جو ہمارے دوستوں میں سے تھا سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے صاحب الزمانؑ کو دیکھا۔ آپؑ کا چہرہ چودھویں کے چاند کے مانند جگمگا رہا تھا اور آپؑ مختون پیدا ہوئے۔

میں نے امام حسن عسکریؑ سے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ہاں یہ بچہ اسی طرح پیدا ہوا ہے اور ہم ائمہؑ اسی طرح پیدا ہوتے ہیں۔ ●

● کمال الدین، ص: ٤٣١۔ بحار الانوار، جلد: ٥١۔ ص: ٥۔ اثبات الهداة، جلد: ٣، ص: ٤٨٣۔ ینابیع المودة، ص: ٤٦٠ یا ٤٨٢۔ منتخب الاثر، ص: ٣٤٢۔

● کمال الدین، ص: ٤٣٢۔ بحار الانوار، جلد: ٥١، ص: ١٥

● کمال الدین، ص: ٤٣٤۔ غیبت طوسی، ص: ١٠۔ اعلام الوری، ص: ٣٩٧۔ بحار الانوار، جلد: ٥٢، ص: ٢٥۔ وسائل الشیعه، جلد: ١٥، ص: ١٦٤۔ اثبات الهداة، جلد: ٢، ص: ٥٠٨۔ حلية الابرار، جلد: ٢، ص: ٥٨١

معاویہ بن حکیم بن محمد بن ایوب بن نوح، محمد بن عثمان کل چالیس آدمی ہیں

شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے، ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے، ان سے معاویہ بن حکیم اور محمد بن ایوب بن نوح اور محمد بن عثمان عمری نے انہوں نے کہا: ہم چالیس افراد ایک ساتھ حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپؑ نے اپنا فرزند ہمیں دکھایا اور فرمایا: یہ میرے بعد تمہارا امام اور تم لوگوں پر میرا خلیفہ ہے۔ اس کی اطاعت کرو اور میرے بعد دین میں تفرقہ نہ ڈالنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ آج کے بعد تم لوگ اس کو نہ دیکھو گے۔

ان لوگوں کا کہنا ہے: اس ملاقات کے چند دنوں کے بعد حضرت امام حسن عسکریؑ کا انتقال ہو گیا۔●

شیخ صدوقؒ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن نے، ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انھوں نے کہا: میں نے محمد بن عثمان عمری سے کہا: میں تم سے ایک ایسا سوال پوچھتا ہوں جیسا حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب سے پوچھا تھا:

رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ط قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ط قَالَ بَلٰی
وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ط (سورۃ:۲، بقرہ، آیت:۲۶۰)

"اے میرے پروردگار! مجھے دکھلا دے کہ تو مردوں کو زندہ کیسے کرے گا۔

فرمایا: تو نے یقین نہیں کیا۔ کہا: کیوں نہیں لیکن چاہتا ہوں کہ اطمینانِ

● کمال الدین، ص: ۴۳۵۔ اعلام الوری، ص: ۴۱۴۔ حلیۃ الابرار، جلد:۲، ص: ۵۵۰۔ بحار الانوار، جلد:۵۲، ص: ۲۵۔ العدد القویہ، ص: ۷۳

قلب ہو جائے۔"

بس مجھے بتاؤ: کیا تم نے صاحب الزمانؑ کو دیکھا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ہاں، ان کی گردن ایسی ہے اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔●

حمران قلانسی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: میں نے عمری سے کہا: کیا ابو محمدؑ وفات پا چکے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں بے شک ان کی وفات ہو چکی ہے لیکن انھوں نے تم میں ایک بچے کو خلیفہ بنایا ہے۔●

عمر اھوازی

عمرو اھوازی کہتا ہے: مجھے حضرت امام حسن عسکریؑ نے اپنا بیٹا دکھایا اور کہا کہ یہ میرے بعد تمہارا امامؑ ہے۔●

ایک فارسی آدمی

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا علی ابن احمد دقاق، محمد بن محمد بن عصام کلینی اور علی بن عبداللہ ورّاق نے، ان سب سے محمد بن یعقوب کلینی نے، ان سے علی ابن محمد نے، ان سے محمد اور حسن جو علی ابن ابراہیم کے بیٹے تھے

● کمال الدین، ص: ٤٣٥۔ حلیة الابرار، جلد: ٢، ص: ٥٨١

● اصول کافی، جلد: ١، ص: ٣٢٨۔ ارشاد، ص: ٣٤٩۔ غیبت طوسی، ص: ١٤٠۔ اعلام الوری، ص: ٤١٤۔ حلیة الابرار، جلد: ٢، ص: ٥٤٩۔ کشف الغمہ، جلد: ٢، ص: ٤٤٩۔ مستجاد، ص: ٥٢٨۔ صراط مستقیم، جلد: ٢، ص: ١٧١۔ اثبات الهداة، جلد: ٣، ص: ٥٠٦

نے ۲۷۹ھ میں، ان سے محمد بن علی بن عبدالرحمٰن عبدی نے، ان سے عبدقیس نے ان سے ضوء ابن علی عجلی نے، ان سے اہلِ فارس کے ایک شخص نے بیان کیا: میں سرمن رائے (سامرہ) میں حضرت امام حسن عسکریؑ کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ ابھی میں چاہتا ہی تھا کہ اجازت لوں۔ اندر سے آپ کی آواز آئی آپ نے مجھے بلایا۔ میں داخل ہوا اور سلام کیا، آپ نے فرمایا: کہو کیسے ہو؟

پھر مجھے بیٹھنے کے لیے کہا، میرے اہل وعیال کے حالات معلوم کیے، پھر فرمایا: کیسے آنا ہو؟

میں نے عرض کیا: آپ کی خدمت کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پھر یہیں رہو۔

میں خادموں کے ساتھ آپ کے گھر میں رہنے لگا۔ ایک دن میں بازار سے اشیاءِ ضرورت خرید کر واپس لوٹا۔ جب درِ دولت پر داخل ہوا تو آپ نے مجھے آواز دی کہ اپنی جگہ رُک جاؤ۔ باہر نکلنا، نہ اندر آنا، پس ایک کنیز اندر سے نکلی جس کے ہاتھ میں کوئی چیز کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔

پھر امامؑ نے مجھے بلایا اور کنیز کو بھی آواز دی، جب کنیز آئی تو آپ نے فرمایا: جو تمہارے پاس ہے وہ دکھاؤ۔ اس نے کپڑا ہٹایا تو میں نے اس کے ہاتھوں پر ایک خوبصورت بچہ دیکھا۔ جس نے اسی کا پیٹ دیکھا جس پر سینے سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔

آپ نے فرمایا: یہ تمہارا (میرے بعد) امام ہے۔ پھر کنیز کو حکم دیا: اسے لے جاؤ۔

اس کے بعد پھر میں نے اس بچہ کو نہ دیکھا یہاں تک کہ امام کا انتقال ہو گیا۔①

ابوعمرو

شیخ کلینیؒ نے عبداللہ بن جعفر الحمیری سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں: جمع ہوئے میں اور شیخ ابوعمرو احمد بن اسحاق کے پاس، انہوں نے اپنی آنکھ سے اشارہ کیا کہ میں شیخ ابوعمرو سے امام حسن عسکریؑ کے جانشین کے متعلق سوال کروں۔

میں نے کہا: اے ابوعمرو!

میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں اس میں مجھے شک نہیں ہے کہ یہ میرا اعتقاد ہے اور میرا دین ہے کہ زمین کسی وقت حجت خدا سے خالی نہیں رہے گی مگر قبل قیامت چالیس روز (دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے آخر میں امامؑ شہید ہوگا چونکہ مذکورہ بالا قول راوی کا ہے نہ کہ امامؑ کا لہٰذا اس کو قوت نہیں دی جاسکتی) جب قیامت آجائے گی تو حجت خدا رفع ہو جائے گی اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا پھر کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا جب تک پہلے سے ایمان نہ لایا ہوگا اور امر صالح بہ تقاضائے ایمان اس نے نہ کیے ہوں۔ ایسے لوگ اشرار خلق اللہ ہوں گے اور ان پر قیامت قائم ہوگی۔

لیکن میں یقین میں زیادتی چاہتا ہوں۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب سے سوال کیا تھا: مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے تو خدا نے کہا: تو

① اصول کافی، جلد:۱، ص: ۳۲۹، کمال الدین، ص: ۴۳۵ غیبۃ طوسی، ص: ۱۴۰۔ اثبات الھداہ، جلد:۳، ص: ۴۴۱۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص: ۲۶۔ مدینۃ المعاجز، ص: ۵۹۸۔ حلیۃ الابرار، جلد:۲، ص: ۵۵۰

ایمان نہیں لایا؟ کہا: کیوں نہیں، لیکن میں اطمینانِ قلب چاہتا ہوں۔

مجھے خبر دی ہے ابوعلی احمد ابن اسحاق نے کہ میں نے امام علی نقیؑ سے پوچھا کہ میں مسائل میں کس شخص کے حکم پر عمل کروں، احکام شریعت کو کس سے لوں اور کس کے قول کو قبول کروں؟

حضرتؑ نے فرمایا: عمری میرا معتمد ہے وہ جو بات میری طرف سے پہنچائے وہ میری ہی بات ہوگی اور جو میری طرف سے تم سے کہے وہ میرا ہی قول ہوگا۔ تم اسے سنو اور اطاعت کرو۔ وہ میرا معتمد ہے اور خطا سے مامون و معصوم ہے۔

ابوعلی اسحاق نے یہ بھی بتایا کہ ایسا سوال انہوں نے امام حسن عسکریؑ سے بھی کیا تھا۔ انہوں نے بھی یہی فرمایا تھا کہ عمری اور ان کا بیٹا دونوں ثقہ ہیں۔ پس وہ میری طرف سے تم کو جو پہنچائیں وہ صحیح ہوگا اور جو تم سے کہیں وہ میرا ہی قول ہوگا پس ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو وہ دونوں ثقہ اور مامون ہیں۔

یہ قول دو اماموں کا ہے جو تمہارے بارے میں ہے۔ یہ سن کر ابوعمرو سجدہ میں گر پڑے اور روئے اور فرمایا: پوچھو۔

میں نے کہا: امام حسن عسکریؑ کے جانشین کو آپ نے دیکھا ہے؟

فرمایا: خدا کی قسم! ان کی گردن اسی طرح کی ہے اور اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے۔

محمد بن اسماعیل

راوی کہتا ہے: بیان کیا محمد ابن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر نے، جو خاندانِ رسولؐ میں سب سے عمر میں بڑے تھے کہ میں نے حضرت صاحب الامرؑ کو دو مسجدوں کے

درمیان دیکھا ہے۔①

ابوعلی مطہر

راوی کہتا ہے: میں نے ابوعلی بن مظہر سے سنا، اُنھوں نے ذکر کیا کہ میں نے حضرت حجتؑ کو دیکھا۔ آپؑ نے مجھ سے حال احوال پوچھا۔ ②

ابراہیم بن عبدہ نیشاپوری اور ایک خادمہ

کنیز نیشاپوری سے مروی ہے کہ میں ابراہیم کے ساتھ کوہِ صفا پر کھڑی تھی کہ حضرت صاحب الامرؑ آئے اور ابراہیم کے پاس کھڑے ہوئے اور ان سے مناسکِ حج کی کتاب لی اور آپؑ نے ضروری مسائل ان کو بتائے۔③

رشیق صاحب المادرائی

رشیق صاحب مادرائی کا بیان ہے کہ معتضد نے ہم تین افراد کو حکم دیا کہ ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر تلواریں حمائل کر کے سامرہ چلے جائیں۔ فلاں محلّہ اور فلاں گھر کے سامنے جائیں۔ اس گھر کے دروازے پر ایک سیاہ فام غلام تمہیں دکھائی دے گا تم

---

① اُصول کافی، جلد:۱، ص: ۳۳۰۔ ارشاد، ص: ۳۵۰۔ غیبت طوسی، ص: ۱۶۲۔ بحارالانوار، جلد:۵۲۔ ص: ۱۳۔ کشف الغمہ، جلد:۲، ص: ۴۴۹۔ مستجار، ص: ۵۲۹۔ اعلام الوری، ص: ۳۹۶۔

② اُصول کافی، جلد:۱، ص: ۳۳۱۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص: ۱۴۔ غیبت طوسی، ص: ۱۶۲۔ کشف الغمہ، جلد:۲، ص: ۴۵۰۔ مستجار، ص: ۵۳۰۔ ارشاد، ص: ۳۵۰

اُصول کافی، جلد:۱، ص: ۳۳۱۔ اعلام الوری، ص: ۳۹۷۔ غیبت طوسی، ص: ۱۶۲۔ ارشاد، ص: ۳۵۰۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص: ۱۳۔ کشف الغمہ، جلد:۲، ص: ۴۵۰۔ مستجاد، ص: ۵۳۰

اس کی پرواہ کیے بغیر گھر میں گھس جانا۔ تمہیں گھر میں جو شخص دکھائی دے اس کا سر قلم کر کے میرے پاس لے آنا۔

ہم نے خلیفہ کے حکم پر عمل کیا اور اس کے بیان کردہ مکان کے دروازے پر پہنچے تو وہاں ایک سیاہ فام غلام کھڑا تھا جو کہ ڈھیرے سے اون کات رہا تھا۔ ہم اس کی پرواہ کیے بغیر اندر داخل ہوئے۔ ہم ایک گھر میں گئے مگر وہاں کوئی بھی انسان موجود نہیں تھا۔

پھر ہم سرداب میں داخل ہوئے تو وہاں ہم نے دیکھا کہ پانی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور سمندر کے ایک کونے پر ایک مصلیٰ بچھا ہوا تھا جس پر ایک شخص بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا۔ مگر وہ ہم سے کچھ فاصلے پر تھا۔

ہمارے ایک ساتھی احمد بن عبداللہ نے پانی میں چھلانگ لگائی مگر وہ غوطے کھانے لگا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے باہر نکالا، پھر میرے دوست ساتھی نے بھی پانی میں چھلانگ لگائی۔ اس کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا، میں یہ سب کچھ حیران ہو کر دیکھتا رہا۔

پھر میں نے اس سے کہا: جناب! میں خدا کے حضور توبہ کرتا ہوں اور آپ سے بھی معذرت چاہتا ہوں۔ ہمیں آپ کی شخصیت کا اندازہ ہی نہیں تھا۔ اب ہم اپنی غلطی کے لیے توبہ کرتے ہیں مگر انہوں نے ہماری طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہ کی۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور سیدھے خلیفہ کے پاس گئے۔ اس نے ہم سے حالات دریافت کیے تو ہم نے اسے تمام حالات سنائے۔

خلیفہ نے ہم سے کہا: تم نے یہ بات کسی کو بتائی تو نہیں ہے؟

ہم نے کہا: نہیں، ہم نے یہ بات کسی کو نہیں بتائی۔

خلیفہ نے کہا: اگر تم نے یہ بات کسی کو بتائی تو میں تمہاری گردن کاٹ دوں گا۔

چنانچہ جب تک خلیفہ معتضد زندہ رہا ہم نے کسی سے بات بیان نہ کی۔●

کامل بن ابراہیم

شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علام نے ابونعیم محمد بن احمد انصاری سے روایت کی ہے کہ مفوضہ ومقصدہ کے ایک گروہ نے کامل بن ابراہیم مدنی کو ابومحمدؑ کے پاس سامرہ بھیجا، تا کہ وہ آنجناب کے ساتھ ان کے امور ومسائل میں مناظرہ کرے۔

کامل کہتا ہے: میں نے دل میں کہا: آنجنابؑ سے سوال کروں گا کہ بہشت میں داخل نہیں ہوگا سوائے اس شخص کے کہ جس کی معرفت میری معرفت کی طرح ہو اور جو اس چیز کا قائل ہے جو میں کہتا ہوں۔ جب میں اپنے سید وسردار ابومحمدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرتؑ نے سفید اور نرم ونازک لباس پہن رکھا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ولی خدا اور اس کی حجت نرم ونازک لباس پہنتا ہے اور ہمیں اپنے بھائیوں کے ساتھ مواسات کا حکم دیتا ہے اور اس قسم کے لباس پہننے سے منع کرتا ہے۔

حضرتؑ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا: اے کامل! آپ نے اپنا بازو اوپر کیا تو میں نے پلاس سیاہ زبری (موٹا چولہ) آپ کے بدن کی کھال سے ملا ہوا دیکھا۔

آپؑ نے فرمایا: کہ یہ خدا کے لیے ہے اور وہ تمہارے لیے ہے۔ میں

● غیبت طوسی، ص: ۱۴۹۔ اثبات الھداہ، جلد:۳، ص: ۶۸۳ مدینۃ المعاجز، ص:۳۹۷۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص: ۵۱۔ خرائج باجلد:۱، ص: ۴۶۰۔ ینابیع المودہ، ص: ۴۵۸۔ کشف الغمہ، جلد:۲، ص: ۴۹۹۔ فرج المھموم، ص: ۲۴۸۔ کشف الاستار، ص: ۲۱۲

شرمندہ ہوکر اس دروازے کے قریب بیٹھ گیا، جس پر پردہ لٹکا ہوا تھا۔

ہوا چلی اور اُس نے اس پردے کو ایک طرف اوپر کر دیا۔ میں نے ایک جوان کو دیکھا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ جو چار سال سے زیادہ کا نہ ہوگا اس نے مجھ سے فرمایا: اے کامل ابن ابراہیم! تو میرا بدن کانپنے لگا اور مجھے القاء ہوا کہ کہو''لبیک'' اے میرے سردار!

فرمایا: تو ولی خدا اور اس کی حجت کے پاس آیا ہے اور یہ ارادہ کیا ہے کہ اس سے سوال کرے کہ جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر وہ جس کی معرفت تیری معرفت کی طرح ہو اور تیرے قول کا قائل ہو۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں، خدا کی قسم!

اُنہوں نے فرمایا: اس حالت میں تو جنت میں بہت کم لوگ جائیں گے حالانکہ خدا کی قسم! جنت میں بہت سے لوگوں کے گروہ داخل ہوں گے کہ جن کو حقیہ کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: اے میرے سید و سردار! وہ کون لوگ ہیں؟

فرمایا: وہ ایسی قوم ہیں کہ ان کی دوستی امیرالمومنین سے بس اتنی ہے کہ وہ ان کے حق کی قسم کھاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ رب کی فضیلت کیا ہے؟

پھر آپ کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: تو مفوضہ کے قول کے متعلق آنجنابؑ سے سوال کرنے آیا ہے؟ وہ جھوٹ بکتے ہیں بلکہ ہمارے دل مشیت خدا کا محل و ظرف ہیں پس جب خدا چاہتا ہے تو ہم چاہتے ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ●

● سورہ: ٧٦، آیت: ٣٠۔ سورۃ: ٨١، آیت: ٢٩

"تم نہیں چاہتے ہو مگر وہ جو خدا چاہتا ہے۔"

اس وقت وہ پردہ اپنی حالت کی طرف پلٹ گیا، پس مجھ میں یہ قدرت نہ تھی کہ اسے اوپر کروں تو حضرت ابومحمدؑ نے میری طرف دیکھا اور تبسم کیا اور فرمایا: اے کامل بن ابراہیم! تیرے بیٹھے رہنے کا سبب کیا ہے؟ جبکہ حضرت مہدیؑ اور میرے بعد کی حجت نے تجھے خبر دی ہے اس چیز کے متعلق جو تیرے دل میں تھی اور تو جس کے متعلق سوال کرنے آیا تھا۔

کامل کہتا ہے: پس میں کھڑا ہو گیا۔ اپنا جواب جو میں نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا وہ امام مہدیؑ سے حاصل کر لیا۔ اس کے بعد میں آپ سے ملاقات نہ کر سکا۔

ابونعیم کہتا ہے: میں نے کامل سے ملاقات کی اور اس سے اس واقعہ کے متعلق سوال کیا تو اس نے مجھے آخر تک بغیر کمی و زیادتی کے اس کی خبر دی۔●

ابوعبداللہ بن صالح

شیخ کلینیؒ نے ابی عبداللہ بن صالح سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے صاحب الامرؑ کو حجرِ اسود کے پاس دیکھا۔ لوگ ہجوم میں ایک دوسرے کو کھینچ رہے تھے اور حضرتؑ فرما رہے تھے تمہیں اس کا حکم نہیں دیا گیا۔●

● غیبت طوسی، ص:۱٤۸۔ اثبات الوصیة، ص: ۲۲۲۔ دلائل الامامت، ص: ۲۷۳۔ ہدایة الحضینی، ص: ۸۷۔ خرائج، جلد:۱، ص: ٤٥۸۔ ینابیع المودہ، ص: ٤٦۱۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص: ۳۳٦۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص: ٤۱۵۔ کشف الغمہ، جلد:۲، ص: ٤۹۹

● اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۱۔ بحارالانوار، جلد:۵۲۔ ص: ٦۰۔ کشف الغمہ، جلد:۲، ص: ٤۵۰۔ مستجاد، ص: ۵۳۱۔ ارشاد، ص: ۳۵۰۔

ابراہیم بن ادریس

شیخ کلینی رحمتہ اللہ علیہ نے ابوعلی احمد بن ابراہیم بن ادریس سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے شہید ہونے کے بعد حضرت صاحب الامرؑ کو بیس (۲۰) سال کی عمر میں دیکھا۔ میں نے ان کے ہاتھوں اور ان کے سر کو بوسہ دیا۔●

جعفر بن علی

شیخ کلینی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے جو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ایک غلام قنبرؓ کی اولاد میں سے ایک شخص سے مروی ہے۔ راوی سے جعفر کذاب کا ذکر آیا تو اس کی لوگوں نے مذمت کی۔ میں نے کہا: اس کے سوا اور کوئی وارث ہی نہ تھا۔ کیا تم نے وارث کو دیکھا ہے؟

راوی نے کہا: میں نے تو نہیں دیکھا ہے، میرے غیر نے دیکھا ہے۔

میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟

فرمایا: خود جعفر کذاب نے دومرتبہ دیکھا ہے اور ان سے بات بھی کی ہے۔●

● اصول کافی، جلد:۱، ص: ۳۳۱۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص: ۱۴۔ کشف الغمہ، جلد:۲، ص: ۴۵۰۔ مستجاد، ص: ۵۳۰۔ ارشاد، ص: ۳۵۰۔

● اصول کافی، جلد:۱، ص: ۳۳۱۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص: ۶۰۳۔ کشف الغمہ، جلد:۲، ص: ۴۵۰۔ مستجاد، ص: ۵۳۰۔ ارشاد، ص: ۳۵۰

ابو محمد ابو جنانی

شیخ کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے۔ راوی کہتا ہے: مجھے خبر دی ہے ابو محمد ابو جنانی نے ان لوگوں کے متعلق کہ جنھوں نے صاحب الامرؑ کو دیکھا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت سے دس روز پہلے آپ نے فرمایا: خداوندا تو جانتا ہے کہ یہ گھر محبوب ترین گھروں میں سے ہوتا اگر جعفر وغیرہ کی مخالفت نہ ہوتی یا اس قسم کی باتیں نہ کی جاتیں۔ (اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۱۔ بحار الانوار، جلد:۵۲، ص:۶۶

بعض جلاوزۃ السواد

شیخ کلینیؒ نے روایت نقل کی ہے۔ علی بن قیس نے ایک دیہاتی قاضی سے بیان کیا کہ میں نے بادشاہ کے ایک افسر کو دیکھا کہ جو حضرت امام حسن عسکریؑ کے گھر کا دروازہ توڑ رہا ہے۔ پس حضرت صاحب الامرؑ نکلے اور آپ کے ہاتھ میں ایک ہتھیار تھا۔

اس سے آپ نے فرمایا: تم یہ کیا کر رہے ہو؟

اس حاکم نے کہا: جعفر کذاب کا گمان یہ ہے کہ آپ کے والد لاولد شہید ہوئے۔ پس اگر یہ آپ کا گھر ہے تو میں واپس جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ گھر سے واپس آ گیا۔

علی بن قیس کا بیان ہے کہ اس گھر کے نوکروں میں سے ایک نوکر نکلا۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا: اس نے کہا: یہ تم سے کس نے بیان کیا؟

میں نے کہا: دیہات کے ایک قاضی نے۔ اس نے کہا: یہ خبر لوگوں سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ (اصول کافی جلد:۱، ص:۳۳۱۔ بحار الانوار، جلد:۵۲، ص:۱۳۔ غیبت طوسی، ص:۱۶۱)

ابونصر طریف خادم

شیخ کلینیؒ نے روایت نقل کی ہے۔ ابونصر طریف خادم امام حسن عسکریؑ کہتا ہے کہ میں نے صاحب الامرؑ کو دیکھا۔ ●

بعض اہلِ مدائن

شیخ کلینیؒ نے روایت نقل کی ہے۔ راوی کہتا ہے: میں اپنے ایک ہمراہی کے ساتھ حج کر رہا تھا۔ جب ہم عرفات میں پہنچے تو میں نے ایک نوجوان کو بیٹھا پایا جو ایک لنگ اور رداء پہنے ہوئے تھا اور زرد رنگ کا جوتا پیروں میں تھا۔ میں نے لنگ اور رداء کی قیمت کا اندازہ لگایا جو کہ ۱۵۰ دینار بنتا تھا۔ اور یہ کہ سفر کوئی اثر ان پر نہ تھا۔ ایک سائل ہمارے پاس آیا۔ ہم نے اس کو رد کر دیا۔ وہ اُس جوان کے پاس گیا۔ اس سے سوال کیا۔ اس نے زمین سے کچھ اُٹھایا اور اسے دے دیا۔ سائل نے اسے دعا دی اور لمبی دعا کی۔ جوان وہاں سے اُٹھا اور غائب ہو گیا۔

ہم دونوں سائل کے قریب آئے۔ ہم نے اس سے کہا: تجھے اس جوان نے کیا دیا؟ اس نے ہمیں دکھایا کہ وہ سونے کی دندانہ دار ڈلی تھی جو بیس (۲۰) مثقال وزنی تھی۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا: ہمارا مولا ہمارے پاس تھا اور ہم نے نہ جانا۔ پھر ہم اُن کی تلاش میں چلے اور تمام عرفات میں ڈھونڈا لیکن پتہ نہ چلا۔ پھر ہم نے مکہ اور مدینہ کے تمام لوگوں سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: ایک جوان علوی ہر سال پا پیادہ حج کرتا

اصول کافی، جلد:۱، ص: ۳۳۲۔ ارشاد، ص: ۳۵۰۔ بحار الانوار، جلد:۵۲، ص: ۶۰۔ کشف الغمہ، جلد:۲، ص: ۴۵۰۔ مستجاد، ص: ۵۳۱

ہے۔(اصول کافی، جلد:۱،ص:۳۳۲)

یعقوب بن منقوش

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے ابو طالب مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمر قندی نے بیان کیا۔ ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے، ان سے ان کے والد محمد بن مسعود عیاشی نے، ان سے آدم بن محمد بلخی نے، ان سے علی بن حسن بن ہارون دقاق نے ان سے جعفر بن محمد بن عبداللہ بن قاسم بن ابراہیم بن اشتر نے، ان سے یعقوب بن منقوش نے۔ انہوں نے کہا: میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے دائیں جانب ایک کمرہ تھا۔ جس کے دروازے پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! صاحب امرؑ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: پردہ اُٹھاؤ، میں نے پردہ اُٹھایا تو اندر سے ایک آٹھ یا دس سال کے قریب کا ایک خوبصورت لڑکا نکلا جو روشن پیشانی، سفید رو، ستھری آنکھوں، چھوٹے بھرے بھرے ہاتھ اور مضبوط گھٹنوں والا تھا۔

اس کے دائیں رخسار پر تل اور سر پر لمبے بال تھے۔ پس وہ حضرت ابو محمدؑ کے زانو پر بیٹھ گیا۔

آپؑ نے فرمایا: یہی ہمارے صاحب امرؑ ہیں۔

پھر صاحب امرؑ سے کہا: بیٹا! وقت معلوم تک کے لیے لوٹ جاؤ۔ پس وہ (صاحب امرؑ) کمرے میں تشریف لے گئے۔

پھر آپؑ نے مجھ سے کہا: اے یعقوب! کمرے کے اندر جا کر دیکھو کون ہے؟

میں نے اندر جا کر دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔●

غانم ابوسعید ہندی

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے ابوبکر محمد بن علی بن محمد بن خاتم نوفلی نے، انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے ابوالحسین عبداللہ بن محمد بن جعفر قصبانی بغدادی نے، ان سے محمد بن جعفر فاری المعروف ابن جرموز نے، ان سے محمد بن اسماعیل بن بلال بن میمون نے، ان سے ازہری مسرور بن عاص نے، ان سے مسلم بن فضل نے، انہوں نے کہا کہ میں ابوسعید غانم بن سعید ہندی کے پاس کوفہ گیا اور اس سے اس کا حال دریافت کیا اور ان امور کے بارے میں معلوم کیا جو اس کے ساتھ پیش آئے تھے۔ وہ بولا میں ہند کے ایک شہر میں رہتا تھا۔ جس کا نام کشمیر تھا اور میں ان چالیس افراد میں سے ہوں جو بادشاہ کے مصاحب تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے مطابق ایسے ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، ان سے سعد بن عبداللہ نے، ان سے علان کلینی نے، ان سے علی بن قیس نے، ان سے غانم ابوسعید ہندی نے۔

(ایک اور سند کے مطابق) علان کلینی کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک جماعت نے بیان کیا۔ ان سے محمد بن محمد اشعری نے، ان سے غانم نے بیان کیا: میں ہند کے بادشاہ

کمال الدین، ص: ٤٠٧ ـ اعلام الوریٰ، ص: ٤١٣ ـ بحارالانوار، جلد:٥٢، ص: ٢٥ ـ مدینة المعاجز، ص: ٥٩٦ ـ حلیة الابرار، جلد:٢، ص: ٥٤٥

کے پاس (کشمیر) میں تھا۔ ہم چالیس (۴۰) افراد تھے جو بادشاہ کے اطراف میں کرسیوں پر بیٹھے تھے، ہم تورایت، انجیل اور زبور کے عالم تھے۔ ایک دن ہمارے درمیان حضرت محمدؐ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ ہم نے کہا: ہم نے ان کا ذکر اپنی کتابوں میں پایا ہے۔

اور ـــــ! یہ طے پایا کہ میں ان کی تلاش میں جاؤں اور ان سے دین حق کا احوال پوچھوں۔ پس میں کچھ مال لے کر نکل پڑا۔ راستے میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ میں کسی طرح کابل پہنچا۔ کابل سے بلخ گیا۔

وہاں کا امیر ابن ابوشور تھا۔ میں اس کے پاس گیا تو اس سے اپنا مدعا بیان کیا۔ اس نے فقہاء اور علماء کو جمع کیا تا کہ اسلام کے بارے میں مجھ سے مناظرہ کریں۔ میں نے ان لوگوں سے حضرت محمدؐ کے متعلق دریافت کیا۔

انہوں نے کہا: وہ ہمارے نبیؐ ہیں اور ان کا انتقال ہو گیا ہے۔

میں نے کہا: ان کا خلیفہ کون تھا؟

ان لوگوں نے جواب دیا: ابوبکر۔

میں نے کہا: ان کا نسب بیان کرو۔

انہوں نے اس کا نسب قریش سے ملایا۔

میں نے کہا: پھر وہ شخص (جس کے خلیفہ ابوبکر ہیں) نبیؐ نہیں ہوسکتا، کیونکہ ہم نے اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اس کا خلیفہ اس کا ابن عم ہے۔ جو اس کی بیٹی کا شوہر اور اس کے بچوں کا باپ ہے۔

وہ یہ سن کر اپنے امیر سے بولے کہ یہ شخص شرک سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا ہے۔ اس لیے اس کی گردن ماردی جائے۔

میں نے کہا: میں ایک دین پر عمل پیرا ہوں اور میرا مقصد صرف اپنے علم کا بیان کرنا ہے۔

امیر نے حسین بن اسکیب کو بلوایا اور کہا: اے حسین! اس شخص سے مناظرہ کرو۔ اس نے کہا: اس کو تو علماء اور فقہاء نے گھیرا ہوا ہے۔ میں کیسے اس سے مناظرہ کروں۔ امیر نے کہا: اس سے مناظرہ کرو جیسے میں نے کہا ہے۔ اسے خلوت میں لے جاؤ اور مہربانی سے پیش آؤ۔

پس حسین بن اسکیب مجھ کو علیحدگی میں لے گئے۔ میں نے حضرت محمدؐ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا: جیسے کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ وہ ہمارے نبیؐ ہیں مگر یہ کہ ان کے خلیفہ ان کے ابن عم علی ابن ابی طالبؑ ہیں، جو ان کی بیٹی فاطمہؑ کے شوہر ہیں اور ان کے بچوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے والد ہیں۔

میں نے کہا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔''

وہ مجھ کو امیر کے پاس لے گیا اور میں نے اسلام کا اعلان کیا۔

پس میں حسین بن اسکیب کے ساتھ اس کے گھر آیا۔ اس نے مجھے اسلام کی تعلیمات بیان کیں۔

میں نے کہا: ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ہر خلیفہ کا ایک جانشین ہوتا ہے۔ پھر حضرت علی کا جانشین کون ہے؟

جواب دیا: امام حسنؑ، پھر امام حسینؑ، پھر ایک ایک امام کا نام بیان کیا یہاں تک کہ امام حسن عسکریؑ کے نام پر پہنچے اور کہا: تم اب امام حسن عسکری علیہ السلام کے جانشین کو تلاش کرو، پس میں ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ محمد بن محمد نے کہا: وہ ہمارے ساتھ بغداد تک گیا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اس کا ایک دوست تھا جو اس معاملہ میں اس کا ساتھ دے رہا تھا لیکن اسی دوران میں اس کی بعض عادات و خصلتوں سے تنگ ہوا اور اس سے جدا ہو گیا۔

اس نے کہا: میں امام مہدیؑ کی تلاش میں بغداد آیا۔ میں متفکر حالت میں پل پر چل رہا تھا کہ آپ کو کہاں پاؤں۔ اسی دوران میرے پاس ایک شخص آیا اور مجھ سے کہا کہ اپنے آقا کے پاس چلیں۔ وہ میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ آخرکار اس نے مجھے ایک گھر میں داخل کیا۔ جس میں باغ موجود تھا۔ ناگاہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے آقا تشریف فرما ہیں۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو مجھ سے ہندی میں گفتگو فرمائی، اور مجھے سلام کیا۔ مجھے نام لے کر مخاطب کیا اور ان چالیس آدمیوں کے متعلق فرداً فرداً دریافت کیا۔ پھر فرمایا: تم اس سال قم کے رہنے والوں کے ساتھ حج ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اس سال تم حج ادا نہ کرو خراسان چلے جاؤ۔ آئندہ سال حج ادا کرنا۔

آپ نے میری طرف ایک تھیلی کو پھینک کر فرمایا: اس کو اپنے خرچ میں صرف کرو اور بغداد میں کسی کے گھر میں ٹھہرنا۔ اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کے متعلق کسی کو

آ گاہ نہ کرنا۔

ہم عقبہ سے چلے۔ ہمارا حج پورا نہیں ہوا تھا۔ غانم خراسان چلا گیا اور اُس نے اگلے سال حج کیا۔ پھر ہماری طرف لطف و محبت سے آیا اور قم میں داخل نہیں ہوا، نہ حج کیا اور خراسان گیا۔ وہیں اس کی موت واقع ہوئی۔ اللہ اس پر رحم فرمائے۔

محمد بن شاذان نے کابلی سے روایت کی ہے۔ میں نے اس کو ابوسعید کے پاس دیکھا۔ پس اسے یاد آیا کہ میں دین حق کی تلاش میں نکلا ہوں جو میں نے انجیل میں پایا تھا اور میں کابل سے نکلا تھا۔●

محمد بن شاذان الکابلی

محمد بن شاذان نے مجھ سے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی کہ وہ یہاں پہنچ گیا ہے۔ میں اس کی تلاش میں رہا یہاں تک کہ اس سے میں ملا۔ اس کا حال واحوال پوچھا۔

اس نے کہا: اب بھی وہ تلاش میں ہے۔ وہ مدینہ میں مقیم ہو گیا تھا۔ جس شخص سے بھی اس بات کا تذکرہ کرتا تھا وہ اس کا مذاق اُڑایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ بنی ہاشم کے ایک شیخ سے ملا جس کا نام یحییٰ بن محمد عریضی تھا اس نے کہا: جس شخص کو تم تلاش کرتے ہو وہ صریاء میں موجود ہے۔ ایک چھڑکاؤ کی ہوئی دلیز پر پہنچا اور اپنے آپ کو وہاں گرا دیا۔ تب ایک سیاہ غلام نے مجھے جھڑکا اور کہا: اس جگہ سے اُٹھ جاؤ۔

میں نے کہا: میں اس جگہ سے نہیں اُٹھوں گا۔ غلام گھر میں گیا۔ پھر آیا اور مجھے اندر

● کمال الدین، ص: ۴۳۷۔ بحار الانوار، جلد: ۵۲، ص: ۲۷۔ مدینۃ المعاجز، ص: ۳۹۸۔ حلیۃ الابرار، جلد: ۲، ص: ۵۶۹۔ اصول کافی مع ملحقات: ۱، ص: ۵۱۵۔ منتخب الانوار المضیئہ، ص: ۶۳۔ خرائج، جلد: ۳، ص: ۹۵)۔

چلنے کو کہا۔ میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ میرے آقا گھر کے درمیان تشریف فرما ہیں۔

آپؑ نے مجھے میرے نام کے ساتھ پکارا۔ حالانکہ میرے نام کو میرے اہل کے سوا جو کابل میں تھے اور کوئی شخص نہیں جانتا تھا۔ پھر آپ نے مجھے چند چیزوں کے متعلق آگاہ فرمایا۔

میں نے عرض کیا: میرا نفقہ ضائع ہو گیا ہے تو مجھے عطا فرمایئے۔

آپ نے فرمایا: وہ تمہارے جھوٹ کی وجہ سے ضائع ہوا ہے۔

پھر آپؑ نے میرا نفقہ مجھے عطا کیا تو جو کچھ میرے پاس پہلے سے تھا وہ ختم ہو گیا لیکن ان کا دیا میرے پاس باقی رہا۔ پھر میں آپؑ کے پاس سے واپس چلا آیا۔ جب میں دوسرے سال واپس گیا تو میں نے اس گھر میں کسی کو نہیں پایا۔●

محمد بن عثمان عمری

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، ان سے بیان کیا عبداللہ بن عبداللہ حمیری نے۔ انھوں نے کہا: میں نے محمد بن عثمان عمری سے پوچھا: کیا تم نے صاحب الامرؑ کو دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے انھیں بیت اللہ کے پاس دیکھا ہے اور وہ فرما رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَنجِزلِی مَا وَعَدتَنِی

''اے اللہ! اس وعدے کو پورا کر جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔'' ●

● کمال الدین، ص: ٦٦٠۔ حلیۃ الابرار، جلد:٢، ص: ٥٦٩۔ بحار الانوار، جلد:٥٢، ص:٢٩

● کمال الدین، ص: ٤٤٠۔ بحار الانوار، جلد:٥٢، ص:٣٠۔ غیبت طوسی، ص: ١٥١۔ وسائل، جلد:٩، ص: ٣٦٠۔ (نوٹ: بقیہ اگلے صفحہ پر)

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، ان سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے، ان سے بیان کیا محمد بن عثمان عمری نے، آپ نے فرمایا: میں نے یہ ارشاد سنا کہ خدا کی قسم صاحب الامرؑ ہر سال حج کے موقع پر تشریف لاتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ لوگ بھی انھیں دیکھتے ہیں مگر پہچانتے نہیں ہیں۔●

ظریف ابونصر

ابراہیم بن محمد علوی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: بیان کیا مجھ سے ظریف ابو نصر نے کہ میں امام زمانہؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے سرخ صندل مجھے دی اور فرمایا: کیا تم مجھے جانتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: میں کون ہوں؟

میں نے کہا: آپؑ میرے سردار اور میرے سردار کے فرزند ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ کا)

فقیہ، جلد:۲، ص: ۵۲۰۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص: ۴۴۲۔ حلیة الابرار، جلد:۲، ص: ۶۰۷۔ غیبت طوسی، ص: ۱۵۱۔ وسائل، جلد:۹، ص: ۳۶۰۔ فقیہ، جلد:۲، ص: ۵۲۰۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص: ۴۵۲۔ حلیة الابرار، جلد:۲، ص: ۶۰۷

● کمال الدین، ص: ۴۴۰۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص: ۳۰۔ غیبت طوسی، ص: ۱۵۱۔ وسائل، جلد:۹، ص: ۳۶۰۔ فقیہ، جلد:۲، ص: ۵۲۰۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص: ۴۵۲۔ حلیة الابرار، جلد:۲، ص: ۶۰۷

میں نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں آپؑ بیان فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا: میں خاتم الاوصیاءؑ ہوں۔

میرے ذریعے سے میرے اہل اور میرے شیعوں پر سے مصیبتیں دور ہوں گی۔●

عبداللہ سوری

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندی نے، ان سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسعود نے، ان سے بیان کیا ان کے والد نے، ان سے بیان کیا جعفر بن معروف نے انھوں نے کہا کہ ابوعبداللہ بلخی نے مجھے لکھ کر بھیجا ہے کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ سوری نے۔ انھوں نے کہا کہ میں بنو عامر کے باغ میں گیا تو دیکھا کہ لڑکے حوض میں کھیل رہے ہیں۔

اور ایک نوجوان مصلیٰ پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟

تو لڑکوں نے جواب دیا: کہ یہ ''م ح م دؑ'' ابن حسنؑ ہیں۔ آپؑ کی صورت آپ کے والد سے مشابہ تھی۔●

● کمال الدین، ص: ٤٤١۔ بحار الانوار، جلد: ٥٢، ص: ٣٠۔ غیبت طوسی، ص: ١٤٨۔ دعوات روانمدی، ص: ٢٠٧۔ خرائج، جلد: ١، ص: ٤٥٨۔ حلیۃ الابرار، جلد: ٢، ص: ٥٤٤۔ ینابیع المودۃ، ص: ٤٦٣۔ ہدایۃ الحضینی، ص: ٨٧۔ مدینہ المعاجز، ص: ٦١١۔ اثبات الھداۃ، جلد: ٣، ص: ٥٠٧۔ اثبات الوصیۃ، ص: ٢٢١

● کمال الدین، ص: ٤٤١۔ بحار الانوار، جلد: ٥٢، ص: ٤٠۔ حلیۃ الابرار، جلد: ٢، ص: ٥٨١۔

عمری

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن نے، ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے، انہوں نے کہا: میں احمد بن اسحاق کے ساتھ عمری کے پاس تھا۔

میں نے عمری سے کہا: میں تم سے ایک سوال پوچھتا ہوں جیسا کہ اللہ نے ابراہیمؑ کے قصے میں کہا:

اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ

''کیا تو نے یقین نہیں کیا؟ کہا: کیوں نہیں، لیکن چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے۔'' (سورہ:۲، بقرہ، آیت:۲۶۰)

یہ فرمایئے: کیا آپ نے میرے آقا امامِ زمانہؑ کو دیکھا ہے؟

انھوں نے کہا: ہاں۔ ان کی گردن ایسی تھی۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے پوچھا: اُن کیا نام ہے؟

کہا: تم ایسے شخص کے متعلق گفتگو کر رہے ہو جس کے متعلق لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ پیدا ہی نہیں ہوئے۔ (کمال الدین، ص:۴۴۱۔ بحار الانوار، جلد:۵۱، ص:۳۳)

جعفر کذاب

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا مظفر بن جعفر بن مظفر علوی عمری نے، ان سے جعفر بن مسعود نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے جعفر

معروف نے، ان سے ابو عبداللہ بلخی نے، ان سے محمد بن صالح بن علی بن محمد بن قنبر الکبیر نے جو حضرت امام رضاؑ کے غلام تھے۔

بیان کیا: امام حسن عسکریؑ کے انتقال کے بعد جب جعفر کذاب نے میراث میں جھگڑا کیا تو حضرت صاحب الزمانؑ جعفر کذاب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے جعفر! آپ کو کیا ہو گیا ہے، جو آپ میرے حقوق میں دخل اندازی کرتے ہیں۔

جعفر حیران و ششدر رہ گیا اور آپؑ غائب ہو گئے۔ جعفر نے اس کے بعد آپ کو لوگوں میں تلاش کیا لیکن پھر نہ دیکھا۔

جب حضرت امام حسن عسکریؑ کی والدہ کا انتقال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق ان کو گھر میں دفن کیا جانے لگا تو اس نے اس بات پر جھگڑا کیا اور کہا کہ یہ میرا گھر ہے۔

صاحب الزمانؑ تشریف لائے اور فرمایا: اے جعفر! کیا یہ آپ کا گھر ہے؟ اور پھر آپؑ غائب ہو گئے اور پھر آپ کو نہیں دیکھا گیا۔●

ایک جماعت جنھوں نے امام زمانہؑ کو دیکھا

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن محمد خزاعی نے، ان سے ابو علی اسدی نے، ان سے ان کے والد نے کہ محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان افراد کے نام بتائے جنھوں نے امام قائم علیہ السلام کی زیارت کی۔ ان میں وہ افراد جو آپؑ کے وکیل تھے جنھوں نے امام عصرؑ کے معجزات دیکھے تھے وہ یہ ہیں۔

● کمال الدین، ص: ٤٤٢۔ بحار الانوار، جلد: ٥٢، ص: ٤٢۔ حلیۃ الابرار، جلد: ٢، ص: ٥٤٥

بغداد میں رہنے والوں میں عمری اور ان کے صاحبزادے حاجز، بلالی اور عطار اہلِ کوفہ میں عاصمی، اہلِ اہواز میں محمد بن ابراہیم بن مہزیاد، اہلِ قم میں احمد بن اسحاق، اہلِ ہمدان میں محمد بن صالح، اہلِ رے میں بسامی اور اسدی یعنی نفسہ، اہلِ آذربیجان میں قاسم بن علاء، اہل نیشاپور میں محمد بن شاذان۔

غیر وکلاء میں جو افراد ہیں وہ یہ ہیں:

بغداد سے ابوالقاسم بن ابوحلیس، ابوعبداللہ کندی، ابوعبداللہ جنیدی، ہارون قزاد، نیلی، ابوالقاسم بن دبیس، ابوعبداللہ بن فروخ، امام حسن عسکریؑ کا غلام مسرور طباخ، احمد بن حسن، محمد بن حسن اسحاق کاتب بنی نوبخت سے اور صاحب النواء، صاحب الصرة مختومہ اور ہمدان سے محمد بن کشمرد، جعفر بن حمدان، محمد بن ہارون بن عمران، دلنور سے حسن بن ہارون، احمد بن اخیہ اور ابوالحسن، اصفہان سے ابن بادشالہ، صمیرہ سے زیدان، قم سے حسن بن نضر، محمد بن محمد، علی بن محمد بن اسحاق اور ان کے والد اور حسن بن یعقوب، اہل رے سے قاسم بن موسیٰ اور ان کا بیٹا، ابومحمد بن ہارون، صاحب الحصاۃ، علی بن محمد، محمد بن محمد کلینی، ابوجعفر رفاء، قزوین سے مرداس اور علی بن احمد، قابس سے دو افراد، شہرزور سے ابن الخال فارس سے مجروح، مرو سے صاحب الانف دینار، صاحب المال، رقعہ بیضاء اور ابوثابت، نیشاپور سے محمد بن شعیب ابن صالح، یمن سے فضل بن یزید، ان کا بیٹا، حسن جعفری، ابن اعجمی اور شمشاطی، مصر سے صاحب المولودین صاحب المال بمکہ اور ابورجاء، نصیبین سے ابومحمد بن الوجناء اور اہواز سے حصینی۔ (کمال الدین، ص: ۴۴۲۔ بحارالانوار، جلد: ۵۲، ص: ۳۰)

ابومحمد حسن بن وجناء نصیبی

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے، ان سے علی بن احمد کوفی المعروف بابی القاسم خدیجی نے، ان سے سلیمان بن ابراہیم رقی نے، ان سے ابومحمد حسن بن وجناء نصیبی نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے ۵۴ ویں حج کے موقعہ پر ایک تہائی رات گذر جانے کے بعد میزاب کے نیچے سجدہ کر رہا تھا۔ میں دعا میں گریہ وزاری کر رہا تھا کہ ناگاہ مجھے ایک کنیز نے حرکت دی اور کہا: اے حسن بن وجنا! اُٹھو، کنیز زرد اور نحیف البدن تھی اور چالیس سال سے اوپر نہیں تھی۔ میں اس کے ساتھ خاموشی سے چلتا رہا، یہاں تک کہ وہ مجھے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مکان تک لے آئی۔ اس میں ایک گھر تھا۔ جس کا دروازہ دیوار کے درمیان میں تھا۔ وہاں ایک لکڑی کا زینہ تھا۔ کنیز کھڑی ہوگئی اور مجھے ایک آواز آئی: اے حسن! اُوپر آؤ، میں اُوپر گیا اور دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ مجھ سے حضرت صاحب الزمانؑ نے فرمایا: اے حسن! کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے تمہارا پتہ نہ تھا؟ خدا کی قسم! جو حج بھی تم نے ادا کیا ہے میں تمہارے ساتھ ہوتا تھا پھر آپ نے ایک ایک کر کے میرے معمولات مجھے بتائے۔

میں نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال لی اور میں نے ایک ہاتھ کا احساس کیا جو مجھ سے مَس ہوا تو میں کھڑا ہو گیا۔

فرمایا: اے حسن! تم امام جعفر بن امام محمدؑ کے گھر قیام کرو اور اپنے کھانے پینے اور ستر پوشی کی فکر نہ کرو۔ پھر آپ نے مجھے ایک کتاب دی۔ جس میں دعائے فرج اور

آپؑ پر درود لکھا تھا۔

فرمایا: دعا پڑھو اور مجھ پر اس طرح درود بھیجا کرو۔ میرے خالص دوستوں کے سوا اس دعا کو کسی اور سے نہ بتانا۔ اللہ تمہیں توفیق دے گا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! کیا اس کے بعد آپ سے ملاقات ہو سکتی ہے؟

فرمایا: اے حسین! جب اللہ چاہے گا۔

میں حضرت حجتؑ سے رخصت ہوا، اور حضرت امام جعفرؑ ابن امام محمدؑ کے مکان میں قیام کیا۔ میں جب بھی اس گھر سے نکلتا تھا تو صرف تین وجوہات یعنی تجدید وضو کرنے، آرام کرنے یا افطار کرنے کے لیے واپس آتا تھا۔ جب افطار کے وقت اپنے گھر میں داخل ہوتا تو مجھے ایک چوتھائی پانی سے بھرا ہوا گلاس اور اس کے اوپر روٹیاں اور وہ چیز جس کی خواہش مجھے دن میں ہوئی تھی ملتی۔

میں اسے کھاتا اور وہ میرے لیے کافی ہوتی تھی اور موسم سرما میں سردی کا لباس اور موسم گرما میں گرمی کا لباس بھی ملتا۔ میں دن میں (نہانے کے لیے) پانی میں داخل ہو جاتا تھا اور پانی گھر میں بھی چھڑک دیتا تھا۔

خالی کوزہ لیتا تھا اور اس میں کھانا بھر لیتا تھا اور جو میری ضرورت سے زائد ہوتا تھا اسے رات میں تصدق کر دیتا تھا تا کہ جو میرے ساتھ تھے ان کو معلوم نہ ہو۔●

● کمال الدین، ص: ۴۴۳۔ بحار الانوار جلد: ۵۲، ص: ۳۱۔ اثبات الھداۃ، جلد: ۳، ص: ۶۷۰۔ منتخب الاثر، ص: ۳۶۱

ازدی

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے، ان سے ابوالقاسم علی بن احمد خدیجی کوفی نے ان سے ازدی نے بیان کیا:

میں طواف کعبہ میں مصروف تھا۔ چھ طواف کر چکا تھا ساتویں کا ارادہ کیا تھا کہ میں نے دیکھا کعبہ کے دائیں جانب ایک خوبصورت نوجوان موجود ہے جن کے پاس سے خوشبو آ رہی ہے اور لوگ انھیں گھیرے ہوئے ہیں، تا کہ ان سے گفتگو کریں۔

میں نے ان کے کلام سے زیادہ بہتر، ان کے نطق کے مقابلے میں شیریں تر اور ان سے بہتر نشست و برخاست رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ میں بھی اسی جانب گیا تا کہ ان سے بات کرسکوں، مگر مجمع نے مجھے پیچھے دھکیل دیا۔

میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا: یہ فرزندِ رسولؐ ہیں، جو ہر سال ایک دن اپنے خواص سے ملنے کے لیے تشریف لاتے ہیں تا کہ ان سے کلام کریں۔

میں نے آواز دی: اے میرے سردار! میں بھی آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں تا کہ آپ میری ہدایت فرمائیں۔

یہ سن کر اس نوجوان نے میری جانب چند کنکریاں پھینکیں جنھیں میں نے چن لیا۔

لوگوں نے پوچھا: اس نوجوان نے تمہاری طرف کیا پھینکا؟

میں نے کہا: کنکریاں۔ یہ کہہ کر میں نے مٹھی کھولی، دیکھا تو وہ سونے کے ڈلے تھے۔

پس میں ان کے پیچھے پیچھے چل دیا یہاں تک کہ ان سے ملحق ہو گیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اب تو تجھ پر میری حجت ثابت ہو گئی، حق ظاہر ہو گیا اور تجھے بصیرت مل گئی۔

تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟

میں نے کہا: نہیں۔

فرمایا: میں ہی دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دوں گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔ زمین حجتِ خدا سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ یہ امانت ہے اس کے متعلق اپنے ان بھائیوں کو آگاہ کرنا جو حق پر قائم ہیں۔●

ابراہیم بن مہزیار

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے، انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے، ان سے ابراہیم بن مہزیار نے، انھوں نے کہا کہ میں مدینہ میں اس غرض سے وارد ہوا تا کہ احادیث ابومحمد الحسنؑ بن علیؑ کی تفتیش کروں مگر کہیں سراغ نہ ملا۔ مجبور ہو کر مکہ معظمہ آ گیا۔

ایک دن دورانِ طوافِ کعبہ ایک گندمی رنگت، حیران کن حسن بہترین خیالات

● کمال الدین، ص: ٤٤٤۔ بحارالانوار، جلد:٥٢۔ ص:١۔ غیبت طوسی، ص: ١٥٢۔ اثبات الهداة، جلد:٣، ص: ٦٧٠۔ اعلام الوری، ص: ٤٢١۔ حلیة الابرار، جلد:٢، ص: ٥٧٣۔ ینابیع المودة، ص: ٤٦٤

رکھنے والے اور صاحب فراست جوان کو دیکھا، میں ان کی طرف اس غرض سے چلا کہ اپنی حاجت ان سے بیان کروں، اپنے موجودہ امور میں ان سے مشاورت حاصل کروں۔ اس غرض سے جب میں ان کے قریب پہنچا تو میں نے سلام کیا تو انھوں نے خندہ پیشانی اور حسنِ اخلاق سے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں نے کہا: عراق کا رہنے والا ہوں۔

پھر انہوں نے پوچھا: عراق کے کس شہر میں رہتے ہو؟

میں نے کہا: شہر اہواز کا رہنے والا ہوں۔ یہ سن کر انھوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مرحبا کہا اور بولے خدا میرے لیے تمہاری ملاقات کو مبارک کرے۔ تم اہواز میں جعفر بن حمدان حسینی کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: ہاں!

میں انھیں خوب جانتا ہوں۔ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ شب و روز عبادت میں گزارتے اور پرہیزگاری میں بسر کرتے تھے۔ انھی محاسن اعمال کے صلے میں خدا نے ان کو ثواب جمیل اور اجر جزیل عطا فرمایا۔ اتنا کہہ کر انھوں نے پھر پوچھا ابراہیم بن مہزیار کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: وہ تو میں ہی ہوں۔

یہ سن کر انہوں نے مجھ سے معانقہ کیا اور کہا: مرحبا اے ابو اسحاق! وہ علامت کہاں ہے؟ جس کے ذریعے تمہارے اور ابو محمدؑ کے ساتھ پیوستگی قائم ہوئی۔

میں نے کہا: شاید آپ اس انگوٹھی کی بات کر رہے ہیں جس کے ذریعے اللہ نے حضرت ابومحمد امام حسن عسکری بن علیؑ کے ہاتھوں فضیلت عطا فرمائی۔

انہوں نے کہا: میں اس کے سوا کچھ اور نہیں چاہتا۔

چنانچہ میں نے اسے نکالا۔ اس جوان صالح نے نہایت شوق سے اس کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور نہایت عظمت و اکرام سے اس کو آنکھوں سے لگایا اور بوسے لیے پھر جو کچھ اس انگوٹھی کے حلقے پر تحریر تھا اس کو پڑھا۔ اس میں اسمائے مقدس ''یا اللہ، یا محمدؐ، یا علیؑ'' منقوش تھے۔

اس کے بعد انھوں نے کہا: میری جان ان حضرات پر فدا ہو، میں نے مسائل آپ کی خدمت میں عرض کیے اور ان کا خاطر خواہ جواب پایا اور مختلف احادیث کے فنون کے بارے میں گفتگو کی یہاں تک کہ مجھ سے فرمایا: اے ابو اسحاق! اپنے اس مقصد عظیم سے جس کی تقدیم و تکمیل کا قصد تم بعد فراغت حج اپنے دل میں رکھتے ہو مجھ سے بیان کرو۔

میں نے کہا: میں اپنا کوئی مطلب آپ سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔

انھوں نے جواب دیا: مناسب تو ایسا ہی ہے اب اس وقت تم کو جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو ان شاء اللہ میں تمہارے تمام مطالب و مقاصد کی تفصیل و تشریح تم سے من و عن بیان کر دوں گا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ امام حسن عسکریؑ کی اولاد کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: خدا کی قسم! آپ کے دو صاحب زادے ہیں: ایک محمدؑ

اور ایک موسیٰ ، میں ان دونوں بزرگوں کی پیشانی انوار ہدایت کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ میں انھی کا بھیجا ہوا ہوں۔تم کو بلایا ہے اگر تم ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہو اور اس سے فیض حاصل کرنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ طائف چلے چلو لیکن اپنے رفقاء میں سے کسی کو بھی اس کی مطلق خبر نہ کرو۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں طائف کے لیے اس جوان کے ہمراہ ہولیا۔ ہم ریگستان کے لق و دق میدان سے گزرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں صحرا کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر میں نے ایک بہت بڑا عظیم الشان بالوں کا خیمہ ایک بلند زمین پر لگا ہوا دیکھا جس کی وجہ سے ویران میدان کے چاروں طرف کا حصہ شاداب وآباد معلوم ہوتا تھا۔ جب ہم یہاں پہنچے تو میرا ہمراہی جوان صالح مجھ سے جدا ہو کر اس خیمہ کے اندر چلا گیا اور وہاں میری حاضری کی اطلاع کی۔

ان دونوں بزرگوں میں سے وہ حضرت جو عمر میں بڑے تھے باہر نکلے آنجناب ''م ح م د'' امام ابن حسن عسکری تھے نہایت پاکیزہ صورت اور جوان، جسم اطہر کا رنگ بالکل صاف، پیشانی چوڑی، آلبروہائے مبارک ایک دوسرے سے باہم ملے ہوئے، رخسار نرم اور بینی مقدس اونچی تھی، سیدھے تل تارے کی طرح روشن تھا اور وہ عالم دکھا تھا جیسے آئینہ پر مشک کا ریزہ، فرق اقدس پر تین گیسو کانوں کی لو تک لٹکے ہوئے تھے۔ ایسی علامات میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، ایسے حسن وطمانیت اور حیاء سے میں واقف نہ تھا۔ میں دوڑتا ہوا ان کے قریب پہنچا تو بے ساختہ ان کے قدموں پر گر پڑا اور ان کے پائے مبارک کو چومنے لگا۔

انہوں نے ارشاد فرمایا: اے ابو اسحاق! تمہیں مبارک ہو کہ میں تمہاری ملاقات کے لیے کافی عرصہ سے کوشاں تھا۔ گو کہ تمہارا گھر اور زیارت گاہ کافی دور تھی لیکن تمہاری صورت میرے تصورات میں تھی گویا کوئی لمحہ بھی بہترین گفتگو اور ملاقات کے خیال سے خالی نہیں رہا۔

میں اپنے رب کا شکر اور سپاس ادا کرتا ہوں جو صاحب حمد ہے اور (شکر) اس پر کہ اس نے مجھے ملاقاتوں اور جھگڑوں سے محفوظ رکھا اور گزرے ہوئے اور آنے والے حالات میں سر بلند رہنے کا موقع فراہم کیا۔

اتنی تقریر کے بعد پھر آپ نے اہواز کے دیگر مومنین کے بارے میں پوچھا تو میں نے عرض کیا: مولاؑ! جس وقت حضرت امام حسن عسکریؑ نے انتقال فرمایا تو میں نے آپؑ کی تلاش میں اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور اس وقت سے لے کر اب تک برابر آپؑ کی جستجو میں حیران، پریشان و سرگردان پھر رہا ہوں۔ اس وجہ سے میں ان حضرات کی کچھ خبر نہیں رکھتا مگر اب الحمدللہ خدا نے مجھ کو میرے مقصد تک پہنچا دیا۔

اس کے بعد آپ مجھے ایک الگ جگہ خلوت میں لے گئے اور مجھ کو اطمینان سے بٹھایا اور ارشاد فرمایا: حقیقت حال یہ ہے کہ میرے والد بزرگوار نے مجھے وصیت فرمائی اور مجھ سے ان امور کی نسبت عہد و پیمان لیا ہے کہ میں دنیا میں کسی ایک مقام کو اپنا وطن اور اپنا مسکن نہ بناؤں اور دور دراز اور پوشیدہ مقامات میں سکونت اختیار کروں تا کہ گمراہوں اور رد کیے ہوئے افراد کے مکر و فریب سے جو گمراہ امتوں میں ہوئے ہیں خود کو محفوظ رکھوں۔

پس مجھے زمین کے بلند مقامات کی طرف بھیجا گیا۔ میں نے زمین کے ان حصوں کو کہ جن میں کاشت نہیں ہوتی اپنے لیے ضروری سمجھا۔ مجھے وہ غایت دکھائی گئی کہ جس سے اُمور حل ہو جاتے ہیں اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔

نیز آپ نے مجھے حکمتوں کے خزانوں اور علوم کے باریک نکات سے واقف کیا کہ جن سے میں واقف نہ تھا یا مختصر طور پر واقف تھا۔ میرے والد نے اَسرار غیب و حکمت کے خزانوں میں سے مجھے عطا کیا ہے، اے ابواسحاق! اگر ان میں سے کوئی جز یا کوئی حصہ میں تم کو بتلا دوں تو پھر تم کو دنیا میں کسی دوسرے سے کسی شے کے پوچھنے یا سیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

میرے والد نے فرمایا: خدا نے کسی وقت میں، کسی زمانے میں اور کسی حالت میں دنیا کے کسی حصہ کو ایسا نہیں چھوڑا ہے کہ جس میں اپنی حجت کو باقی نہ چھوڑا ہو، جو امور دینی اور دنیاوی میں ان کا حامی اور معین ہو، دنیا و آخرت میں ان کا ہادی اور پیشوا ثابت ہو۔ اس وجہ سے میں تمہیں بتلائے دیتا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ میرے بعد اے میرے فرزند! تم مقدس لوگوں میں ضرور ہو جو منجانب اللہ حق کو حق کرنے اور باطل کو باطل کرنے کے لیے دنیا میں آج کے بعد دیگرے بھیجے گئے ہیں۔ یہی مقدس سلسلہ حق کو حق کرتا ہے اور اصحاب ناحق شناسی کو مٹاتا ہے۔ آتش کفر و الحاد کو بجھاتا ہے۔

تم پر لازم ہے کہ تم مصائب زمانہ سے بچنے کے لیے ہمیشہ دور دراز پوشیدہ سے پوشیدہ مقامات میں اپنی سکونت اختیار کرو کیونکہ ہر زمانے میں ہر ولی خدا کا ایک دشمن بھی ضرور پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ اس ولی خدا کی مخالفت میں ہمیشہ اس کے ساتھ

مخاصمت پر کمر بستہ رہا کرتا ہے اور اس کی مخالفت کی یہ وجہ ہوئی ہے کہ وہ دشمن، خدا کے ساتھ جہاد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

پس تم کو تمہارے دشمنوں کی کثرت خائف نہ کر دے اور یہ بھی یقین کر لو کہ اہل خلوص وعقیدت کے قلوب تمہارے دیدار کے ایسے مشتاق ہیں جیسے طائر اپنے آشیانہ کے شائق ہوتے ہیں اور خالص الاعتقاد اور کامل الخلوص وہی حضرات ہیں جو دنیا میں ظاہری طور پر نہایت معمولی اور گئی گذری حالتوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

مگر ـــــــــ

خدا کی بارگاہ میں ان کے بڑے بڑے اعتبار واقتدار ہیں اور اپنے خالق کی نگاہ میں ضرور عزیز تر ہیں۔ گو وہ خلائق کی آنکھوں میں کیسے ہی ذلیل وحقیر اور پریشان حال ومحتاج سمجھے جاتے ہوں۔ وہ اہل قناعت ہیں جو گناہوں سے باز رہتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جو دینِ الٰہی کو مستنبط کرتے ہیں، وہ دشمنانِ دین کے ساتھ جہاد پر آمادہ اور تیار رہتے ہیں۔ خدا نے ان کو صبر وتحمل کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ خدا نے ان کو صبر وتحمل کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اور وہ ہمیشہ دنیا میں انہی صفات کے ساتھ رہیں گے۔ جب تک کہ خدا ان کو بہشت کے دائمی قیام پر مشرف اور معزز نہ فرمائے۔ ان کی طبیعتوں میں صبر کی مخصوص صفات اس لیے پیدا کی گئی ہیں کہ وہ ظلم وایذاء کے وقوع کے وقت اپنے صبر کے جوہر دکھلائیں اور دنیا کے تمام مصائب کو نہایت خاموشی کے ساتھ برداشت کر جائیں تاکہ ان تمام مراحل کو طے فرما کر درجاتِ عقبیٰ پر فائز ہوں۔

پس علم سے فائدہ اُٹھاؤ۔

اے فرزند! بلا و مصیبت اور ذلت و حقارت کے تمام تاریک امور کو صبر کے انوار سے منور کرو تا کہ اللہ وہ بلا و مصیبت تم سے اُٹھا لے اور یہ بھی یقین کر لو کہ جتنے مصائب اور بلائیں تم پر گزری ہیں وہ سب حقیقت میں تمہاری عزت و وقعت کا باعث ہیں اس لیے کہ تم تمام دنیا میں نیک بخت اور سعادت مند مشہور ہو اور اسی وجہ سے تمام مقامات پر تمہاری توصیف و تعریف بیان کی جاتی ہے۔

اے فرزند! گویا میں دیکھ رہا ہوں وہ زمانہ آ گیا ہے کہ تم تائید ربانی سے موید کیے گئے ہو، اس وجہ سے تم اپنے دشمنوں پر فتح و ظفر اور عزت و غلبہ پا گئے ہو۔

اور ــــــ!

گویا زرد اور سفید علم حطیم اور زمزم کے درمیان تمہارے چاروں طرف دیکھ رہا ہوں اور (تمہارے شیعہ) تمہاری الفت و محبت میں نہایت صفائی اور رسوخ سے کام لیتے ہیں۔ تمہارے پاس مثل موتیوں کے جمع ہوتے ہیں۔ اپنی پناہ اور حفاظت کے لیے تمہارے گھر کی طرف اس طرح اپنی آنکھیں اُٹھاتے ہیں جیسے حجر اسود کی طرف ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔ خداوند عالم نے جن کے قلوب کو خالص محبت اور مبارک طینت کے ساتھ پیدا کیا ہے ان کو خباثت اور نفاق کی تمام غلیظ اور آلودہ اشیاء سے پاک و صاف پیدا کیا ہے۔ وہ طریقہ دین الٰہی اور اس کے اوامر و نواہی کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ ان کے قلوب فتنہ و فساد اور ظلم و تعدی وغیرہ سے دور رہتے ہیں۔

اور ــــــ!

بوجہ قبولیت بارگاہِ الٰہی کے ان کے چہرے ہمیشہ منور اور روشن رہتے ہیں۔ ان

کے جسم فضل کے باعث مضبوط اور تر وتازہ رہتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو دین حق پر ایمان لاتے ہیں۔ یہی لوگ غایت اشتیاق سے ایک دوسرے پر گر کر تمہاری بیعت اختیار کریں گے۔ خدا نے ان کے جسموں کو قوی اور ان کی ؑ بن کو ویل بنایا ہے۔ وہ ایک درخت سایہ دار کے نیچے جس کی شاخیں بہت گھنی ہوتی ہیں۔ اس مقام خاص میں جو بحیرہ طبریہ کے اطراف میں واقع ہے تم سے بیعت کریں گے اور ان بزرگواروں کے اجماع کی وجہ سے اہل بدعت اور اہل ضلالت کے قوم وقبیلہ کے لوگ متفرق اور پراگندہ ہو جائیں گے۔ اسی زمانے میں حقیقت کی صبح روشن ہوگی اور شام جہالت وضلالت کی تاریکی زائل ہو جائے گی اور ان مسلمانوں سے خداوند عالم فتنہ وفساد کو دنیا سے اُٹھا لے گا۔

دین وایمان کے طریقوں کو محو ہو جانے کے بعد پھر حالت اوّل پر لے آئے گا اور یہ تمام اُمور تمہارے باعث ہوں گے۔

انسان اس زمانے میں امراضِ روحانی میں مبتلا ہوں گے، مگر تمہارے رفقاء اور اعوان کو ان امراض کا کوئی اثر نہیں پہنچے گا اور تمہاری عام قبولیت کا اس وقت یہ عالم ہوگا کہ ایک بچہ تک جو اپنے گھوارے میں ہوگا وہ بھی تم سے بیعت کرنے کے لیے گھوارے سے حاضر ہونے کی آرزو کرے گا۔ مگر وہ جو صراط مستقیم سے الگ اور جانوروں کی طرح عالم وحشت میں گرفتار ہوگا وہ البتہ تمہاری طرف مائل نہ ہوگا۔

باقی تمام دنیا تمہاری خدمت سے تحصیل سعادت کر کے اپنی زندگی چین سے بسر کرے گی۔ تمہاری وجہ سے عزت کی شاخیں تر وتازہ ہوں گی۔ عزت ووقعت کی عمارت اپنے مقام پر قیام وقرار کرے گی۔ احکام شرعیہ اور نصاب دینیہ کے گم شدہ اوراق

تمہاری وجہ سے پھر اپنے مقام پر دستیاب ہوں گے۔

ابر فتح و نصرت تمہارے لیے برسائے جائیں گے۔ اس وقت تم اپنے دشمنوں کے گلے گھونٹ ڈالو گے اور اپنے رفقاء اور اصحاب کی امداد و اعانت کرو گے۔ پس اس زمانے میں تمام روئے زمین پر کوئی ایسا ستمگر نہیں رہے گا جو اجر حق سے عدول کرنے والا ثابت ہوتا ہو اور نہ کوئی ایسا منکر پایا جائے گا جو احکام حقہ کو ذلیل و حقیر جانتا ہو۔ نہ تمہارا کوئی دشمن رہے گا نہ تمہارا کوئی ایسا مخالف موجود ہوگا جو تمہارے امور سے اعراض و اغماض کرے۔ پس جو بندہ اللہ پر توکل اختیار کرے تو خدا اس کی مدد کرتا ہے کیونکہ خدا جس کام کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کی قدرت سے پورا اور مکمل ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا: اے ابو اسحاق! یہ جگہ اور یہ محفل تم پوشیدہ رکھنا سوائے ان کے جو اہل تصدیق ہوں اور تمہارے سچے دینی بھائی ہوں پس جب تمہارے لیے ظہور و غلبہ کے امور ظاہر ہونے لگیں تو تم ہم تک پہنچنے کے لیے اپنے بھائیوں سے پیچھے نہ رہنا۔ نور یقین اور دین کے چراغوں کی روشنی حاصل کرنے کے لیے جلدی کرنا تاکہ تم ہدایت کو پا لو۔ ان شاء اللہ!

ابراہیم بن مہزیار نے کہا: میں آنجناب کے پاس ٹھہرا رہا یہاں تک کہ ان کے ذریعہ وہ کچھ حاصل کر لیا جو آگاہی کی وضاحتوں اور احکام کی روشن دلیلوں کے لیے ضروری ہے۔

نیز دلوں کی سرسبزی اور تازگی کو ان لطیف حکمتوں اور فضیلتوں سے سیراب کیا جو اللہ نے ان کی طبیعت میں ودیعت کی ہیں۔ تب اہواز میں جن لوگوں کو میں نے پیچھے

چھوڑ دیا تھا ان کو ملاقات کی مہک اُٹھی۔ پس میں نے آپ سے واپس جانے کی اجازت چاہی۔

نیز میں نے اس عظیم وحشت سے آنجناب کو مطلع کیا جو آپ کی فراقت اور جدائی اور اپنے گھر سے سفر کرنے کے دوران واقع ہوئی تھی۔

پس آنجناب نے مجھے اجازت دی جو مجھ کو ایک صالح دعا سے نوازا جو اللہ کے نزدیک ایک بہت بڑا خزانہ ہے اور میری اولاد اور عزیزوں کے کام آئے گی ان شاء اللہ!

میرے پاس مال موجود تھا جو پچاس ہزار درہم سے زیادہ تھا جو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

میں نے عرض کیا: اسے قبول فرمایئے۔

آپ مسکرا دیئے اور فرمایا: اے ابو اسحاق! اس سے اپنے واپس جانے میں مدد حاصل کرو۔ اس بات کا غم نہ کرو کہ ہم نے اس کو قبول کرنے سے اعراض کیا۔ اللہ تمہارے مال میں کثرت دے جو تمہارے پاس ہے۔ اس کو ہمیشہ برقرار رکھے۔ نیکوکاروں کا بہترین ثواب تمہارے لیے تحریر کرے اور اطاعت گزاروں کے بہترین آثار تمہیں عطا کرے۔ بے شک فضل اس کا ہے اور اس سے ہے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ انتہائی آسانی کے ساتھ اور سلامتی کے ساتھ تمہیں اپنے اصحاب تک واپس پہنچائے اور تم آرام دہ واپسی کے ساتھ رشک کا سبب ہو اور اللہ تمہارا راستہ دشوار نہ کرے اور تمہارا راہ دکھانے والا تمہیں کسی پریشانی میں نہ ڈالے۔ میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں تم اس کے احسان اور مہربانی سے ضائع نہ ہو گے۔

اے ابو اسحاق! ہم نے اس کے عظیم احسانات اور شکر کے فوائد کی وجہ سے قناعت اختیار کی ہے اور ہم نے اپنے نفوس کی حفاظت کی ہے۔ اولیاء کی معاونت، اخلاصِ نیت اور خاص نصیحت سے۔ اور محافظت کی ہے اس چیز پر جو انتہائی صاف ستھری ہے اور جس کا ذکر انتہائی بلند ہے۔

ابو اسحاق نے کہا: میں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے راہِ راست دکھائی۔ آپ کی حضوری سے واپس لوٹا۔ اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی زمین کو معطل نہیں رکھے گا اور نہ اس کو واضح حجت سے خالی رکھے گا اور میں نے اس خبر ماثور اور نسب مشہور کو اہلِ یقین کی بصیرتوں میں اضافہ کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرار دی گئی ذرّیت طیبہ اور پاک فطرت کو پہچوانے کے لیے مشہور کیا۔

میں نے امانت کی ادائیگی اور اس چیز کو جو ظاہر ہوئی تسلیم کرنے کا ارادہ کیا تاکہ اللہ عزوجل ہدایت کرنے والی ملت کے لیے اس راہ مستقیم کے لیے جو پسندیدہ ہے عزم کی قوت، نیت کی تائید، قوت کی شدت اور عصمت کا اعتقاد دو چند کر دے اور جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔●

ہمدانی الحاج

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک بزرگ احمد بن فارس ادیب سے سنا، انھوں نے کہا: میں نے ہمدان میں اپنے بعض بھائیوں سے یہ حکایت

● کمال الدین، ص: ٤٤٥۔ بحار الانوار، جلد:٥٢، ص: ٣٢۔ منتخب الاثر، ص: ٣٧٢۔ ینابیع المودۃ، ص: ٤٦٦

سنی اور کسی کو اس حکایت کی مخالفت کرتے ہوئے نہیں پایا۔

ہمدان میں ایک قبیلہ ہے جو بنو راشد کہلاتا ہے۔ وہ سب کے سب شیعہ امامیہ ہیں۔ میں نے جب ان سے شیعہ ہونے کا سبب دریافت کیا تو ان کے ایک بزرگ کہ جن کو میں نے نیکوکار اور راست رو پایا۔ انھوں نے بتایا: ہمارے جد راشد ہمدانی سے روایت ہے کہ جب میں حج ادا کر کے واپس لوٹا اور صحرا کی منزلیں طے کرنے لگا تو مجھے قیام کرنے اور سفر کرنے میں نشاط حاصل ہو رہا تھا۔ میں نے ایک طویل سفر پیدل طے کیا یہاں تک کہ میں تھک گیا اور آرام کی خواہش پیدا ہوئی تو سوچا کہ کچھ دیر سولوں تاکہ آرام مل جائے۔ جب قافلہ کا آخری حصہ آئے گا تو میں چلنے کے لیے تیار ہو جاؤں گا۔

(پھر یہ ہوا کہ) میں سورج کی تپش سے بیدار ہوا، اور میں نے وہاں کسی کو نہ پایا۔ مجھے وحشت ہوئی، کیونکہ میں نے راستہ بھی نہ دیکھا تھا اور نہ اس کے نشانات سے واقف تھا۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور سوچا کہ جس طرح میرا رُخ ہے اسی طرف چلوں۔

تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ ایک سرسبز و شاداب زمین پر پہنچا۔ جس پر کچھ دیر پہلے بارش ہو چکی تھی اور اس کی مٹی بہت خوشبودار تھی۔

میں نے اس کے درمیان میں نظر کی تو ایک محل دیکھا جو تلوار کی مانند چمک رہا تھا۔ میں نے خود سے کہا: کاش میں اس محل کے بارے میں جان سکتا، جس کو نہ میں نے کبھی دیکھا اور جس کے بارے میں نہ کبھی سنا۔

پس جب میں اس کے دروازے کے قریب پہنچا تو میں نے سفید فام خادموں کو دیکھا۔ انھیں سلام کیا تو انھوں نے خوش اسلوبی سے جواب دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ ایک غلام قصر کے اندر گیا پھر باہر آیا اور کہا اُٹھو اندر چلو۔ میں قصر میں داخل ہوا۔ میں نے اس قصر کی بنیادوں سے بہتر بنیاد اور اس سے روشن تر عمارت نہیں دیکھی تھی۔

خادم ایک گھر کے پردے کے پاس کھڑا ہوا، اُسے اُٹھایا اور مجھ سے کہا: داخل ہو جاؤ، پس میں گھر میں داخل ہو گیا، تو میں نے دیکھا ایک نوجوان اس حالت میں تشریف فرما ہے جس نے اپنے سر مبارک پر ایک تلوار لٹکائی ہوئی ہے۔ وہ جوان گویا تاریکی میں بدر کامل کی طرح ہے۔

میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے مجھے لطف و مروت سے سلام کا جواب دیا پھر پوچھا میں کون ہوں؟

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم مجھے علم نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: میں وہ قائم آل محمدؐ ہوں جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔ میں اس تلوار کے ذریعہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دوں گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ میں اپنے منہ کے بل گر پڑا۔

آپؑ نے فرمایا: ایسا نہ کرو اپنے سر کو اُٹھاؤ۔ تم ہمدان کے رہنے والے راشد ہو۔

میں نے عرض کیا: میرے سید و سردار! آپ نے درست فرمایا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤ۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

میرے سردار! جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے اس کی خوشخبری سناؤں گا۔ آپؑ نے ایک تھیلی مجھے عنایت فرمائی اور خادم کو اشارہ فرمایا: وہ چند قدم میرے ساتھ چلا۔ میں نے ٹیلوں، درختوں اور مسجد کے مینار کو دیکھا تو (خادم نے مجھ سے) کہا: تم اس شہر کو پہچانتے ہو؟

میں نے کہا: یہ میرے شہر اسد آباد جیسا لگتا ہے، پس (خادم نے) کہا: اے راشد! یہ اسد آباد ہے۔ اب چلے جاؤ۔

میں نے مڑ کر دیکھا تو اسے نہ پایا۔ میں اسد آباد میں وارد ہوا، تھیلی میں چالیس یا پچاس دینار موجود تھے۔ میں ہمدان گیا۔ میں نے اپنے اہل کو جمع کیا اور اس بات کی بشارت دی۔ جب تک ہمارے پاس یہ دینار موجود رہے ہم خیر و بھلائی پر قائم رہے۔●

احمد بن اسحاق وکیل

سعد بن عبداللہ قمی شیخ صدوقؒ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی بن محمد بن حاتم نوفلی المعروف بہ کرمانی نے، اس سے بیان کیا ابوالعباس احمد بن عیسیٰ وشاء بغدادی نے، ان نے سے بیان کیا احمد بن طاہر قمی نے، ان سے بیان کیا محمد بن بحر بن سہل شیبانی نے، ان سے بیان کیا احمد بن مسرور نے، ان سے بیان کیا سعد بن عبداللہ قمی نے، کہ مجھے دقیق اور پیچیدہ علوم پر مشتمل کتابوں کے جمع کرنے کا شوق تھا تاکہ حقیقت

● کمال الدین، ص: ٤٥٣۔ بحار الانوار، جلد:٢، ص: ٤٠۔ خرائج جلد:٢، ص: ٧٨٨۔
حلیۃ الابرار، جلد:٢، ص: ٥٧١

حال واضح ہو جائے۔

صحیح حقیقتوں کا اظہار میں اپنا فریضہ گردانتا تھا۔ متشابہ اور گنجلک باتوں کو یاد کرنے کا عادی تھا۔ کتابوں کی گہرائیوں اور مشکلات پر کامیابی حاصل کرنے میں بڑا حریص تھا۔

میں مذہب امامیہ پر پختہ اعتقاد رکھتا تھا اور مخالفین سے مناظرے کیا کرتا تھا۔ ان کے عیوب کا پردہ چاک کیا کرتا تھا اور ان کے اماموں کی کمزوریوں کو بیان کیا کرتا تھا۔ ان کے راہنماؤں کے پردے چاک کرتا تھا یہاں تک کہ انتہائی سخت ناصبیوں سے جھگڑے کی آزمائش میں ڈالا گیا۔ ان سے دشمنی طویل پکڑ گئی اور ان سے جنگ و جدل کثرت سے ہوئی۔ میں نے سوالوں کے ذریعہ انھیں طعن و تشنیع کرتا رہا اور ثابت کیا کہ وہ باطل پر قدم جمائے ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ ایک کٹر ناصبی سے مناظرہ ہوا، دورانِ بحث اس نے مجھ سے کہا: اے سعد! اللہ تمہارا اور تمہارے علماء کا بُرا کرے تم گروہ رافضہ مہاجرین اور انصار کو بُرا کہتے ہو رسول اللہؐ سے ان دونوں کی ولایت اور امامت کو جھٹلاتے ہو، حالانکہ وہ صدیق ہیں، جو شرف سابق الایمان میں تمام صحابہ سے بالاتر ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسولِ خداؐ انھیں اس لیے انھیں اپنے ساتھ غار میں لے گئے کہ آپؐ جانتے تھے کہ میرے بعد یہی خلیفہ ہوں گے۔ وہ امرِ تاویل کی پیروی کرنے والے ہوں گے، امت کی باگ ڈور انھیں کے ہاتھ میں ہوگی۔ اختلاف کی وادی میں وہ ان کی پناہ گاہ ہوں گے۔ ان کی پراگندگیوں کی اصلاح کریں گے اور ان کے مفاسد میں رکاوٹ بنیں گے۔ حدود

قائم کریں گے اور بلادِ شرک کو فتح کرنے کے لیے فوجیں ترتیب دیں گے۔ جس طرح حضور اکرمؐ نے نبوت کے لیے اپنی حفاظت کی اور غار میں جا چھپے اسی طرح خلافت کے لیے ان کو بچایا اور کیا شر سے حفاظت چاہنے والے کے لیے یہ حکم نہیں ہے کہ وہ ایسی جگہ کا ارادہ کرے جہاں وہ پوشیدہ ہو سکے؟ اور ہم نے رسول اللہ کو اس غار کی طرف جاتے ہوئے دیکھا جبکہ یہ موقع نہ تھا کہ کسی سے مدد طلب کی جاسکے۔

تو ـــــ!

اس طرح رسول اللہ کا ارادہ ابوبکر کو غار میں لے جانے سے وہی تھا جس کی وضاحت ہم نے کی ہے اور حضرت علیؑ نے بستر پر رات گزاری جبکہ انھیں کسی قسم کی فکر نہ تھی اور انھوں نے اس سے بچنے کی کوئی تدبیر بھی نہ کی اور اس علم کے باوصف کہ گر وہ قتل کر دیے گئے تو ان کی جگہ کسی دوسرے کا آنا جانا قابل عذر نہیں ہوگا۔

سعد کہتے ہیں: میں نے اس کے بہت سے جوابات دیے مگر وہ ہر ایک کو رد کرتا گیا۔ اس کے بعد اس نے کہا: اے سعد! اسی طرح کی دوسری دلیلیں بھی ہیں جو روافض کی ناک میں دم کر دیں گی۔ تم لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ صدیق جو شک وشبہ سے بالاتر ہیں اور فاروق جو ملت اسلامیہ کے محافظ ہیں جو منافق تھے اور دلیل میں تم واقعۂ عقبیٰ کو پیش کرتے ہو۔

اچھا بتاؤ! صدیق اور فاروق خوشی سے اسلام لائے تھے یا جبر سے؟

سعد کہتے ہیں: میں اس کے سوال کو ٹال گیا، کیونکہ اگر میں کہہ دوں کہ خوشی سے اسلام لائے تو پھر نفاق ثابت نہیں ہوتا کہ نفاق کی ابتداء اور اس کا دل میں نشوونما پانا

اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک قہر وغلبہ کی ہوائیں نہ چلیں اور انتہائی سخت تکلیف اور خوف کا اظہار ایسے شخص کے لیے بار ہوتا ہے جس کا دل اس کا مطیع و فرمانبردار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ۞ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ

''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے۔ اب ہم خدائے یکتا پر ایمان لائے اور جس چیزوں کو اس کا شریک کیا کرتے تھے اب ہم ان سب سے منکر ہو گئے۔ مگر جب ہمارا عذاب دیکھ چکیں گے تو ان کا ایمان انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ (سورۃ: ۴۰، المومن، آیت: ۸۴۔۸۵)

اگر کہوں کہ مجبوراً اسلام لائے تھے تو اس کا مقصد اپنے اوپر طعن تھا کیونکہ اس وقت تلواریں کند تھیں اور یہ دونوں حالت خوف میں دیکھے جاتے تھے۔ میں نے کسی بہانے سے اس وقت اس سے جان چھڑالی مگر دل میں ایک خلفشار کی کیفیت تھی۔ میں نے ایک فائل ترتیب دی تھی جس میں چالیس (۴۰) سے زیادہ ایسے ہی مشکل سوالات لکھ لیے تھے جن کا جواب دینے والا اب تک مجھے کوئی نہ مل سکا اور ارادہ تھا کہ احمد بن اسحاق جو حضرت امام حسن عسکریؑ کے اصحاب میں سے ہیں سے دریافت کروں گا۔ میں ان کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ وہ سامرہ جانے کا ارادہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ میں راستے میں ان سے جاملا۔ جب ہم نے مصافحہ کرلیا تو انھوں نے کہا: تمہارا ملنا خیر کے ساتھ ہو۔ میں نے کہا: شوق اور سوال کرنے کی عادت نے آپ تک پہنچایا ہے۔ انھوں

نے کہا: ہمیں یہی ایک کام کافی ہے اور مجھے ہم سب کے مولا ابو محمدؑ امام حسن عسکریؑ کی ملاقات کی تحریک پیدا ہوئی اور میں چاہتا ہوں کہ آنجنابؑ سے تاویل کی پیچیدگیوں اور تنزیل کی مشکلات کے بارے میں سوالات کروں۔ ان کی صحبت مبارکہ کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔ تم سمندر کے کنارے پر کھڑے رہو گے تو اس کے عجائب وغرائب سے واقف نہ ہو سکو گے اور وہ تو ہمارے امامؑ ہیں۔ پس ہم سر من رائے پہنچے اور اپنے سردار کے دروازے تک پہنچے۔ اجازت طلب کی اور ہمیں داخلہ کی اجازت مل گئی۔ احمد بن اسحاق کے کندھے پر ایک چمڑے کی تھیلی تھی جس میں ایک سو ساٹھ (۱۶۰) تھیلیاں دیناروں اور درہموں کی موجود تھیں۔

ہر تھیلی پر اس کے مالک کی مہر لگی ہوئی تھی۔

سعد کہتے ہیں: جب ہم نے اپنے مولا حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کے روئے روشن پر نظر کی تو ایسا محسوس ہوا گویا چودھویں رات کا بدر کامل ہو اور آپ کے دائیں زانو پر ایک بچہ بیٹھا تھا جو اپنی خلقت اور شمائل میں مشتری کی طرح تھا۔ اس کے سر پر کانوں تک آتے ہوئے لمبے بال (مانگ کی وجہ سے اس طرح جدا تھے جیسا کہ ''واوین'' یعنی دو واؤں کے درمیان ''الف'' ہے۔

ہمارے آقا کے سامنے ایک سونے کا انار پڑا ہوا تھا جو عجیب وغریب نقوش کی وجہ سے چمک رہا تھا اور نادر قسم کے نگینے اس میں جڑے ہوئے تھے۔ آپؑ کی خدمت میں اس کو بصرہ کے رؤسا نے پیش کیا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک قلم تھا جب آپ چاہتے کہ بیاض پر کچھ لکھیں تو بچہ آپ کی انگلیوں کو پکڑ لیتا تھا۔ ہمارے آقا اس انار کو لڑھکا دیتے

تھے تاکہ اس لڑکے کو اس میں مصروف رکھیں اور بچہ آپ کو لکھنے سے روک نہ سکے۔ ● ہم نے سلام کیا تو آنجنابؑ نے بڑے لطف کے ساتھ جواب دیا۔ ہمیں بیٹھنے کو کہا: جب آپ لکھنے سے فارغ ہوئے تو احمد نے چمڑے کی تھیلی کو اپنی چادر سے باہر نکالا۔ آپ نے بچے کو دیکھا اور فرمایا: اے بیٹا! اپنے دوستوں اور شیعوں کے تحفہ کی مہر کو توڑ دو۔

بچے نے عرض کیا: اے میرے آقا! کیا یہ بات جائز ہے کہ میں اپنے ہاتھ نجس تحفوں اور پلید مال کی طرف پھیلاؤں؟

آپؑ نے فرمایا: اے ابن اسحاق! جو کچھ چمڑے کے تھیلے میں ہے باہر نکالو تاکہ حرام اور حلال میں تمیز کی جائے۔

ابن اسحاق نے پہلی تھیلی نکالی تو بچے نے کہا یہ تھیلی فلاں ابن فلاں کی ہے، جو قم کے فلاں محلہ میں رہتا ہے۔ یہ تھیلی باسٹھ (۶۲) دیناروں پر مشتمل ہے۔ یہ اس پتھروں والی زمین کی قیمت میں سے ہے جو اس کے مالک نے خریدی تھی اور جس کو وراثت میں

● بحار میں اس طرح کہا گیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ اس حیثیت سے کہ بچے کو ابو محمدؑ نے اپنے ہاتھوں پر اُٹھالیا اور اس طرح سونے کے پھینکنے کے بارے میں کہ جس سے وہ بچہ کھیل رہا تھا وہ ان کو کتابت میں رکاوٹ نہ ہو اور کافی جزء ا۔ صفحہ ۳۱۱ میں مفوان جمال سے روایت ہے۔ اس نے کہا: میں نے ابوعبداللہ سے دریافت کیا صاحب امرؑ کے متعلق تو آپ نے فرمایا: یہ صاحب امر لہو ولعب میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اتنے میں ابوالحسن موسیٰؑ جو بچے تھے آئے اور ان کے ساتھ کا بکری کا ایک سالہ بچہ تھا جس سے وہ کہہ رہے تھے تو اپنے خدا کو سجدہ کر تو حضرت ابوعبداللہ نے انہیں اپنی آغوش میں لے کر فرمایا: میرے ماں باپ فدا ہوں اس پر کہ جو لہو ولعب میں مبتلا نہیں ہوتا (روایت ختم)۔

میں کہتا ہوں: اس روایت کے طریقہ میں مصلی بن محمد بصری موجود ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ حدیث ومذہب میں مضطرب ہے اور اسی طرح نجاشی نے بھی اس کے بارے میں فرمایا ہے اور ابن غضائری نے کہا کہ ہم اس کی حدیث کو پہچانتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں۔ وہ ضعیف لوگوں سے روایت کرتا ہے۔ مناسب ہے کہ اس کی شہادت کو سند نہ سمجھا جائے۔

اپنے باپ سے پینتالیس (۴۵) دینار ملے تھے۔

اور ——!

نو کپڑوں کی قیمت میں سے چودہ دینار اور دکان کی اُجرت میں سے تین دینار۔

ہمارے مولا نے فرمایا: بیٹے تم نے سچ کہا۔

اب جو اس میں حرام ہے اس کے بارے میں بتاؤ۔

آپؑ نے فرمایا: رے کے دیناروں کے بارے میں ان سے پوچھا جائے۔ ان پر تاریخ اور سندیوں ہے جن میں ایک طرف کا آدھا نقش مٹ چکا ہے اور اس کا وزن چوتھائی دینار کم ہو گیا ہے، اور اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس تھیلی کے مالک نے فلاں ماہ اور فلاں سال اپنے ہمسائے جولاہے کو سوا من اون تول کر دی تھی۔

جولاہے کے ہاں سے اس کو چور چرا کر لے گیا تھا۔ جولاہے نے اس بات سے اس کو آگاہ کر دیا تھا لیکن اس نے جولاہے کی بات کو جھٹلایا۔ اس کے عوض میں ڈیڑھ من کاتی ہوئی اون اس سے وصول کر لی تھی۔ اس نے اس سے کپڑے بنائے اور انھیں فروخت کر ڈالا۔

یہی دینار اس کی قیمت میں سے ہیں۔ تھیلی کو جب کھولا گیا تو دیناروں کے درمیان سے ایک خط برآمد ہوا جس پر اس شخص کا نام موجود تھا جس کے بارے میں بتایا گیا تھا اور ان دیناروں کی تعداد اتنی ہی تھی جس قدر اس بچے نے بتائی تھی اور دیناروں کی علامت بھی وہی تھی۔

ابن اسحاق نے ایک اور تھیلی کو نکالا۔

بچے نے کہا: یہ فلاں بن فلاں کی ہے جو قم میں فلاں محلّہ میں رہتا ہے۔ اس میں پچاس دینار ہیں۔ ان کو ہاتھ لگانا ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔

پوچھا گیا: ایسا کیوں؟

جواب دیا: یہ ایسے گیہوں کی قیمت ہے جس کے مالک نے خیانت کی ہے۔ جب گیہوں کو لیا تو زیادہ تول کر لیا ہے اور جب فروخت کیا تو کم تول کر دیا ہے۔

ہمارے آقا نے فرمایا: اے بیٹا! تم نے سچ کہا۔ پھر ہمارے آقا نے فرمایا:

اے احمد اسحاق! تم ان تمام تھیلیوں کو اُٹھا لو اور ان کو ان کے مالکان کے پاس واپس کر دو اور ہم لوگوں کو بڑھیا کا کپڑا دے دو۔

احمد نے کہا: وہ کپڑا میرے کھانے کے تھیلے میں رہ گیا تھا اور میں اسے بھول چکا تھا۔ جب احمد بن اسحاق وہ کپڑا لینے چلا گیا تو ہمارے آقا نے فرمایا:

اے سعید! تم کیوں آئے ہو؟

میں نے عرض کیا: احمد بن اسحاق نے آپ کی ملاقات کا شوق دلایا۔

آپ نے فرمایا: وہ مسائل جو تم نے اس سے پوچھنا چاہتے تھے؟

میں نے عرض کیا: وہ اسی طرح ہیں۔

فرمایا: ان کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک سے دریافت کرو اور حضرتؑ نے بچے کی طرف اشارہ فرمایا۔

بچے نے کہا: جو تمہاری مرضی ہو اُسے دریافت کرو۔

میں نے عرض کیا: اے مولا ابنِ مولاؑ! ہم لوگ آپ کے آبائے طاہرینؑ سے

روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ اکرم نے اپنی ازواج کو طلاق دینے کا اختیار حضرت علیؑ کو دیا تھا۔

جنگ جمل کے روز آپؑ نے حضرت عائشہ کے پاس آدمی بھیج کر تنبیہ فرمائی تھی کہ تم نے یہ فتنہ برپا کر کے مسلمانوں میں انتشار پیدا کر دیا اور اپنی اس حرکت کی وجہ سے مسلمانوں کا خون بہایا۔ اگر تم واپس نہ جاؤ گی تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب رسالتمآبؐ کی وفات کے بعد ازواج رسولؐ کو اپنے آپ طلاق ہو گئی تو اب یہ طلاق کی دھمکی کیسی۔

آپؑ نے فرمایا: طلاق کا کیا مطلب ہے؟

عرض کیا: راستہ خالی ہونا۔

آپؑ نے فرمایا: جب وفات رسولؐ کے بعد ان کا راستہ خالی ہو گیا تو پھر ازواج کے لیے کسی اور سے عقد کر لینا کیوں حلال نہیں ہوا؟

عرض کیا: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج رسولؐ پر کسی اور سے تزویج حرام قرار دی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: مگر کیوں؟ جبکہ موت کی وجہ سے ان کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو گئی تھیں۔

عرض کیا: مولاؑ! پھر آپؑ ہی فرمایئے: یہ طلاق کیسی ہے جس کا حکم رسول اللہؐ نے امیر المومنینؑ کو تفویض کر دیا تھا۔

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ازواج رسولؐ کی شان بلند فرمائی اور انہیں

امہات المومنین کے شرف سے نوازا۔ لہٰذا رسولؐ اللہ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! میری ازواج کا یہ شرف اس وقت تک باقی رہے جب تک یہ اللہ کی اطاعت کرتی رہیں گی۔ اگر ان میں سے کوئی زوجہ بھی میرے بعد تم پر خروج کر کے اللہ کی نافرمانی کرے تو تمہیں اختیار ہے۔ اسے میری زوجیت سے آزاد کر کے اس سے ام المومنین ہونے کا شرف واپس لے لینا۔

میں نے عرض کیا: یہ فرمایئے کہ فاحشہ مبینہ کے لیے کیا حکم ہے یعنی اگر زمانے عدت میں کوئی عورت مرتکب ہو تو کیا اس کے شوہر کے لیے جائز ہوگا کہ اسے گھر سے نکال دے؟

آپؑ نے فرمایا: فاحشہ مبینہ سے مراد سحق ہے۔ زنا نہیں۔ اگر کوئی عورت زنا کرے اور اس پر حد جاری کر دی جائے تو حد جاری ہونے کی وجہ سے کوئی شخص اس سے نکاح کرنا چاہے اس کے لیے ممانعت نہیں ہے۔ لیکن اگر عورت سحق کی مرتکب ہوئی ہے تو اس کی سزا رجم ہے۔ رجم حد و وجہ رسوائی ہے اور جس کے لیے اللہ نے رجم کا حکم دیا ہے۔ اس کو رسوا کیا ہے جس جس کو رسوا کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے دور کیا اور جس کو اللہ نے دور کیا ہے کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اسے قریب کرے۔

میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا:

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾ (سورہ:۲۰، آیت:طہ)

''اپنی جوتیاں اُتار ڈال تو پاک میدانِ طوبیٰ میں ہے۔''

اس حکم کی وجہ فریقین کے فقہا یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ مردار کے چمڑے کی

جوتیاں پہنے ہوئے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: جو ایسا کہتا ہے وہ حضرت موسیٰؑ پر الزام لگاتا ہے اور وہ ان کی نبوت سے ناواقف ہے۔ اس کے دو مطلب نکلتے ہیں: ایک یہ کہ ان جوتیوں میں حضرت موسیٰؑ کے لیے نماز جائز تھی یا نہیں۔ اگر جائز تھی تو وادی مقدس میں پہن کر جانا بھی جائز ہو، اور اگر یہ وادی مقدس مطہر تھی تو نماز سے زیادہ مقدس و مطہر نہیں تھی۔

اگر ان جوتیوں میں نماز جائز نہیں تھی تو حضرت موسیٰؑ پر الزام آتا ہے کہ وہ حلال و حرام کو نہیں جانتے تھے اور انہی علم نہیں تھا کہ نماز میں کیا جائز اور کیا ناجائز اور یہ کفر ہے۔

میں نے عرض کیا: میرے مولاؑ! آپ ہی فرمائیں اس کی تاویل کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: حضرت موسیٰؑ نے وادی مقدس میں اللہ سے یہ مناجات کیں اے مالک! میرے دل میں خالص تیری محبت ہے اور میں نے اپنے دل سے ہر قسم کی محبت کو دھو ڈالا ہے۔ حالانکہ ان کو اپنے اہل و عیال سے بہت محبت تھی۔

ارشادِ خداوندی ہوا——!

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ''اُتار ڈال اپنی جوتیاں'' یعنی اپنے سے اہل و عیال کی محبت بھی نکال دو، تاکہ تمہاری محبت مجھ سے خالص ہو جائے اور تمہارے دل سے میرے غیر کی محبت دھل جائے۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ کہیعص ● کی کیا تاویل ہے؟

● سورۂ مریم، آیت: ۱

آپؑ نے فرمایا: یہ حروف غیب کی طرف اشارہ ہیں۔ جس کے ذریعہ سے اللہ نے اپنے بندے حضرت زکریاؑ کو مطلع کیا، پھر حضرت محمدؐ سے ان کا قصہ بیان فرمایا جو یہ ہے کہ ایک مرتبہ جناب زکریاؑ نے اللہ سے درخواست کی کہ مجھے پنجتنؑ پاک کے اسماء گرامی تعلیم فرما۔

حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے پنجتنؑ پاک کے اسماء گرامی تعلیم فرمائے۔ چنانچہ جب حضرت زکریا حضرت محمدؐ، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنؑ کا نام لیتے تو فرحت و شادمانی محسوس کرتے مگر جب حضرت حسینؑ کا نام لیتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور سانس رکنے لگتا۔

ایک دن انہوں نے عرض کیا: پروردگار کیا بات ہے جب چار اسماء گرامی لیتا ہوں تو خوشی ہوتی ہے۔ مگر امام حسینؑ کا نام لیتا ہوں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور میرا سانس بے قابو ہو جاتا ہے اللہ نے انہیں واقعہ کربلا سے آگاہ کیا اور فرمایا: کھیٰعص اس میں ''ک'' سے مراد کربلا ہے۔ ''ھا'' سے مراد ہلاکت عترت ہے ''یاء'' سے مراد یزید جو امام حسینؑ پر ظلم کرنے والا ہے۔ ''ع'' سے مراد امام حسینؑ کی عطش یعنی پیاس اور ''ص'' سے مراد صبر ہے۔

جناب زکریاؑ نے یہ سنا تو تین روز تک محراب عبادت سے باہر نہ نکلے اور کسی کو ملاقات کی اجازت نہ دی۔ پس آپ مسلسل گریہ کرتے رہے اور پکارتے تھے، اے مالک! تو اپنے خیر الخلق (حضرت محمدؐ) کو ان کے فرزند کا غم دے گا۔ ان کی ذریت کے لیے ایسی مصیبت نازل کرے گا کیا حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کو اس مصیبت کا

لباس پہنائے گا۔ کیا اس دردناک واقعہ کی تکلیف کو ان دونوں کے لیے مناسب سمجھے گا؟

اے پروردگار!

مجھے ایک فرزند عطا کر جس سے بڑھاپے میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اس کو میرا وارث و وصی بنا، اس کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو امام حسینؑ کو اپنے جد سے ہو گی۔ پھر مجھے اس فرزند کی محبت میں مبتلا کر، اس کے بعد مجھے اس کا غم نصیب کر، جس طرح تو اپنے حبیب محمدؐ کو ان کے فرزند حسینؑ کا غم دے گا۔ چنانچہ اللہ نے حضرت زکریاؑ کو حضرت یحییٰؑ عطا فرمایا اور اس کے بعد انہیں اس کا غم نصیب فرمایا اور جناب یحییٰؑ کی مدت حمل بھی چھ ماہ تھی اور حسینؑ کی بھی اور یہ قصہ طویل ہے۔

میں نے عرض کیا: لوگوں کو اپنے لیے خود امام منتخب کرنے کا اختیار کیوں نہیں دیا گیا؟

آپؑ نے فرمایا: کیسا امام مصلح یا مفسد؟

میں نے عرض کیا: مصلح۔

آپؑ نے فرمایا: یہ بھی ممکن ہے کہ لوگ مصلح کی جگہ مفسد منتخب کر لیں۔ لوگوں کو دوسرے کے دل کا حال تو نہیں معلوم کہ اس میں اصلاح ہے یا فساد۔

میں نے عرض کیا: جی سرکار یہ تو ممکن ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہی وجہ ہے۔ اچھا ایک اور دلیل سنو یہ بتاؤ وہ انبیاء ماسلف کہ جن کو اللہ نے خود منتخب فرمایا، جن پر کتابیں نازل فرمائیں اور وحی و عصمت کے ساتھ

ان کی تائید فرمائی اور وہ اپنی امتوں میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ باوجود کمال عقل وعلم کے جب انہوں نے خود انتخاب کا ارادہ کیا تو ان کے انتخاب میں منافق بھی آ گئے اور وہ یہ ہی سمجھتے رہے کہ یہ مومن ہیں۔

میں نے عرض کیا! جی ہاں، حضور ایسا ہی ہوا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: دیکھو! حضرت موسیٰؑ نے جو کلیم اللہ ہیں میقات کے لیے افراد کا انتخاب کیا۔ جن کے ایمان و اخلاص میں انہیں کوئی شک نہیں تھا۔ مگر ان کے اس انتخاب میں منافق آ گئے۔ چنانچہ ارشاد رب العزت ہے:

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ج

''اور چن لیے موسیٰؑ نے اپنی قوم میں سے ستر افراد ہمارے وعدے کے وقت پر لانے کو۔'' (سورۂ اعراف، آیت:۱۵۵)

مگر ان منتخب شدہ ستر آدمیوں نے پلٹ کر کہا:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (سورۃ:۲،البقرہ،آیت:۵۵)

''ہم ہرگز تیرا یقین نہ کریں گے جب تک کہ اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں، تو اس کا نتیجہ کیا نکلا۔''

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ج (سورۃ:۴،النساء،آیت:۱۵۳)

''سو آ پڑی ان پر بجلی ان کے گناہ کے باعث۔''

جب ہم دیکھتے ہیں کہ جن معزز ہستیوں کو اللہ نے نبوت سے سرفراز فرمایا ان کا انتخاب غلط نکلا حالانکہ وہ یہ ہی سمجھتے رہے کہ انہوں نے صحیح انتخاب کیا۔

پس ــــــ!

انتخاب کا حق صرف ذاتِ باری کو ہے، جو دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ حضورؐ کے انتقال کے بعد مہاجرین اور انصار کی نگاہِ انتخاب دھوکا کھا سکتی ہے۔ گو ان کا ارادہ مردِ صالح کو منتخب کرنے کا ہو پھر بھی غیر صالح منتخب کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد آپؑ نے ارشاد فرمایا:

اے سعد! مخالف جو تمہیں یہ دلیل دیتا ہے کہ رسولؐ اللہ ابوبکر کو ساتھ غار میں اس لیے لے گئے وہ جانتے تھے کہ میرے بعد یہی خلیفہ ہوں گے۔ اُمورِ تاویل کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ امت کی باگ ڈور انہی کے ہاتھ میں ہوگی۔ اختلاف کی وادی میں وہ ان کی پناہ گاہ ہوں گے۔ ان کی پراگندگیوں کی اصلاح کریں گے اور ان کے مقاصد میں رکاوٹ بنیں گے۔ حدود قائم کریں گے اور بلادِ شرک کو فتح کرنے کے لیے فوجیں ترتیب دیں گے اور کیا شر سے حفاظت چاہنے والے کے لیے یہ حکم نہیں ہے کہ وہ ایسی جگہ کا ارادہ کرے جہاں وہ پوشیدہ ہو سکے۔

سوائے اس کے نہیں کہ انہوں نے اپنے بستر پر حضرت علیؑ کو سلا دیا جبکہ ان کے لیے کوئی فکر و پریشانی نہیں تھی اور نہ اس سے بچنے کا کوئی قصد کیا تھا اور اس علم کے باوصف کہ اگر وہ قتل کر دیئے گئے تو ان کی جگہ کسی دوسرے کا آ جانا عذر نہیں ہوگا۔

جس طرح نبوت کے لیے خود کو محفوظ فرمایا اسی طرح خلافت کے لیے ابوبکر کو محفوظ فرمایا۔ اس سے یہ پوچھو کہ تم لوگوں کا کہنا ہے کہ حضور نے فرمایا: میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ اسی طرح آنحضرتؐ نے تمہارے مذہب کے مطابق

خلفائے راشدین کی مدتِ حیات کا تعین کیا۔ جب وہ اس کا اقرار کرے تو کہنا کہ کیا رسولؐ اللہ کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ ابوبکر کے بعد عمر، عثمان اور حضرت علیؑ کو خلیفہ ہونا ہے؟ لازماً وہ کہے گا۔ ہاں رسول اللہؐ کو علم تھا۔ تو یہ کہنا کہ پھر حضورؐ پر واجب تھا کہ جس طرح ابوبکر کو اپنے ساتھ لے گئے اسی طرح ان سب کو غار میں لے جاتے اور کسی کی قدر و منزلت کو نہ گھٹائے اور تمہارے مخالف نے جو تم سے یہ سوال کیا ہے کہ صدیق و فاروق بخوشی ایمان لائے۔

یا با الجبر؟ تو جا اور کہہ دے: یہ دونوں حالات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں اسلام لائے تھے۔ اس لیے کہ یہ دونوں یہودیوں کے پاس بیٹھتے تھے اور انہیں تورات اور تمام سابقہ کتب سے معلوم ہوا کہ حضرت محمدؐ سارے عرب پر اس طرح غلبہ حاصل کریں گے جس طرح بخت نصر نے بنی اسرائیل پر حاصل کیا تھا۔ آپؐ تمام عرب کو فتح کریں گے جس طرح بخت نصر نے بنی اسرائیل کو فتح کیا تھا۔ بس فرق یہ ہے کہ بخت نصر کا دبدبہ تھا اور آپؐ اپنے دعوؤں میں صادق ہیں۔ پس دونوں حضورؐ کے پاس آئے اور اس لالچ میں کلمہ پڑھا کہ جب ان کی حکومت قائم ہو جائے گی تو ہمیں کسی شہر کا حاکم بنا دیں گے۔ جب اس طرف سے مایوسی ہوئی تو تلملا اُٹھے اور اپنے جیسے منافقین کو لے کر عقبہ کی پہاڑیوں میں چھپ گئے تا کہ حضورؐ کو قتل کر دیں مگر اللہ نے حضورؐ کی حفاظت فرمائی اور ان کی تدبیر کامیاب نہ ہو سکی۔ جس طرح طلحہ اور زبیر نے حضرت علیؑ کی بیعت اس لالچ میں کی تھی کہ انہیں کوئی وزارت ملے گی۔ جب یہ امید پوری ہوتی نظر نہ آئی تو بیعت توڑ دی اور خروج کیا۔ پس ان دونوں کو اللہ نے بیعت

توڑنے والوں کی طرح بچھاڑ دیا۔

سعد کہتے ہیں!

پھر امام حسن عسکری اپنے صاحبزادے کے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی واپس چلا آیا۔ میں نے ابنِ اسحاق کو بلایا تو وہ مجھے روتے ہوئے ملے۔

میں نے کہا: تمہیں دیر کیوں ہوئی اور تمہیں کس نے رلایا؟

انہوں نے کہا: میرے مولاؑ نے جو کپڑا مجھ سے طلب کیا تھا وہ میں نے گم کر دیا ہے۔

میں نے کہا: اس کی ذمہ داری تم پر نہیں، بس مولاؑ کو بتا دو چنانچہ وہ تیزی سے اندر داخل ہوئے، پھر مسکراتے ہوئے آئے اور وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا: کیا ہوا؟

انہوں نے جواب دیا: میں نے وہ کپڑا اپنے مولاؑ کے قدموں میں دیکھا ہے اور وہ اس پر نماز پڑھ رہے تھے۔

سعد کہتے ہیں!

پس ہم نے اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اس کے بعد ہم دونوں آپؑ کی خدمت میں برابر کئی دن تک حاضر ہوتے رہے۔ مگر پھر آپ کے فرزند کو نہ دیکھا۔ جب رخصت کا دن آیا تو میں اور ابنِ اسحاق اپنے شہر کے چند ضعیف العمر اشخاص کے ساتھ مولا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

احمد ابن اسحاق نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! وقتِ رخصت ہے جس کا ہمیں بہت دکھ ہے۔ اللہ آپؑ کے جدّ حضرت محمدؐ پر، آپ کے پدر بزرگوار حضرت علیؑ پر، آپ کی

والدہ ماجدہ جناب سیدہ پر، سردارانِ جوانانِ جنت آپؑ کے چچا اور آپ کے والدؑ اور آل کے بعد آپ کے آبا طاہرینؑ پر، آپؑ پر اور آپ کے فرزند پر رحمت و برکت نازل فرمائے۔

خداوند عالم سے التجاء ہے کہ وہ آپؑ کے مقام کو بلند کرے اور آپؑ کے دشمنوں کو نیچا دکھائے اور یہ بھی دعا ہے کہ ہماری اور آپؑ کی آخری ملاقات نہ ہو۔ احمد بن اسحاق کی یہ بات سن کر آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

آپؑ نے فرمایا:

بس بس اے ابنِ اسحاق! اپنی دعا مختصر کرو۔ اس لیے کہ تم اسی سفر میں اللہ سے ملاقات کرنے والے ہو۔ یہ سن کر احمد بن اسحاق غش کھا کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو عرض کیا: مولاؑ آپ کو آپؑ کے جد کا واسطہ آپؑ اپنا کوئی پہنا ہوا لباس عطا کر دیں، تا کہ وہ میرا کفن بن سکے۔ یہ سن کر آپؑ نے فرش کے نیچے ہاتھ ڈالا اور تیرہ درہم نکالے اور فرمایا: یہ لو اور اس کے علاوہ تم اپنی ذات پر مزید خرچ نہ کرنا اور جو تم نے سوال کیا ہے وہ بھی پورا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نیکوکار کا عمل ضائع نہیں کرتا۔

سعد کہتے ہیں!

جب ہم لوگ امامؑ سے رخصت ہوئے اور ابھی حلوان پہنچنے میں تین فرسخ باقی تھے کہ احمد بن اسحاق کو بخار ہوا۔ وہ اس قدر بیمار ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ حلوان پہنچے تو ایک سرائے میں قیام کیا اور وہاں ابنِ اسحاق نے اپنے اہلِ شہر میں سے ایک شخص کو بلایا اور کہا: آج کی شب تم مجھے تنہا چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ۔

چنانچہ ہم لوگ وہاں سے چلے گئے۔ جب رات گزر گئی اور صبح ہوئی تو مجھے احمد بن اسحاق کی فکر لاحق ہوئی۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ امامؑ کا خادم کافور کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے۔ اللہ تم لوگوں کو احمد بن اسحاق کی موت پر صبر دے اور محبوب کے ساتھ تمہاری مصیبت کو دور کرے۔

ہم ان کے غسل وکفن سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اُٹھو اور انہیں دفن کریں۔ وہ امام کی نظروں میں بہت مکرم تھے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔ ہم لوگ آہ وفغاں کرتے ہوئے ان کے جنازے پر پہنچے اور ان کے دفن سے فارغ ہوئے۔ اللہ ان پر ہزاروں رحمتیں نازل کرے۔●

علی ابن ابراہیم بن مہزیار

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن موسیٰ بن احمد بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ نے، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کی کتاب میں تحریر پایا کہ میں نے محمد بن احمد طوال سے سنا۔ ان سے ان کے والد نے، ان سے علی بن ابراہیم بن مہزیار نے بیان کیا ہے: میں اپنے بستر پر سو رہا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے: اے علی ابن ابراہیم! حج کے لیے جاؤ۔ وہاں تمہاری ملاقات صاحب

● کمال الدین، ص: ٤٥٤۔ بحار الانوار، جلد:٥٢، ص: ٧٨۔ دلائل الامامت، ص: ٢٧٤۔ احتجاج، ص: ٤٦١۔ برھان جلد:٣، ص: ٣۔ تاویل الآیات، جلد:١، ص: ٤٩٩۔ ثاقب المناقب، ص: ٢٥٤۔ خرائج، جلد:١، ص: ٤٨١۔ حلیۃ الابرار، جلد:٢، ص: ٥٥٧

الزمانؑ سے ہو جائے گی۔

یہ خواب دیکھ کر میں نے انتہائی مسرور وشاداب ہوا۔اور نمازِ فجر سے فارغ ہو کر باہر نکلا، تاکہ حاجیوں سے دریافت کروں تو میں نے ایک قافلے کو روانگی کے لیے تیار پایا۔ پس میں بعجلت ان سب سے پہلے نکلنے والے قافلے کے ساتھ ہولیا۔

اس طرح ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ سب چلے اور میں ان کے ساتھ ساتھ کوفے کے ارادے سے چلا۔ کوفہ پہنچ کر میں اپنی سواری سے اُترا اور اپنا سامان اپنے جاننے والوں کے پاس رکھوا دیا اور خود امامؑ حسن عسکری کی اولاد کی تلاش میں نقل کھڑا ہوا۔ میں نے ایک ایک سے پوچھا مگر کوئی سراغ نہ مل سکا۔ نہ کوئی خبر وہاں سے میں پہلے قافلہ کے ساتھ مدینہ کے لیے روانہ ہوا۔

مدینہ پہنچ کر میں اس قابل نہیں رہا تھا کہ سواری سے اُتروں۔ بہر حال کسی طرح اُترا۔ اپنا سامان ایک قابلِ بھروسہ شخص کے پاس رکھوا دیا اور باہر نکل گیا کہ (آلِ ابو محمدؑ کی) خبر دریافت کروں اور سراغ لگاؤں۔

میں نے کوئی خبر نہ سنی اور نہ کوئی سراغ پایا۔ اسی طرح ہوتا رہا یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے مکہ کا رُخ کیا اور میں بھی روانہ ہونے والوں کے ساتھ روانہ ہو گیا یہاں تک کہ مکہ پہنچ گیا۔ وہاں میں اُترا اپنے سامان کو رکھا اور آلِ ابو محمد کی تلاش میں نکل گیا۔

ان کی کوئی خبر سنی اور نہ ان کا کوئی سراغ پایا۔ ایک رات میں امید و نا امیدی کی کیفیت میں فکر مند بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ سے کہا چلو کعبہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت عرض کروں وہ میری امید کی مجھے معرفت کرائے۔

جب میں طواف کے لیے چلا تو کعبہ کا رخ میرے سامنے تھا۔

اس وقت میں ایک ایسے جوان کے سامنے تھا جس کے چہرے پر ملاحت تھی۔ بہترین خوشبو والا تھا۔ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ دوسری چادر کے لیے کوشاں تھا۔ اس نے ایک چادر کو اپنے کندھے پر ڈالا اور اس کو حرکت دے رہا تھا۔ وہ نوجوان میری طرف متوجہ ہوا، اور بولا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں نے کہا: اہواز کا۔

اس نے کہا: تم ابنِ خصیب کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: اللہ ان پر رحمت کرے وہ تو انتقال کر چکے ہیں۔

وہ بولا: رحمۃ اللہ علیہ۔

وہ صائم النھار اور قائم اللیل تھے۔ وہ قرآن کی تلاوت کرتے اور ہماری محبت رکھتے تھے۔

پھر اس نے کہا: تم علی بن ابراہیم بن مہزیار کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: میں ہی علی بن ابراہیم ہوں؟

یہ سن کر وہ بولا: مرحبا!

اے ابوالحسنؑ! کیا تم امامؑ کے دونوں فرزندوں کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: ہاں۔

وہ بولا: وہ کون ہیں؟

میں نے کہا: محمد اور موسیٰ۔

وہ بولا: تمہارے پاس نشانی کہاں ہے جو تم کو امام حسن عسکریؑ نے عطا فرمائی تھی؟

میں نے کہا: وہ میرے پاس ہے۔

وہ بولا: مجھے دکھاؤ۔

میں نے انگوٹھی نکالی۔ جس پر محمدؐ وعلیؑ لکھا ہوا تھا۔ جب اس نے انگوٹھی کو دیکھا تو رونے لگا اور بولا: اے ابومحمدؑ! اللہ آپؑ پر رحم کرے۔

آپؑ امامِ عادل، امام کے فرزند اور امام کے والد ہیں۔ اللہ آپ کو آپ کے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کے ساتھ جنت الفردوس میں ساکن کرے۔

پھر کہا ــــ!

اے ابوالحسن! اپنی قیام گاہ پر جاؤ اور سامانِ سفر تیار کرو۔ جب رات کے تین حصے گزر جائیں اور تین باقی رہ جائیں گے تو تم سے ملاقات ہوگی۔ ابنِ مہر یار کہتے ہیں: میں اپنی قیام گاہ پر آیا اور طویل فکر میں گزارا، یہاں تک کہ چلنے کا وقت آ گیا۔

پس ــــ!

میں کھڑا ہوا، اور اپنی سواری کو درست کیا اور اس پر بیٹھ کر آگے بڑھا۔ جب وقت مقرر پر بتائی ہوئی جگہ پہنچا تو اس جوان کو وہاں پایا۔ اس نے کہا: (اھلاً وسھلاً) اے ابوالحسن! تمہیں مبارک ہو کہ تم کو ملاقات کی اجازت مل گئی۔ پھر ہم دونوں روانہ ہوئے اور عرفات ومنیٰ سے ہوتے ہوئے طائف کے پہاڑوں سے نیچے کی طرف چلے۔

اس نے مجھ سے کہا——!

اے ابوالحسن! یہاں سے اُترو اور نماز کا سامان کرو۔ ہم دونوں نے وہاں اُتر کر نمازِ شب ادا کی اور پھر اس نے کہا: فجر کی نماز پڑھ لو اور اس میں اختصار کرو۔ پس میں نے نماز میں اختصار کیا اور سلام پھیرا، اس نے اپنا چہرہ خاک آلود کیا پھر وہ سوار ہوا اور مجھے بھی سوار ہونے کا حکم دیا۔

پس——!

میں سوار ہوا، پھر ہم روانہ ہوئے۔ جب صحرا میں پہنچے تو اس نے مجھ سے کہا: کیا تم کو کچھ نظر آیا؟

میں نے کہا: میں ریت کے ٹیلے پر بالوں سے بنا خیمہ دیکھ رہا ہوں جس سے نور نکل آیا ہے۔

پھر پوچھا——! کچھ اور نظر آیا؟

میں نے کہا: ہاں فلاں فلاں چیز نظر آئی۔

وہ بولا: اے محمد یار! خدا تمہارے نفس کو پاک اور تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے ہم اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ اپنی سواری سے اُترو، میں سواری سے اُترا۔

وہ بولا: اے ابن محمد یار! اپنی سواری کی باگیں چھوڑ دو۔

میں نے کہا: میں سواری کس کے حوالے کروں، یہاں تو کوئی نہیں ہے۔

اس نے کہا: حرم ہے یہاں صرف ولی ہی آ اور جا سکتے ہیں (تمہاری سواری کوئی نہیں لے جائے گا) پس میں نے سواری کو چھوڑ دیا۔ ہم خیمہ کے قریب پہنچے تو اس نے

مجھ سے کہا: تم یہیں ٹھہرو میں تمہارے لیے اجازت لے کر آتا ہوں۔

پس ـــــ! وہ اندر گیا اور ایک لمحہ میں ہی واپس آ گیا اور بولا: مبارک ہو تمہیں حاضری کی اجازت مل گئی۔ میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ امام عصرؑ صلوات اللہ علیہ ایک چمڑے کے قالین پر تشریف فرما ہیں۔

امامؑ نے جواب سلام دیا۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ کا چہرہ مثل چاند کے چمک رہا ہے۔ اس میں کسی قسم کی شکستگی اور شکن نہیں تھی اور وہ طویل تھا نہ چھوٹا، چپکا ہوا، وہ دراز قامت تھے۔ آپ نہایت پاکیزہ مودت ہیں، جسم اطہر کا رنگ بالکل صاف ہے۔

چوڑی پیشانی ہے۔ آبروہائے مبارک ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، رخسار نرم ہیں۔ آنکھیں بڑی اور بنی مقدس اونچی ہے۔ سیدھے رُخسار پر تل ہے۔ میں نے جب اُن کو دیکھا تو میری عقل ان کی ذات وصفات دیکھ کر حیران رہ گیا۔ امامؑ نے مجھ سے فرمایا: اے ابنِ مھزیار! عراق میں تمہارے بھائی کس حال میں ہیں؟

میں نے کہا: مولاؑ!

آپؑ کے بارے میں گمان باطل پر گامزن ہیں اوران پر شیاطین کی اولاد مسلط ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ (سورۃ:۹،التوبہ)

''اللہ انہیں ہلاک کرے۔ یہ کہاں بھٹکے جارہے ہیں۔''

میں دیکھتا ہوں! کہ ایک قوم آئے گی جو انہیں ان کے شہر میں قتل کر دے گی۔

اللہ کا حکم ان کو دن اور رات میں کسی وقت بھی جکڑے گا۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! ایسا کب ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: ایسا اُس وقت ہوگا جب تمہارے اور راہ کعبہ کے درمیان ایک ایسی قوم حائل ہوگی۔ جن سے اللہ اور اس کا رسولؐ بیزار ہوں گے۔ آسمان میں تین دن تک مسلسل سرخی نظر آئے گی۔ اس میں ایک ستون نظر آئے گا جیسے چاندی کا ستون ہو۔ جس سے نور ساطع ہوگا۔ پھر آرمینہ اور آذربائی جان سے سردی خروج کرے گا۔ جو رَے کے پیچھے جبلِ اسود پہنچنے کا ارادہ کرے گا، جو جبلِ احمر کے سامنے اور جبلِ طالقان سے متصل ہے پھر اس کے اور مروزی کے درمیان ایسی طویل اور گھمسان کی جنگ ہو گی۔ جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور بوڑھے کمزور۔ ان دونوں کے درمیان کشت وخون کا مقابلہ ہوگا۔

پھر اس وقت توقع کرنا کہ صاحب الزمانؑ کا خروج ہوگا اور آپ زوراہ کی طرف بڑھیں گے۔ وہاں سے ماہان۔ پھر وہاں سے عراق کے شہر واسط پہنچیں گے اور ایک سال تقریباً وہاں قیام کریں گے۔ وہاں سے آگے بڑھ کر کوفہ پہنچیں گے۔ وہاں سے نجف وہاں سے حیرہ اور غربی کی طرف بڑھیں گے۔ وہاں دونوں گروہوں میں ایسی جنگ ہوگی کہ عقل حیران رہ جائے گی۔

نتیجے میں دونوں فوجیں تباہ ہو جائیں گی اور ان میں جو باقی رہ جائیں گے انہیں اللہ کاٹ کے رکھ دے گا۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

أَتَـٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَـٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ ط (سورہ:۱۰، یونس، آیت:۲۴)

''ناگاہ پہنچا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر اس کو کاٹ کر ڈھیر کر ڈالا

گویا کل یہاں آبادی نہ تھی۔''

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! امر سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہام ہی تو اللہ کے امر اور اس کی فوج ہیں۔

میں نے عرض کیا: حضور کیا وہ وقت آ گیا ہے؟

آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (سورہ ۵۴ قمر)

''پاس آ لگی قیامت اور پھٹ گیا چاند۔''●

ابونعیم انصاری

شیخ صدوقؒ سے منقول ہے مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے، انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم جعفر ابن احمد علوی رمی عریضی نے، ان سے ابوالحسن علی بھی بن احمد عقیقی نے، ان سے ابونعیم انصاری زیدی نے انہوں نے کہا: میں مکہ میں مستجار کے پاس تھا۔ ہمارے ساتھ عمرہ ادا کرنے والوں کی ایک جماعت بھی تھی۔

ان میں محمودی اور علان کلینی اور ابوہیثم دیناوی اور ابوجعفر احول ہمدانی اور محمد بن قاسم علوی وہ تمیں افراد تھے اور محمد بن قاسم علوی عقیقی کے سوا اُن میں کوئی مخلص نہ تھا۔ یہ ذوالحجہ کی چھ تاریخ اور سن ۲۹۳ھ تھا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان آیا جو احرام

● کمال الدین، ص: ٤٦٥۔ بحار الانوار، جلد:٥٢، ص: ٤٢۔ نور الثقلین، جلد:٢، ص: ٢٤۔ دلائل الامۃ، ص: ٢٩٦۔ ایقاظ من الهجعة، ص: ٣٨٦

باندھے ہوئے تھا۔اس کے ہاتھ میں اس کی نعلین تھی۔وہ ہمارے درمیان آیا۔

ہم لوگ اس کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔اسے سلام کیا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا اور ہمارے درمیان بیٹھ گیا۔وہ بولا کیا تم جانتے ہو کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنی دعا میں کیا فرماتے تھے؟

ہم نے دریافت کیا: کیا فرماتے تھے؟

اس نے جواب میں کہا: آپؑ فرمایا کرتے تھے!

"اے میرے پروردگار! میں تجھ سے ان اسمائے مقدسہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جن کے باعث آسمان وزمین تھمے ہوئے ہیں۔جن کے باعث حق وباطل کا فرق ہوتا ہے۔جن کی وجہ سے متفرق اور پراگندہ لوگ جمع ہوتے ہیں۔

جن کے ذریعے سے جماعتوں میں افتراق اور اختلاف واقع ہوتا ہے۔

اور جن کے وسیلہ سے ریگ بیابان کے اعداد، پہاڑوں کے اوزان اور دریاؤں کے پانی کا اندازہ ہوتا ہے۔درود بھیج محمدؐ وآلِ محمدؐ پر اور میرے لیے جملہ امور کو کشادہ اور آسان فرما۔"

پھر وہ جوان رعنا اُٹھے! ان کے احترام میں ہم بھی اُٹھے۔وہ طواف میں مشغول ہو گئے۔ان کی ہیبت کے باعث ہم یہ پوچھنا بھول گئے کہ وہ کون تھے؟

دوسرے دن اسی وقت طواف سے فارغ ہو کر تشریف لائے اور اسی طرح ہمارے درمیان بیٹھ گئے پھر دائیں بائیں نظریں کیں اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ امیر

المومنینؑ نماز فریضہ کے بعد کیا دعا مانگتے تھے؟

ہم نے دریافت کیا: کیا فرماتے تھے؟

انہوں نے فرمایا: آپؑ یہ دعا فرماتے تھے۔

پروردگار ——! تیری ہی طرف سب کی آوازیں جاتی ہیں۔ تجھ سے ہی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ تیرے ہی سامنے رخسار رکھے جاتے ہیں۔ تیری بارگاہ میں خضوع و خشوع بجالایا جاتا ہے، تمام اعمال میں تیرا ہی حکم مانا جاتا ہے۔ اے ان سب سے بہتر جن سے سوال کیا جاتا ہے۔ اے تمام عطا کرنے والوں سے بہتر، اُے سچے اور اے عفو کرنے والے، اے وہ جو دعا کرنے کے لیے بھی حکم کرتا ہے اور قبول فرمانے کا بھی وعدہ فرماتا ہے۔ اے وہ کہ جس نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے جو کچھ مجھ سے طلب کیا۔ میں اس سے قریب ہوں۔ اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ جس دم وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔ پس دین کو قبول کرو اور مجھ پر ایمان لاؤ تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو، اے وہ جو ارشاد فرماتا ہے، اے میرے بندو! جو اپنے نفسوں پر اسراف کر چکے ہو خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔

خداتعالیٰ تمام گناہوں کا بخشنے والا ہے، کیونکہ وہ بہت بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ پھر انہوں نے دائیں بائیں نظریں کیں اور فرمایا: کیا تم کو معلوم ہے کہ امیر المومنینؑ سجدۂ شکر میں کیا فرماتے تھے؟

ہم نے دریافت کیا: کیا فرماتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ کہا کرتے تھے! رونے والوں کی گریہ وزاری سوائے تیرے

جود و کرم کے اضافہ کے اور کوئی اضافہ نہیں کرتی۔ اے وہ جس کے پاس آسمان اور زمین کے خزانے ہیں۔ اے وہ جس کے فضل بہت وسیع ہیں۔ میرے گناہ مجھے تیرے احسانات کے ملنے سے نہیں روک سکتے، جن کے لیے میں تیری جناب میں استدعا کرتا ہوں۔

میرے ان امور میں ویسا ہی کر جیسا کہ تیری شایان کے لیے سزوار ہے۔ تو ہر قسم کے عذاب پر قادر ہے۔ مجھ کو ان عذابوں کا پورا استحقاق ہے۔ مجھ کو تیری جناب میں کوئی حجت حاصل نہیں ہے اور نہ تیری درگاہ میں مجھے کوئی عذر کرنے کا موقع ہے۔

میں اپنے گناہ تیری خدمت میں پیش کرتا ہوں اور ان کا اقرار کرتا ہوں تا کہ تو انہیں معاف فرمادے اور تو سب سے بہتر جاننے والا ہے۔ میں ان گناہوں سے جو عمل میں لا چکا ہے بری ہوتا ہوں اور ان تمام خطاؤں سے جو مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں اور ان تمام برائیوں سے جو بجالایا ہوں۔

اے میرے پروردگار! تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور ان تمام امور سے درگزر فرما، جن کو تو سب سے اچھا جانتا ہے، کیونکہ تو سب سے زیادہ عزیز اور مہربانی کرنے والا ہے۔ پھر وہ رخصت ہو گئے۔ اگلے روز پھر آئے اور ہم نے روز کی طرح ان کا استقبال کیا۔ پس وہ ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔ دائیں بائیں دیکھا اور فرمایا: حضرت علیؑ بن حسینؑ سید زین العابدینؑ اپنے سجدے میں اس جگہ اپنے دست مبارک سے حجرِ اسود کی طرف اشارہ فرمایا: تیرا بندہ تیری چوکھٹ پر، تیرا مسکین تیرے دروازے پر تجھ سے ان چیزوں کا طالب ہے جن پر سوائے تیرے کوئی دوسرا قدرت

نہیں رکھتا، پھرانہوں نے دائیں بائیں نظر کی اور محمد بن قاسم علوی کی طرف متوجہ ہوئے اورفرمایا۔

اے محمد بن قاسم! تم بھلائی پر قائم ہو، ان شاء اللہ یہ کہہ کر آپؑ اُٹھ کھڑے ہوئے اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ ہم میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ دعا سیکھی نہ ہو اور پھر ہم بھول گئے تھے۔ لیکن دن کے آخری حصے میں اس بارے میں گفتگو کی۔

محمودی نے ہم سے کہا: اے لوگو! تم جانتے ہو یہ کون تھے؟

ہم نے کہا: نہیں۔

انہوں نے کہا: خدا کی قسم! یہ حضرت صاحب الزمانؑ تھے۔

ہم نے کہا: اے ابوعلی! کیسے ہو؟

وہ بولے: میں نے اپنے رب سے سات سال دعا کی تھی کہ وہ مجھے حضرت صاحب الزمانؑ کی زیارت کرائے۔ سات سال پہلے کی بات ہے! کہ یہی حضرت عرفہ کے روز عشاء کی دعا پڑھ رہے تھے۔

میں نے اُن کی خدمت میں عرض کیا: آپ کون ہیں؟

انہوں نے فرمایا: انسانوں میں سے ہوں۔

میں نے کہا: کن انسانوں میں سے؟ عربوں میں سے یا ان کے دوستوں میں سے؟

فرمایا: عربوں میں سے۔

میں نے دریافت کیا: کن عربوں میں سے۔

فرمایا: اشراف اور بلند مرتبہ لوگوں میں سے۔

میں نے پوچھا: وہ کون ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: بنو ہاشم۔

میں نے عرض کیا: بنو ہاشم کی کس شاخ سے؟

جواب دیا: جو مشورہ دینے میں بلند اور رفعت میں قابلِ تعریف ہیں۔

میں نے دریافت کیا: اُن میں سے کن حضرات سے ہیں؟

فرمایا: ان میں سے ہوں جنھوں نے کھوپڑی کو شگافتہ کیا تھا، کھانا کھلایا تھا اور رات کو اس وقت نماز پڑھی جب لوگ سوئے ہوئے تھے۔ میں سمجھا یہ کوئی علوی آدمی ہے اور میں علویوں سے محبت کرتا ہوں، پھر آپ پوشیدہ ہو گئے۔ مجھے علم نہ ہو سکا کہ آسمان کی طرف گئے یا زمین کے اندر تشریف لے گئے۔

میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا: جو آپ کے گرد جمع تھے کہ کیا تم اس علوی کو جانتے ہو؟

انہوں نے کہا: ہاں۔

ہر سال ہمارے ساتھ پیدل تشریف لا کر حج ادا کرتے ہیں۔

میں نے ان سے کہا: میں نے آپ کے قدم کے چلنے کا کوئی نشان نہیں دیکھا۔

پھر اپنی جدائی کی وجہ سے حزن و ملال کی حالت میں مزدلفہ چلا آیا۔ میں نے اسی رات رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا۔

آپؐ نے فرمایا: اے محمودی! تم نے اپنے مطلوب کو دیکھا۔

میں نے عرض کیا: میرے آقا! وہ کون تھے؟

آپ نے فرمایا: عشا میں تم نے جنہیں دیکھا وہ صاحب الزمانؑ تھے۔ پس ہم نے اس سے یہ بات سنی تو اس پر غصہ کیا تو اس نے ہمیں اس سے آگاہ کیوں نہ کیا۔ تو اس نے بتایا کہ وہ گفتگو کے دوران اس بات کو بھول گیا تھا

مجھ سے اہلِ حدیث عمار بن حسن بن اسحاق الاسروشی نے بیان کیا سرزمین فرغانہ میں جبل بوتک ہر، ان سے ابوالعباس احمد بن خضر نے، ان سے ابوالحسن محمد بن عبداللہ الاسکافی نے، ان سے سلیم نے، ان سے ابونعیم انصاری نے بیان کیا ہے۔

میں مستجار کے قریب مکہ میں تھا اور میرے ساتھ عمرہ ادا کرنے والوں کی ایک جماعت بھی تھی جس میں محمودی اور علان کلینی بھی تھے۔ پھر مذکورہ بالا حدیث بیان کی۔

مجھ سے ابوبکر بن محمد بن علی بن محمد بن حاتم نے بیان کیا، ان سے ابوالحسین عبیداللہ بن محمد جعفر قصبانی بغدادی نے، ان سے ابومحمد علی بن محمد بن احمد بن حسین ماذرائی نے، ان سے ابوجعفر محمد بن علی منقذی حسنی نے مکہ میں بیان کیا: میں مکہ میں مستجار کے قریب تھا۔ میرے ساتھ عمرہ ادا کرنے والوں کی ایک جماعت تھی۔ ان میں محمودی، ابوہثیم الدینادی، ابوجعفر الاحول، علان کلینی اور حسن بن وجناء تھے۔ ہم تیس افراد تھے، پھر مذکورہ حدیث بیان کی۔●

ابوالحسن بن وجناء کا دادا

بیان کیا: مجھ سے ابوالحسن علی بن حسین بن (علی بن) محمدؒ بن علیؑ بن الحسینؑ ابن علیؑ

● کمال الدین، ص: ۴۷۰۔ بحارالانوار، جلد:۹۶، ص: ۱۸۷۔ غیبت طوسی، ص: ۱۵۶۔ دلائل الامامت، ص: ۵۹۔ بلدالامین، ص: ۱۲۔ جنة الامان، ص: ۲۴

بن ابی طالبؑ نے، ان سے ابوالحسین حسن بن وجناء نے، ان کے والد ابی طالب نے، ان سے ابوالحسین حسن بن وجناء نے، ان سے ان کی والدہ نے، ان سے ان کے جد نے بیان کیا کہ میں امام حسن عسکریؑ کے گھر میں موجود تھا۔

کچھ لوگوں نے گھر پر حملہ کیا۔ ان میں جعفر کذّاب بن علیؑ بھی تھے اور وہ لوٹ مار میں مصروف تھے۔ اتنے میں امام زمانہؑ دور سے ظاہر ہوئے۔ میں نے انہیں دیکھا وہ اس وقت چھ سال کے تھے۔ اس کے بعد انہیں کسی نے نہیں دیکھا۔●

میں نے بعض تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہوا پایا اور محمد بن حسن بن عباد سے بھی روایت سنی کہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے جمعہ کے روز بوقت نمازِ صبح شہادت پائی۔ اس رات آپؑ نے اپنے ہاتھوں سے کئی خطوط مزید کے لیے لکھے۔ اس دن آٹھ ربیع الاوّل ۲۶۰ھ تھا۔ اس وقت آپ کے پاس صیقل کنیز اور عقید خادم اور وہ جو اللہ کے علم میں ہے (یعنی امام زمانہؑ) موجود تھے۔

عقید نے کہا: امام حسن عسکریؑ نے پانی مانگا! میں پانی لے کر آیا۔ پانی میں جوش دیا گیا۔ پھر ہم اسے لے کر آئے۔ آپؑ نے فرمایا: نماز کی تیاری کی ابتدا کرو، پھر ہم نے آپؑ کے حجرہ میں چادر بچھادی۔

پس آپؑ نے صیقل سے پانی لیا اور اپنے چہرے کو دھویا اور کہنیوں سے انگلیوں کے سرے تک بار بار دھویا اور اپنے سر اور پیروں کا مسح کیا اور اپنے بستر پر ہی نماز ادا کی۔ پھر آپؑ نے پینے کے لیے پانی کا کوزہ مانگا۔ پانی پیتے ہوئے آپؑ کا ہاتھ کانپنے

● کمال الدین، ص: ۴۷۳۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص: ۴۷۔ حلیۃ الابرار، جلد:۲، ص: ۵۴۶۔ منتخب الانوار المضیئہ، ص: ۱۵۹۔

لگا۔صیقل نے آپؑ کے ہاتھ سے کوزہ لے لیا۔

اسی لمحے آپؑ کا انتقال ہوگیا۔آپؑ کو سرّ من رائے میں آپ کے گھر میں آپؑ کے والد گرامی کے پہلو میں ہی دفن کر دیا گیا۔اس وقت آپؑ کی عمر مبارک انتیس سال تھی۔

عباد نے مجھ سے بیاہ کیا کہ حضرت امام حسن عسکریؑ کی والدہ جن کا نام ''حدیث'' تھا۔مدینہ سے تشریف لائیں۔تب یہ خبر ان کو سرّ من رائے میں ملی اور امام حسن عسکریؑ کے بھائی جعفر اور ان کے مطالبہ میراث اور بادشاہ کے پاس شکایت کے سلسلے کے لمبے چوڑے قصوں کی وضاحت ہوئی۔

اس نے ان تمام امور کو اس کے اوپر ظاہر کر دیا جن کا پوشیدہ رکھنا واجب تھا۔معتمد نے آپؑ کی کنیز صیقل کو گرفتار کروالیا اور اپنے محل میں ہی قید کر دیا۔صیقل نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ حاملہ ہیں۔جس پر معتمد نے اپنی عورتوں ،کنیزوں اور قاضی ابن ابی شوادب کی بیوی کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ صیقل کی سخت نگرانی کریں۔یہاں تک کہ کچھ ایسے واقعات ہوئے جیسے عبیداللہ بن یحیٰ بن خاقان کی موت سرّ من رائے میں بغاوت اور بصرہ میں صاحب زنج کی حکومت جن کی وجہ سے صیقل کی طرف سے توجہ ہٹ گئی۔(کمال الدین،ص:۴۷۳۔بحار الانوار،جلد:۵۰،ص:۳۳۱)

ابوالحسن علی بن محمد حباب کہتے ہیں:مجھ سے ابوالادیان نے بیان کیا،وہ کہتے ہیں کہ عقید خادم کہتا ہے اور محمد بن خیرویہ تستری اور حاجز الوشاء نے عقید خادم سے حکایت کی ہے۔ابو سہل بن نوبخت نے بھی خادم عقید سے روایت کی ہے کہ حجت خدا امام عصرؑ ابن

الحسنؑ ابن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ماہ رمضان میں جمعہ کی رات ۲۵۴ھ کو پیدا ہوئے۔ آپؑ کی کنیت ابوالقاسم اور بعض نے کہا ابو جعفر ہے۔ آپ کا لقب مہدی ہے۔ وہ تمام خلق پر اللہ کی حجت ہیں۔ آپؑ کی والدہ صیقل میں سے کچھ پر انہیں ظاہر کیا گیا۔ کچھ سے چھپایا گیا، کچھ نے ان کے ہونے کا انکار کیا۔ کچھ نے ہمیشہ ان کا تذکرہ کیا اور اللہ ان کے متعلق زیادہ جانتا ہے۔ (کمال الدین، ص:۴۷۴)

ابوالادیان

ابوادیان بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت بجا لایا کرتا تھا۔ میں آپؑ کے خطوط کو شہروں میں پہنچایا کرتا تھا، یہاں تک کہ آپؑ پر بیماری وارد ہوئی۔ جس میں آپؑ کی وفات واقع ہوئی۔ آپؑ نے ایک خط تحریر فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ اس کو مدائن لے جاؤ۔ تم پندرہ روز غیر حاضر رہو گے اور سامرہ (سرّ من رائے) میں پندرہویں دن واپس آؤ گے تو میرے گھر سے موت کی آوازیں سنو گے۔ مجھے غسل دینے کی جگہ پر پاؤ گے۔

میں نے عرض کیا: اے آقا! آپؑ کے بعد قائم کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جو شخص میرے ان خطوط کا تم سے جواب طلب کرے گا۔

میں نے عرض کیا: وضاحت فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا: جو شخص میری نماز (جنازہ) پڑھائے گا۔ وہ میرے بعد قائم ہوگا۔

میں نے عرض کیا: اور وضاحت فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا: میرے بعد امام وہ ہوگا کہ جو کچھ تھیلیوں میں ہوگا اس سے تمہیں

آ گاہ کر دے گا۔ پھر آپؑ کے رُعب اور دبدبہ نے مجھے تھیلیوں کے بارے میں سوال کرنے سے روک دیا۔

میں خطوط لے کر مدائن روانہ ہوگیا۔ وہاں میں نے ان خطوط کے جوابات حاصل کیے جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تھا۔ پندرہویں روز سامرہ (سرّ من رائے) میں داخل ہوا۔ حضرت کے گھر سے موت کی خبر سنی۔ آپؑ غسل کی جگہ پر موجود تھے۔ گھر کے دروازے پر آپؑ کے بھائی جعفر بن علیؑ موجود تھے۔ لوگ انہیں گھیرے ہوئے کھڑے تھے اور پرسہ دے رہے تھے۔ اور (امامت پر) تہنیت کر رہے تھے۔ میں نے دل میں سوچا اگر یہ شخص امام ہے تو پھر امامت باطل ہوگئی، کیونکہ میں اس کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ نبیذ پیتا تھا، اوباشوں میں بیٹھتا تھا اور طنبورہ بجاتا تھا۔ بہرحال میں بھی آگے بڑھا اور تعزیت کی تہنیت دی، مگر کوئی اور بات نہ پوچھی۔

اتنے میں عقید خادم گھر سے نکلا اور بولا: اے سردار! آپ کے بھائی کو کفن دے دیا ہے۔ اب آپ آیئے اور نماز پڑھیے۔ پس جعفر بن علیؑ اور وہ شیعہ جوان کے ساتھ تھے گھر میں داخل ہوئے نیز سماں اور حسن بن علی بھی جن کو (بعد میں) معتصم المعروف بہ سلمہ نے قتل کیا۔

جب ہم لوگ گھر میں حضرت امام حسنؑ بن علیؑ کی مکفون نعش کے پاس پہنچے تو جعفر بن علیؑ آگے بڑھے تاکہ اپنے بھائی کی نماز پڑھائیں۔ انہوں نے تکبیر کا ارادہ کیا تھا کہ ایک بچہ نکلا جس کا چہرہ چاند کی مانند، بال گھنگریالے اور دانت جدا جدا تھے۔

اس نے جعفر بن علیؑ کی چادر کو کھینچا اور فرمایا: اے چچا! پیچھے ہو جائیں میں اپنے

باپ کی نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار ہوں۔ اس صاحبزادے نے نماز پڑھائی اور امام حسن عسکریؑ کو ان کے والد کے پہلو میں دفن کیا۔

پھر فرمایا: اے بصری! ان خطوط کے جواب لاؤ جو تمہارے پاس ہیں۔ میں نے ان کو (خطوط کے جوابات) پیش کیے اور سوچا کہ یہ دو نشانیاں پوری ہوئیں۔ ابھی تھیلیوں کی بات باقی ہے۔ جعفر خجالت کے ساتھ باہر نکلے۔

حاجز الوشاء نے ان سے پوچھا: اے میرے سردار! یہ کون بچہ ہے، جس نے تم پر حجت قائم کی؟

وہ بولے: خدا کی قسم! میں نے آج سے پہلے اس کو کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ اسے جانتا ہوں۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ قم سے ایک جماعت وارد ہوئی۔ اس نے امام حسن عسکریؑ کے متعلق پوچھا: تو اسے بتایا گیا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔

ان لوگوں نے پوچھا: ان کے جانشین کون ہیں؟

لوگوں نے جعفر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ جماعت جعفر کے پاس آئی۔ سلام کیا، تعزیت کی اور امامت کی مبارک باد دی۔

انہوں نے کہا: ہمارے پاس خطوط اور مال ہے۔ آپ فرمائیں کس کے خطوط ہیں اور کتنا مال ہے۔

جعفر یہ سن کر سیخ پا ہو گئے اور کہا: تمہارا خیال ہے کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں۔ اتنے میں ایک خادم ظاہر ہوا، اس نے کہا: خطوط کے مالک فلاں، فلاں اور فلاں اشخاص ہیں اور تھیلیوں میں ایک ہزار دس دینار ہیں۔ امام عصرؑ انہیں طلب فرماتے

ہیں۔ انہوں نے غلام کو خطوط اور مال دے دیا۔ اور کہا: یہی علامت ہے اس شخص کے لیے جو امام ہے۔ پس جعفر بن علی معتمد کے پاس آ گئے اور یہ تمام حالات بیان کر دیے۔ معتمد نے اپنے سپاہی امامؑ کے گھر پر بھیجے جو صیقل کو گرفتار کر کے لے آئے۔ معتمد نے صیقل سے حضرت امام حسن عسکریؑ کے صاحبزادےؑ کو حوالے کرنے کے لیے کہا۔

صیقل نے کسی بھی بچہ کی ولادت سے انکار کر دیا اور دعویٰ کیا کہ میں حمل سے ہوں تا کہ معتمد بچہ کی تفتیش سے غافل ہو جائے۔ پس اس نے صیقل کو ابن ابی شوادب خافی کے پاس قید کرا دیا یہاں تک کہ عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کی ناگہانی موت واقع ہوئی۔

بصرہ میں صاحب الزنج نے بغاوت کر دی۔ ان حالات میں مصروف ہو کر وہ صیقل سے غافل ہو گیا اور اس طرح وہ اس کی قید سے رہا ہوئیں۔ خدا کا شکر ہے۔●

ابوالعباس محمد بن جعفر الحمیری

مجھ سے ابوالعباس احمد بن حسین بن عبداللہ بن مہران الآبی عروفی نے مرو میں بیان کیا، ان سے ابوالحسین بن زید بن عبداللہ بغدادی نے، ان سے ابوالحسن علی بن سنان موصلی نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا: امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد قم سے ایک وفد کچھ اموال کے ساتھ آیا۔ ان کو امامؑ کی شہادت کی خبر نہیں تھی۔

جب وہ لوگ سر من رائے پہنچے اور امامؑ کے متعلق معلوم کیا تو ان لوگوں کو بتایا گیا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے:

● کمال الدین، ص: ٤٧٥۔ مدینۃ المعاجز، ص: ٥٩٧۔ حلیۃ الابرار، جلد: ٣٢، ص: ٥٤٧۔ بحار الانوار، جلد: ٥٠، ص: ٣٣٢

ان لوگوں نے پوچھا: ان کا وارث کون ہے؟

کہا گیا: ان کے بھائی جعفر بن علی۔

پوچھا: وہ کہاں ہیں؟

ان سے کہا گیا: وہ دریائے دجلہ کے کنارے پینے پلانے گئے ہوئے ہیں۔

ان کے ساتھ گانے بجانے والے بھی گئے ہیں۔ وفد کے لوگوں نے آپس میں کہا یہ تو امام کی صفت نہیں ہو سکتی۔ پس ہمیں یہ اموال واپس جا کر ان کے مالکوں کو لٹا دینے چاہئیں۔

ابوالعباس محمد بن جعفر حمیری قمی بولے: ہمیں اس شخص کا انتظار کرنا چاہیے۔

ہمیں اس سے مل کر اس کے متعلق خبر کی صحت کی تصدیق کرنی چاہیے۔ جب جعفر لوٹے تو وہ لوگ ان کے پاس گئے۔

انہیں سلام کیا اور بولے: اے ہمارے سردار! ہم قم سے ہیں اور ہمارے ساتھ کچھ شیعوں کی جماعت میں سے اور کچھ غیر ہیں۔ ہم کچھ اموال شرعیہ امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لائے ہیں۔

جعفر نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا: ہمارے پاس ہے۔

اس نے کہا: لاؤ مجھے دے دو۔

ان لوگوں نے کہا: ایسے نہیں، بلکہ اس مال کو دینے کا ایک طریقہ ہے۔

اس نے کہا: وہ کیا؟

ان لوگوں نے کہا: یہ مال شیعوں سے جمع ہوا ہے پھر اس کو تھیلیوں میں بند کر کے ان پر مہر لگائی گئی ہے۔ ہم جب بھی امام کی خدمت میں پیش کرتے تھے تو آپ فرماتے تھے: یہ مال اتنا ہے یہ دینار اتنے ہیں۔

جعفر بولے: تم لوگ میرے بھائی پر جھوٹ باندھتے ہو۔ یہ علم غیب ہے جس کو سوائے اللہ اور کوئی نہیں جانتا۔ جب ان لوگوں نے جعفر کی یہ بات سنی تو آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

جعفر نے کہا: یہ مال میرے حوالے کردو۔

وہ بولے: ہم تو صرف صاحبانِ مال کے امین اور قاصد ہیں۔

ہم صرف ان علامات کو جو ہم نے امام حسن عسکریؑ میں دیکھیں ہیں مشاہدہ کر کے مال دے سکتے ہیں۔ اگر تم امام ہو تو بیان کرو، ورنہ ہم اس مال کو ان کے مالکان کے پاس لوٹا دیں گے۔ پھر وہ جو چاہے آپ کریں۔ جعفر نے خلیفہ وقت کے پاس شکایت کردی۔ جو سامرہ میں موجود تھا۔

خلیفہ نے ان لوگوں کو طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ مال جعفر کے حوالے کردو۔ انہوں نے خلیفہ کو دعائے خیر دے کر کہا: حقیقتِ حال یہ ہے کہ ہم وہ جماعت ہیں جو ہمارے ملک اور زبان میں اجیر کہے جاتے ہیں۔ ہم لوگ بذاتِ خود ان اموال کے مالک نہیں ہیں، بلکہ ان کے اصلی مالکوں کی طرف وکیل ہیں اور امین بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ان لوگوں نے ہم کو اپنے اموال اس شرط و وعید پر حوالے کیے ہیں کہ ہم ان کی یہ امانت اس شخص کو دے دیں جس کے پاس علامت اور دلائل موجود ہوں۔ چنانچہ امام

حسن عسکری کی حیات میں ہم لوگ برابر ان کی ذات سے ایسے ہی اعجاز دیکھتے رہے۔

خلیفہ نے کہا: حضرت ابو محمدؑ کی وہ علامت کیا تھی؟

لوگوں نے کہا: آنجناب، ہم کو ان کے اموال کی اقسام، تعداد اور ان کے جملہ اوصاف سے پوری خبر دیتے تھے اور ان کے مالکوں کے نام اور ان بھیجنے والوں کے پتے اور نشان کامل طور پر بتلا دیتے تھے۔ جب ان کی زبان معجز بیان سے ہم ان کی یہ تفصیل سن لیتے تھے تب اموال ان کے حوالے کر دیتے تھے۔ اب ان کے انتقال کے بعد اگر یہ شخص بھی انہی اوصاف کے ساتھ موصوف ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہی اعجاز جو ہمارے اُمور خاص کے متعلق ہیں ہم کو دکھلائے جو اس کے بھائی دکھایا کرتے تھے، ورنہ ہم مال کو اپنے ہمراہ لے جا کر ان کے مالکوں کو واپس کر دیں گے۔

ان کے یہ بیانات سن کر جعفر (کذاب) نے معتمد سے کہا: یہ لوگ جھوٹے ہیں اور میرے بھائی پر تہمت لگاتے ہیں یہ تو علم غیب ہے۔

معتمد نے کہا: یہ لوگ ان اموال کی نسبت دوسروں کی طرف سے امین اور رسول ہیں۔ وہ ادائے رسالت کے سوا اور کسی امر کے مجاز نہیں ہو سکتے۔ پس جعفر مبہوت ہو گیا اور سوائے خاموشی کے کچھ اور کرتے نہ بن پڑا۔ ان لوگوں نے معتمد سے درخواست کی کہ چونکہ ہم لوگ مسافر ہیں اور بیابان کے راستوں سے ناواقف ہیں اس لیے کوئی شخص ہمارے ساتھ کر دیا جائے۔ جو ہمیں اس شہر سے نکلنے میں مدد دے۔ معتمد نے اپنا ایک خاص ملازم ان لوگوں کے ہمراہ کر دیا اور وہ اس رہبر سلطانی کے ساتھ واپس ہوئے۔ جوں ہی وہ بیرونِ شہر پہنچے کہ ایک خوش شکل نوجوان ظاہر ہوا۔

معلوم ہوتا تھا کہ وہ خادم ہے۔ اس نے آواز دی اے فلاں ابنِ فلاں اور اے فلاں ابن فلاں تمہارے مولا تمہیں بلاتے ہیں۔

لوگوں نے پوچھا: کیا تم ہمارے مولا ہو؟

اس نے کہا: معاذ اللہ میں تمہارے مولا کا غلام ہوں۔ ان کی طرف چلو۔ ہم لوگ اس غلام کے ساتھ چلے اور خانہ امام حسن عسکریؑ میں داخل ہوئے۔ ان کے صاحبزادے، ہمارے سردار قائمؑ کو دیکھا کہ ایک پُرتکلف تخت پر شان وشوکت کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ آپؑ کا جمال جہاں آراء چودھویں کے چاند کو ماند کر رہا ہے۔ آپؑ اس وقت سبز لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں نے حاضرِ خدمت ہوتے ہی نہایت ادب سے سلام کیا۔ آپؑ نے نہایت خوش اخلاقی سے سلام کا جواب دیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کل مال اتنا ہے۔ اتنے دینار فلاں شخص نے اُٹھا رکھے ہیں۔ اتنے دینار فلاں بن فلاں کی طرف سے ہیں اور کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ جس کی تفصیل نہ بتائی ہو کہ آپ نے نے ہمارے کپڑوں، سواریوں اور برتنوں تک کے بارے میں بتایا۔ پس ہم اللہ عزوجل کے لیے سجدہ میں گر گئے اور اس کا شکر ادا کیا۔ اس نے ہمیں (امامؑ کی) معرفت کرائی، ہم نے اپنے سامنے کی زمین کا بوسہ دیا۔ ہم نے امام سے کچھ سوالات کیے جن کے جوابات آپؑ نے عنایت فرمائے۔ وہ مال ہم نے آپؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آپؑ نے ہمیں حکم دیا کہ اس کے بعد ہم لوگ سامرہ کی طرف مال میں سے کوئی چیز لے کر نہ آئیں۔ آپؑ نے ہمارے لیے بغداد میں ایک شخص مقرر فرما دیا کہ اس کے

پاس مال لائیں اور اس شخص کے ہاں سے آپؑ کے فرمان جاری ہوتے تھے۔ اس کے بعد ہم آپؑ سے واپس ہوئے۔

آپؑ ابوالعباس محمد بن جعفر قمی حمیری کی طرف مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا: خدا تجھے تیرے نفس پر پڑنے والی مشکلات پر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ یہ فرما کر حنوط اور کفن عطا کیا۔ شہر ہمدان کے قریب پہنچ کر محمد بن جعفر قمی نے رحلت فرمائی۔ اللہ ان پر رحمت کرے۔ اس کے بعد ہم لوگ اپنے اموال کو بغداد میں ہی آپؑ کے مقرر کردہ نائبین تک پہنچاتے اور وہیں سے امامؑ کے احکامات جاری ہوتے۔

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ وقت کو امام عصرؑ کے وجود کا علم تھا۔ یہ کہ وہ کہاں ہیں، اسی لیے اس نے اس جماعت سے جو اموال لائے تھے کوئی تعرض نہ کیا اور جعفر کے مطالبہ پر کان نہیں دھرا تا کہ یہ خبر مخفی رہے اور مشتہر نہ ہو۔ ورنہ لوگ بھی امام قائمؑ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ جب جعفر حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد حاکم وقت کے پاس بیس ہزار دینار (بطور رشوت) لے کر آیا اور کہا: میرے بھائی کا مرتبہ و منزلت میرے لیے مقرر کر دو۔ خلیفہ وقت نے کہا: تمہارے بھائی کا منصب میری طرف سے نہیں تھا۔

بلکہ یہ خدا کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ مجھے دیکھو میں نے اپنی تمام تر طاقت اس بات پر صرف کر دی کہ تمہارے بھائی کی قدر و منزلت میں کمی ہو جائے، مگر میری ہر کوشش ناکام ہوگئی اور بلکہ دن بہ دن ان کے مرتبہ، منزلت، علم اور عبادت میں اضافہ ہوتا رہا۔ اگر تمہارے بھائی کے شیعوں کے نزدیک تمہاری ذات میں بھی وہی اوصاف

پائے جاتے تو پھر تم کو ہم سے کسی امداد کی ضرورت نہیں۔اگر ان لوگوں کے نزدیک تمہاری ذات میں وہ اوصاف نہیں پائے جاتے جو تمہارے بھائی میں تھے تو پھر ایسی حالت میں اگر میں تم کو منصبِ امامت پر مامور کر بھی دوں تو میرا یہ فعل تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔●

ابوالقاسم روحی

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابوجعفر محمد بن علی اسود نے کہ محمد بن عثمان عمری کی وفات کے بارے میں علی ابن حسین بن موسیٰ بابویہ نے مجھ سے کہا کہ ابوالقاسم روحی سے گذارش کرو کہ وہ امام زمانہؑ سے عرض کریں کہ آپ میرے لیے ایک بیٹے کی دعا کریں۔

میں نے ابوالقاسم سے کہا، مگر انھوں نے منع کر دیا پھر تین دن کے بعد انھوں نے مجھے بتایا کہ امام عصرؑ نے علی بن حسین کے لیے دعا کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ ان کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اور اس کے بعد اور بھی اولاد ہوگی۔ابوجعفر محمد بن علی اسودی کہتے ہیں: میں نے اپنے لیے بھی درخواست کی کہ میرے لیے بھی ایک فرزند کی دعا فرمادیں، مگر میرے جواب میں فرمایا: اس کی کوئی سبیل نہیں۔پس علی ابنِ حسین کے یہاں اسی سال فرزند پیدا ہوا، پھر اس کے بعد اور اولادیں ہوئیں لیکن میرے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

مرحوم راوندی لکھتے ہیں: علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی نے اپنے چچا کی بیٹی

کمال الدین، ص: ٤٧٦۔ بحارالانوار، جلد: ٥٢، ص: ٤٧۔ اثبات الهداة، جلد:٣، ص: ٦٧٢

سے شادی کی تھی مگر وہ اولادِ نرینہ سے محروم تھے۔

انھوں نے شیخ ابوالقاسم بن روح کو خط لکھا کہ وہ امام زمانہؑ سے التجا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولادِ نرینہ عطا کرے۔ کچھ دنوں کے بعد ناحیہ مبارکہ سے یہ توقیع شریف برآمد ہوئی کہ اس بیوی سے تمہیں اولاد نہیں ہوگی۔ تم عنقریب ایک دیلمی عورت سے نکاح کرو گے۔ جس کے بطن سے خدا تمہیں دو فقیہہ بیٹے عطا فرمائے گا۔

حضرتؑ کا یہ فرمان پورا ہوا۔ شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ کے والد نے کچھ عرصہ بعد ایک دیلمی خاتون سے نکاح کیا۔ جس سے خدا نے انھیں تین بیٹے عطا فرمائے۔ ان میں دو دنیائے اسلام کے مشہور فقیہہ بنے اور تیسرا بیٹا عابد و زاہد بنا، لیکن فقہ سے اس کا کوئی سروکار نہیں تھا۔●

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوجعفر محمد بن علی اسود اکثر مجھ سے فرماتے تھے جب کبھی محمد بن حسن ابن احمد بن ولید مجھے دیکھتے کہ میں علمی کتب کے مطالعہ اور اس کے یاد کرنے میں مشغول ہوں تو فرماتے: طلبِ علم میں تمہاری اس قدر رغبت کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اس لیے کہ تم امام عصرؑ کی دعا سے پیدا ہوئے ہو۔ ●

● الخرائج، جلد:۲، ص: ۷۹۰۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص:٦٩٧۔ فرج المهموم، ص: ۳۸۵۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص: ٦٩٧۔ بحارالانوار، جلد:۵۱، ص: ۳۲۵۔ غیبت طوسی، ص: ۱۸۷

● کمال الدین، ص: ۵۰۲۔ مدینة المعاجز، ص: ٦١٢۔ غیبتِ طوسی، ص: ۱۹٦۔ اثبات الهداة، جلد: ۳، ص: ٦٧٨

احمد بن اسحاق بن سعد اشعری

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: مجھ سے بیان کیا علی ابن عبداللہ وراق نے، ان سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، ان سے بیان کیا احمد بن اسحاق بن سعد اشعری نے: میں حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپؑ کے جانشین کے بارے میں معلوم کرسکوں۔ امام حسن عسکریؑ نے خود ہی ابتداء کی اور فرمایا: اے احمد بن اسحاق! حضرت آدمؑ کی خلقت سے لے کر قیامت تک اللہ زمین کو اپنی حجت سے خالی نہیں چھوڑے گا، انہی کے ذریعے بلاؤں کو اہلِ زمین سے ٹال دے گا، انہی کے طفیل بارش ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے زمین اپنے خزانے ظاہر کرتی ہے۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے بعد خلیفہ اور امام کون ہوگا؟

آپؑ اُٹھے اور اندرونِ خانہ تشریف لے گئے، پھر باہر آئے تو آپؑ کی گود میں ایک تین سالہ بچہ تھا، جس کا چہرہ ماہِ کامل کی طرح چمک رہا تھا۔

فرمایا: اے احمد بن اسحاق! اگر اللہ تم کو مکرم نہ کرتا تو میں یہ بچہ تمہیں نہ دکھاتا۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ اس کا نام اور کنیت رسولؐ اللہ کا نام اور کنیت ہے۔ یہ وہ ہے جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

اے احمد بن اسحاق——!

اس کی مثال اس امت میں خضرؑ اور ذوالقرنینؑ کی سی ہے۔ خدا کی قسم! اللہ اس کو غائب کرے گا جو عقیدۂ امامت پر ثابت قدم رہیں گے اور ان کی تعجیلِ فرج کے لیے دعا کریں گے۔

پس احمد بن اسحاق کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: کوئی ایسی علامت ہے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے وہ بچہ فصیح عربی میں گویا ہوا۔ میں زمین پر بقیۃ اللہ ہوں۔ میں خدا کے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہوں۔ اے احمد بن اسحاق! آنکھوں سے دیکھنے کے بعد علامت طلب نہ کرو۔

احمد بن اسحاق کہتے ہیں: میں امامؑ کے پاس سے بڑا مسرور اور مطمئن نکلا۔ دوسرے دن میں پھر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: فرزند رسولؐ! آپؑ نے جو احسان کیا اس سے میں بہت مسرور ہوں۔ آپ یہ فرمائیں کہ قائمؑ کے لیے خضرؑ اور ذوالقرنینؑ کی کون سی سنت جاری ہوگی۔

فرمایا: اے احمد بن اسحاق! طولِ غیبت۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! ان کی غیبت کتنی طویل ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اتنی طویل کہ اس کی امامت کے قائلین کی اکثریت مرتد ہو جائے گی۔ صرف وہ لوگ اپنے قول پر ثابت قدم رہیں گے جن سے اللہ نے ہماری ولایت کا عہد لیا ہے۔ جن کے دلوں پر ایمان لکھ دیا ہے اور جن کی اپنی رحمت سے مدد کی۔

اے احمد بن اسحاق! یہ اللہ کے اُمور میں سے ایک امر ہے۔ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور اللہ کے غیوب میں سے ایک غیب ہے۔ پس میں نے جو تمہیں (راز) دیا اس کو مضبوطی سے پکڑو، چھپاؤ اور شکر گزار بنو، تا کہ کل تم ہمارے علیین میں سے ہو گے۔ ●(**نوٹ**: حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ابوعلی محمد بن احمد المحمودی

ابوعلی محمد بن احمد محمودی کا بیان ہے کہ میں نے بیس (۲۰) سے کچھ زیادہ حج ادا کیے اور جب بھی میں حج پر جاتا تو غلافِ کعبہ کو پکڑ کر حجرِ اسود کے پاس مقام ابراہیمؑ، موقوف، عرفات و مزدلفہ میں آتا تو رو رو کر اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتا تھا کہ وہ مجھے حضرت صاحب الزمانؑ کی زیارت کا شرف عطا فرمائے۔

ایک بار میں بازار مکہ میں سے گذر رہا تھا کہ ایک شخص شربت بیچ رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ شربت کی خرید و فروخت کے متعلق بحث کرنے میں مصروف تھا کہ اتنے میں کسی نے پیچھے سے میری چادر کھینچی۔ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے ایک پُر ہیبت انسان دکھائی دیا جسے دیکھ کر میں اپنے حواس کھونے لگا۔

اس نے مجھ سے کہا: شربت کا برتن بیچتے ہو؟

میں ان کی شخصیت سے اتنا مرعوب ہوا کہ میں انھیں جواب نہ دے سکا۔ اس کے بعد وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ مجھے گمان ہوا کہ ہو نہ ہو یہی میرے آقا و مولاؑ ہیں۔

پھر ایک دن میں مکہ میں ''باب الصفا'' کے مقام پر نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے سجدۂ شکر میں اپنی کہنی اپنے سینے کے نیچے رکھی ہوئی تھی اور ذکرِ سجدہ میں مصروف تھا کہ کسی نے مجھے اپنے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا: سینہ کے نیچے کہنی مت رکھو۔ میں نے سر

● کمال الدین، ص: ۳۸٤۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص:۲۳۔ اعلام الوری، ص: ٤۱۲۔ تفسیر نور الثقلین، جلد:۵، ص: ۲۷۱۔ مدینۃ المعاجز، ص: ۵۹۸۔ حلیۃ الابرار، جلد:۲، ص: ۵۵۳۔ ینابیع المعاجز، ص: ۱۷٤۔ ینابیع المودۃ، ص: ٤۵۸۔

اُٹھا کر آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ وہی بزرگ تھے جن سے بازار مکہ میں میری ملاقات ہوئی تھی۔ انھیں دیکھ کر مجھ پر ہیبت طاری ہوگئی۔ اس کے بعد وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ مجھے یقین ہوگیا کہ اتنی پُر رعب شخصیت امام زمانہؑ کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔

میں جب بھی حج پر آتا تو رو رو کر اپنے مولاؑ کی زیارت کی دعائیں کرتا تھا۔ چنانچہ ایک سال میں صحن کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا اور میرے ساتھ یمان بن فتح بن دینار، محمد بن قاسم علوی اور علان کلینی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم آپس میں بیٹھ کر باتیں کرنے میں مصروف تھے کہ میں نے اسی بزرگوار شخصیت کو طواف کرتے ہوئے پایا۔ میں نے ان پر نظر رکھی اور ان کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے میں بھی ان کے پیچھے طواف کرنے لگا۔ جب وہ مقام حجر پر پہنچے تو وہاں ایک سائل کھڑا تھا جو لوگوں کو خدا کا واسطہ دے کر سوال کر رہا تھا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچے تو وہ زمین کی طرف جھکے اور وہاں سے کچھ اُٹھا کر اس کی جھولی میں ڈال دیا اور خود طواف میں مصروف ہوگئے۔ میں نے سائل سے پوچھا: انھوں نے تجھے کیا عطا کیا ہے؟

سائل نے بتانے سے انکار کر دیا۔ میں نے سائل کو ایک دینار دے کر کہا: اب بتا: انھوں نے تجھے کیا دیا ہے؟

سائل نے کہا: انھوں نے مجھے بیس (۲۰) دینار دیے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر میرا گمان یقین میں بدل گیا کہ ہو نہ ہو یہ میرے آقا و مولاؑ ہیں۔

اس کے بعد میں واپس اسی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا جہاں میں پہلے بیٹھا ہوا تھا اور

میری نگاہیں ان پر جمی ہوئی تھیں۔ جب وہ طواف سے فارغ ہوئے تو سیدھے ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہمارے دل ان کے رُعب سے لرزنے لگے۔ ہم نے اُٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ وہ آ کر ہمارے پاس بیٹھ گئے۔

ہم نے ان سے عرض کیا: آپ کون ہیں؟

انھوں نے کہا: میں عربی ہوں

ہم نے کہا: عربی کے کس قبیلے سے آپ کا تعلق ہے؟

انھوں نے کہا: میرا تعلق بنو ہاشم سے ہے۔

ہم نے کہا: بنو ہاشم کی کس شاخ سے آپ کا تعلق ہے؟

انھوں نے کہا: خدا نے چاہا تو میری اصلیت تمہیں جلد معلوم ہو جائے گی۔

پھر وہ محمد بن قاسم کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے مخاطب کر کے فرمایا:

محمد! خدا نے چاہا تو تمہارا انجام بہتر ہوگا۔

اس کے بعد انہوں نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ سجدۂ شکر میں کیا پڑھتے تھے؟

ہم نے عرض کیا: ہمیں معلوم نہیں ہے۔

انھوں نے فرمایا: امام زین العابدینؑ سجدہ شکر میں یہ دعا پڑھتے تھے۔

يَا كَرِيْمُ مِسْكِيْنُكَ بِفِنَائِكَ يَا كَرِيْمُ

زَائِرُكَ حَقِيْرُكَ بِبَابِكَ يَا كَرِيْمُ

یہ کہہ کر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے جانے کے بعد ہم آپس میں ان کے

متعلق بحث کرنے لگ گئے۔ پھر دوسرے دن ہم اپنی سابقہ جگہ پر بیٹھے تھے کہ ہم نے انھیں طواف کرتے ہوئے پایا، جب تک وہ طواف میں مصروف رہے ہماری نگاہیں ان پر مرکوز رہیں۔ طواف سے فارغ ہو کر آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے فرمایا: جانتے ہو کہ امام زین العابدینؑ نماز کے بعد تعقیبات میں کیا پڑھتے تھے؟

ہم نے عرض کیا: آپؑ ہمیں وہ تعلیم فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: امام زین العابدینؑ نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ بِهٖ تَقُوْمُ بِهِ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَبِاسْمِکَ الَّذِیْ تَجْتَمِعُ بَیْنَ الْمُتَفَرِّقِ وَتُفَرِّقُ بَیْنَ الْمُجْتَمِعِ وَبِاسْمِکَ الَّذِیْ تُفَرِّقُ بِهٖ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَبِاسْمِکَ الَّذِیْ تَعْلَمُ بِهٖ کَیْلَ الْبِحَارِ وَعَدَدَ الرِّمَالِ وَوَزْنَ الْجِبَالِ اَنْ تَفْعَلَ بِیْ کَذَا وَکَذَا

”اے اللہ! میں تجھ سے اس اسم کا واسطہ دیتا ہوں جس کے ذریعہ تو آسمانوں کو قائم کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ تو متفرق کو جمع اور جمع شدہ کو متفرق کرتا ہے۔ اس اسم کا واسطہ، جس کے ذریعہ تو حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے۔ اس اسم کا واسطہ جس کے ذریعہ سمندروں کی مقدار ریت کے ذرّات کی تعداد اور پہاڑوں کا وزن جانتا ہے کہ میری دعا کو قبول فرما۔“

اس کے بعد آپ مجھے عرفات لے گئے۔ وقوفِ عرفات کے بعد ہم مزدلفہ پہنچے

اور جب رات کو مجھے وہاں نیند آئی تو خواب میں حضرت رسولؐ اللہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: اب تو تمہاری حاجت پوری ہوگئی ہے؟

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کون سی حاجت؟

آپ نے فرمایا: یہی بزرگوار تیرے امامؑ ہیں۔

اس خواب کے بعد مجھے یقین کامل ہوگیا کہ امام زمانہؑ نے مجھے اپنی زیارت کا شرف بخشا ہے۔ (کتاب دلائل الامامت، ص: ۲۹۴)

علی ابن ابراہیم بن مھز یار

علی ابن ابراہیم بن مھز یار کا بیان ہے: میں ایک سال حج کے لیے گیا اور میں نے کچھ روز مدینہ میں قیام کیا۔ وہاں میں نے امام صاحب الامرؑ کے متعلق لوگوں سے جستجو کی، لیکن کسی نے مجھے ان کے متعلق کچھ نہ بتایا۔ جس سے مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ میں گوہر مراد حاصل کرنے سے ناکام رہوں گا۔ یہ سوچ کر مجھے سخت غم لاحق ہوا۔ پھر میں مکہ معظمہ گیا۔ میں نے حج کیا اور عمرہ بجالایا۔ میں ہر وقت حضرت صاحب الامرؑ کی جستجو میں رہتا تھا۔

ایک مرتبہ میں صحن کعبہ میں بیٹھا ہوا امام زمانہؑ کے متعلق غور وفکر کر رہا تھا کہ اچانک مجھے یوں لگا جیسے بیت اللہ کا دروازہ کھلا ہو اور اس سے ایک حسین وجمیل نوجوان برآمد ہوا، جس نے ایک چادر بطور ازار باندھی ہوئی تھی اور ایک چادر سے باقی بدن کو چھپایا ہوا تھا۔ انھیں دیکھ کر میرے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ میں ان کے قریب چلا گیا۔ جب انھوں نے میرے اس التفات کو دیکھا تو مجھ سے کہا: تم کہاں کے رہنے

والے ہو؟

میں نے کہا: میں اہواز کا رہنے والا ہوں۔

انھوں نے کہا: کیا خصیب کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں! میں انھیں جانتا ہوں۔

انھوں نے کہا: خدا اس پر رحمت نازل کرے۔ وہ شب زندہ دار اور خوفِ خدا میں رونے والے ہیں۔

پھر انھوں نے کہا: کیا ابنِ مہز یار کو بھی جانتے ہو؟

میں نے کہا: جناب! وہ تو میں خود ہی ہوں۔

پھر انھوں نے کہا: خدا تمہیں سلامتی عطا کرے، پھر انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے گلے لگا کر کہا: اچھا یہ بتاؤ کیا تمہارے پاس وہ نشانی موجود ہے جو امام حسن عسکریؑ نے تمہیں عطا کی تھی؟

میں نے کہا: جی ہاں، میرے پاس وہ نشانی موجود ہے۔ یہ کہہ کر میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور امام حسن عسکریؑ کی عطا کردہ نشانی انھیں دکھائی۔ جس پر ''محمدؐ وعلیؑ'' کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ جب انھوں نے اس انگشتری کو دیکھا تو زار و قطار رونے لگے اور روتے روتے ان کا گریبان آنسوؤں سے تر ہو گیا اور انھوں نے کہا: ابو محمدؑ! اللہ تم پر رحم کرے آپ ہمارے لیے زینت تھے۔ اللہ نے آپ کو امامت کا شرف عطا کیا تھا اور آپ کو علم و معرفت کا تاج پہنایا تھا۔ ہم بھی آپ کے پاس آنے والے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے مجھ سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور مجھ سے کہا: اے ابو

الحسن! کوئی اور خواہش ہے تو بیان کرو۔

میں نے کہا: جی ہاں! میری سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں اسی امامؑ کی زیارت کروں جو جہان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔

انھوں نے کہا: وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے، البتہ تمہاری بداعمالیوں نے انھیں تم سے اوجھل کر دیا ہے۔ اب اُٹھو اور اپنے خیمہ میں جاؤ اور امام زمانہؑ کی ملاقات کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جاؤ۔ جب رات گہری ہو جائے، جوزاء ستارہ ڈوبنے لگے اور آسمانی ستارے خوب چمکنے لگیں تو تم اس وقت مقام رکن و صفا کے درمیان آ جانا۔ میں تمہیں وہاں ملوں گا۔ یہ سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر کرم کرنے والا ہے۔ بڑی مشکل سے میں نے وقت بسر کیا اور جب وہ وقت آیا تو میں سواری پر سوار ہوا، اور مقام موعود پر جا پہنچا۔ اس وقت وہ وہاں پر موجود تھے اور میرا انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے مجھے ابوالحسن کہہ کر ندا دی۔ میں ان کے پاس گیا۔ انھوں نے مجھے سلام کر کے فرمایا: بھائی آؤ چلیں۔

پھر وہ مجھے ساتھ لے کر مختلف وادیاں طے کرنے لگے۔ وادیاں طے کرتے ہوئے ہم طائف کی پہاڑیوں میں پہنچ گئے۔ اس وقت اُنھوں نے کہا: آؤ نماز شب پڑھ لیں۔

ہم نے نماز شب ادا کی اور اس کے ساتھ نماز وتر بھی پڑھی اور آخر میں تعقیبات اور سجدہ شکر ادا کیا۔ جب ہم نماز سے فراغ ہوئے تو انھوں نے کہا: اب سوار ہو جاؤ اور سفر طے کرو، چنانچہ ہم دونوں اپنی سواریوں پر سوار ہو کر ساتھ ساتھ چل دیئے اور چلتے

چلتے ہم ایک ایسی وادی میں پہنچے جس میں کافور کی خوشبو رچی بسی ہوئی تھی۔

میں نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو مجھے ایک ٹیلے پر ایک ادنیٰ سا خیمہ لگا ہوا دکھائی دیا۔ جس سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

انھوں نے مجھ سے کہا: کیا تمہیں یہاں کچھ دکھائی دے رہا ہے؟

انھوں نے کہا: یہی تو ہماری منزل اور امید گاہ ہے۔

پھر انھوں نے اپنی سواری بڑھائی اور میں بھی ان کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر انھوں نے مجھ سے کہا: اب سواری سے اُتر آؤ اور اپنی ناقہ کی مہار چھوڑ دو۔

میں نے کہا: یوں ناقہ گم بھی تو ہو سکتی ہے۔

انھوں نے کہا: تم اس کی پرواہ مت کرو۔ اس وادی میں صرف مومن ہی داخل ہو سکتا ہے اور یہاں سے کوئی مومن ہی باہر جا سکتا ہے۔ پھر وہ مجھ سے آگے بڑھ کر خیمہ میں داخل ہوئے اور کچھ دیر کے بعد آئے اور انھوں نے مجھ سے کہا: تمہیں مبارک ہو کر تمہیں داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

اس کے بعد میں خیمہ میں داخل ہوا۔ امام صاحب الزمانؑ وہاں تشریف فرما تھے۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوالحسن! ہمیں تو دن رات تمہارا انتظار رہتا ہے، پھر کس کے باوجود تم نے اتنی دیر کیوں کر دی؟

میں نے کہا: مولاؑ! میں مجبور تھا۔ آپ کے متعلق میری رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا واقعی اب تک تمہیں ہماری رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں ملا تھا۔

پھر آپؑ نے زمین پر اپنی انگلی سے خط کھینچا اور فرمایا: نہیں، یہ بات نہیں، اصل

بات یہ ہے کہ تم مال جمع کرنے میں لگ چکے ہو اور کمزور مومنین پر ظلم کرنے لگے ہو۔ تمہارے پاس اس فعل کا کیا جواز ہے؟

میں نے کہا: توبہ توبہ، معافی معافی۔

پھر آپ نے فرمایا: اے ابنِ مہز یار! اگر تم میں ایسے لوگ نہ ہوتے جو ایک دوسرے کے لیے استغفار کرتے ہیں تو تم سب ہلاک ہو جاتے اور اس عمومی ہلاکت سے صرف ہمارے وہ خاص شیعہ ہی محفوظ رہتے جن کے اقوال ان کے افعال کے مطابق ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا: اے ابنِ مہز یار!

جب ایک بچہ برسرِ اقتدار آئے اور مغربی حرکت کرنے لگے اور عمانی چل پڑے اور سفیانی کی بیعت ہو جائے تو اس وقت مجھے خروج کا حکم دیا جائے گا۔ چنانچہ میں تین سو تیراں (۳۱۳) مومنین کی جماعت کے ہمراہ صفا و مروہ کے درمیان خروج کروں گا۔

پھر وہاں سے کوفہ جاؤں گا اور وہاں کی مسجد کو منہدم کر کے اس کی پہلی بنیاد پر اسے دوبارہ تعمیر کراؤں گا۔ مسجد کے گرد ظالم حکام نے جو عمارتیں تعمیر کی ہیں ان سب کو گراؤں گا اور لوگوں کو اسلامی حج کراؤں گا اور اس کے بعد میں یثرب جاؤں گا اور کچھ ظالموں کو سزا دوں گا۔ اس کے بعد آسمان سے ندا بلند ہوگی کہ اے آسمان! ظالموں کو تباہ کر دے۔ اے زمین! تو ظالموں کو پکڑ! تو ظالموں کو پکڑ لے۔ اس کے بعد روئے زمین پر صرف وہی لوگ باقی رہیں گے جن کے دل اخلاصِ ایمان سے معمور ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! اس کے بعد کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: پھر رجعت ہوگی۔ واپسی ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿۶﴾ (سورہ:۱۷، بنی اسرائیل)

''پھر ہم نے تم کو ان پر دوبارہ غلبہ دیا اور ہم نے تمہاری مدد مالوں اور بیٹوں سے کی اور تمہیں زیادہ نفری والا بنادیا۔'' ●

ابراہیم ابن محمد بن احمد انصاری

ابراہیم ابن محمد بن احمد انصاری سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: میں چھ (۶) ذی الحجہ ۲۹۳ھ کو مکہ میں مستجار کے پاس تھا۔ وہاں تقریباً تیس (۳۰) آدمی اور تھے لیکن ان میں محمد بن قاسم علوی کے علاوہ کوئی مخلص نہیں تھا کہ اسی اثناء میں ایک جوان احرام باندھے ہوئے، ہاتھ میں نعلین لیے ہوئے طواف سے نکل کر ہمارے پاس آیا۔ ہم لوگ اسے دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔

اس نے ہمیں سلام کیا اور دو زانوں ہو کر بیٹھ گیا۔ ہم اس کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا اور کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت ابوعبداللہؑ کون سی دعا پڑھا کرتے تھے؟

ہم نے دریافت کیا: وہ کیا پڑھا کرتے تھے؟

کہا: یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

● دلائل الامامت، ص: ۲۹۶۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص: ۱۲۔ غیبت طوسی، ص: ۱۵۶

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ بِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَبِهٖ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِهٖ تُفَرِّقُ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَبِهٖ تَجْمَعُ بَیْنَ الْمُتَفَرِّقِ وَبِهٖ تُفَرِّقُ بَیْنَ الْمُجْتَمِعِ وَبِهٖ اَحْصَیْتَ عَدَدَ رِمَالٍ وَوَزْنَ الْجِبَالِ وَكَیْلَ الْبِحَارِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرے اس اسم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ تو آسمان کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ زمین کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ جس کے ذریعہ سے حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے متفرق کو یکجا کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے مجتمع کو متفرق کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے تو ریت کے ذرات کو شمار کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے تو پہاڑوں کے وزن اور سمندروں کے پانی کی مقدار کا علم رکھتا ہے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور میرے کام میں کشادگی پیدا کر دے۔"

اس کے بعد وہ جوان اُٹھا اور طواف کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔ اس کے اُٹھتے ہی لوگ بھی اُٹھے اور لوٹ آئے، اتنا بھی یاد نہ رہا کہ یہ سوچیں کہ یہ کون ہے اور کیا ہے؟ دوسرے دن اسی وقت وہ جوان پھر طواف سے نکلا اور ہمارے پاس آیا۔ ہم گذشتہ دن کی طرح کھڑے ہو گئے اور وہ اپنی جگہ دو زانوں ہو کر بیٹھ گیا، پھر اس نے دائیں بائیں دیکھا اور کہا: تم جانتے ہو کہ واجب نماز کے بعد حضرت امیر المومنین کون

سی دعا پڑھتے تھے؟

ہم نے عرض کی: کون سی دعا پڑھتے تھے؟

انہوں نے کہا: یہ دعا پڑھتے تھے:

اِلَيْكَ رَفَعَتُ الْاَصْوَاتُ، وَعَنَتُ الْوَجُوْهُ وَ لَكَ خَضَعَتُ الرِقَابَ وَاِلَيْكَ اَلتىٰ كَمْ فِى الْاَعْمَالِ يَا خَيْرُ مَن سَل وَيَا خَيْرُ مَن اَعْطَى يَا صَادِقُ يَا بَارِى يَا مَن لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ يَامَنْ اَمَرَ بِالدُّعَا وَوَعَدَالاِجَابَةَ يَا مَنْ قَالَ اُدْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ يَامَنْ قَالَ اِذَا سَئَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَاِنِّى قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّا ع اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْلِىْ وَلْيُؤمِنُوا بِى لَعَلَّهُمْ يُرْشَدُوْنَ وَيَامَن قَالَ يَا عِبَادِىَ الَّذِيْنِ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰه اِنَّ اللّٰه يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ هَا اَنَا ذَابِيْنَ يَدَيْكَ الْمُسْرِفِ وَاَنْتَ الْقَابِلُ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا

''اے اللہ! ساری فریادیں تیری ہی طرف بلند ہوئی ہیں اور تیرے ہی لیے پیشانیاں جھکتی ہیں اور گردنیں تیرے ہی سامنے خم ہوتی ہیں اور سارے معاملات تیری بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔تو ان سب سے بہتر ہے جن سے مانگا جاتا ہے تو ان سب سے بہتر ہے جو عطا کرنے والے ہیں۔اے وہ جس نے دعا کا حکم دیا اور اسے قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے

اے وہ جو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اے وہ جس نے فرمایا: مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔ اے وہ جس نے فرمایا ہے: جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں قریب ہوں اور جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں۔ تم لوگوں کو مجھے ہی پکارنا چاہیے اور مجھ پر ہی ایمان رکھنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ تم ہدایت پا جاؤ۔ اے وہ جس نے یہ فرمایا ہے: اے میرے وہ بندے کہ جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بے شک اللہ سارے گناہوں کو بخش دے گا کہ وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ معبود! میں تیرے سامنے حاضر ہوں۔ میں پشیمان ہوں۔ میں زیادتی کرنے والا ہوں۔ تو نے فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک خدا تمام گناہوں کو معاف کردے گا۔"

اس کے بعد اس جوان نے پھر دائیں بائیں دیکھا اور ہمارے درمیان محمد بن قاسم پر نظر ڈالتے ہوئے کہا: اے محمد بن قاسم! خدا کے فضل سے تم خیر پر ہو اور محمد بن قاسم آپ کی امامت کا قائل تھا۔ اس کے بعد وہ جوان اُٹھے اور طواف کرنے لگے، پھر ہم میں سے ہر ایک کے دل میں یہ دعا بیٹھ گئی جو اس جوان نے بیان کی تھی۔ لیکن آخری دن تک اس بات کا ذرا بھی خیال نہ رہا کہ ہم ان کے بارے میں کچھ معلوم کرتے۔

ہاں ــــ! جب شام ہوئی تو محمودی نے کہا: لوگو! کیا تم ان جوان کو پہچانتے ہو؟ خدا کی قسم یہی تمہارے زمانے کے امامؑ ہیں۔

ہم نے کہا: اے ابوعلی! تمہیں کیسے معلوم ہے؟

انہوں نے کہا: میں سات سال سے یہ دعا کر رہا ہوں کہ پروردگار! تو مجھے حضرت صاحب الزمانؑ کی زیارت نصیب فرما۔ ●

محمد بن احمد بن خلف

روایوں کی ایک جماعت نے ابو محمد ہارون بن موسیٰ تلعکبری سے، انہوں نے احمد بن علی رازی سے، انھوں نے کہا: مجھ سے بیان کیا محمد بن علی نے انھوں نے محمد بن احمد بن خلف سے ان کا بیان ہے: ایک مرتبہ ہم لوگ عباسیہ مسجد میں پہنچے جو قسطاط مصر سے دو منزل دور ہے اور ہمارے سارے غلام وہاں سے اِدھر اُدھر چلے گئے۔ صرف ایک عجمی غلام مسجد میں ہمارے ساتھ رہ گیا۔ مسجد کے ایک گوشے میں ایک جلیل القدر بزرگ پر میری نظر پڑی، جو تسبیح و تہلیل میں مسلسل مشغول ہیں۔ جب زوال کا وقت داخل ہوا تو میں نے نمازِ ظہر اول وقت ادا کی اور ان بزرگوار کو کھانے پر مدعو کیا تو انھوں نے دعوت قبول فرمائی۔

جب کھانے سے فارغ ہوئے تو میں نے یک زبان عرض کیا: آپ کا اسم گرامی کیا ہے؟ آپ کے والد کا اسم گرامی کیا ہے؟ آپ کس شہر کے باشندے ہیں؟ اور آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟

انھوں نے جواب میں فرمایا: میرا نام محمد بن عبداللہ ہے۔ قم کا باشندہ ہوں اور تیس (۳۰) سال سے حق کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھوم رہا ہوں۔ اس دوران شہر بہ شہر

(کتاب دلائل الامامت، ص: ۲۹۸۔ بحارالانوار، جلد: ۵۲، ص: ۹

اور ساحل بہ ساحل منتقل ہوتا رہا ہوں۔ مکہ و مدینہ میں تقریباً بیس (۲۰) سال مقیم رہا اور اخبار و آثار کی جستجو کرتا رہا۔

انتیسویں (۲۹) سال کا واقعہ ہے۔ میں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ جب مقام ابراہیمؑ پر پہنچا تو نماز ادا کی۔ وہاں ذرا میری آنکھ جھپکی ہی تھی کہ کسی کی آواز کی دعا میرے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ ایسی دعا تھی کہ میں نے کبھی نہ سنی تھی۔ میں چونک پڑا اور دیکھا کہ ایک جوان ہے جس کا گورا رنگ ہے، حسین وجمیل ہے، میانہ قد کا ہے۔ اور وہ دعا میں مشغول ہے۔

اس کے بعد اس نے نماز پڑھی۔ حرم سے نکل کر سعی میں مشغول ہوا میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ یہی جوان صاحب الزمانؑ ہیں۔

الغرض جب وہ سعی سے فارغ ہوئے تو ایک وادی کی طرف چل دیئے۔ میں بھی ان کی مشایعت میں چلا۔ جب ان کے قریب پہنچا تو ایک دیو قامت حبشی نے میرا راستہ روکا اور بڑی مہیب آواز میں بولا: اللہ تجھے موت دے، تیرا کیا ارادہ ہے؟

یہ آواز سن کر میں کانپنے لگا اور ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا اور وہ جناب میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ میں دیر تک حیرانی کے عالم میں وہیں کھڑا رہا۔ بالآخر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوا واپس ہوا کہ میں ایک حبشی کی ڈانٹ پر کیوں ٹھہر گیا۔ واپس آ کر میں نے تنہائی میں اللہ سے دعا کی: پروردگار! تجھے اپنے رسولؐ اور اور ان کی آل پاک کا واسطہ میری کوشش کو رائیگاں نہ فرما۔ وہ چیز ظاہر فرما دے جس سے مجھے اطمینان ہو اور

میں مزید ان کی زیارت سے مشرف ہوسکوں۔

چند برسوں کے بعد میں قبر رسولؐ کی زیارت کو گیا۔ ایک دن آپ کی قبر اور منبر کے درمیان بیٹھا تھا کہ نیند کا غلبہ ہوا۔ معاً کسی نے میرا شانہ ہلایا۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو وہی حبشی سامنے کھڑا ہے۔

اس نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے اب تک کیسی گذری؟

میں نے کہا: الحمد للہ! مگر میں تمہیں برا بھلا کہتا رہا۔

اس نے کہا: ایسا نہ چاہیے تھا۔ مجھے تو حکم ملا تھا اس لیے تمہیں ڈانٹ دیا مگر تم کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور خوش ہونا چاہیے تھا کہ تم نے ان کی زیارت کر لی۔ یہی وقت ہے۔ پھر اس نے میرے ایک اور دوست کا نام لیا جو بڑا عبادت گذار اور دیانتدار تھا اور پوچھا کہ اور فلاں؟ میں نے کہا: وہ آج کل اسکندریہ میں ہے۔

پھر اس طرح میرے کئی دوستوں کے نام لے کر ان کی خیریت دریافت کی۔

اس کے بعد ایک اجنبی شخص کا نام لے کر پوچھا کہ وہ نقفور کیسا ہے؟

میں نے کہا: میں اس کو نہیں جانتا۔

اس نے کہا: ہاں!

تم اس کو کیا جانو وہ ایک رومی آدمی ہے۔ اس کی اللہ تعالیٰ ہدایت کرے گا اور قسطنطنیہ سے نصرت کے لیے آئے گا۔ پھر ایک اور شخص کے متعلق پوچھا۔ میں نے کہا: میں اس کو بھی نہیں جانتا۔

اس نے کہا: وہ اہلِ بیتؑ میں سے ایک شخص ہے جو میرے مولا و آقا کے انصار

میں سے ہے۔ اچھا اب تم اپنے اصحاب سے کہہ دینا کہ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں سے انتقام لے گا اور مظلوموں کی مدد کا اذن دے گا۔ میں ابھی ابھی اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے ملاقات کر کے یہی پیغام انھیں پہنچا کر آ رہا ہوں اور تم سے بھی یہی کہہ رہا ہوں اور یہ کہ تم کو زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ خود کو اطاعتِ خدا میں مشغول رکھو۔ ان شاء اللہ وقتِ ظہور قریب ہے۔●

یوسف بن احمد جعفری

احمد بن عبدون المعروف بابن الحاشر نے ابوالحسن محمد بن علی شجاعی الکاتب سے، انھوں نے ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم نعمانی سے، انھوں نے یوسف بن احمد (محمد) جعفری سے روایت کی ہے: انھوں نے کہا میں نے ۳۰۶ھ میں حج کیا اور اس سے ۳۰۹ھ تک وہیں قیام پذیر رہا، پھر میں وہاں سے شام کے ارادے سے نکلا۔ ابھی میں نے تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ نماز صبح کا وقت ہو گیا۔ میں محمل سے اُترا۔ نماز کی تیاری کی۔ میں نے ایک محمل میں چار آدمی دیکھے۔ میں کھڑے ہو کر انھیں تعجب سے دیکھنے لگا۔ ان میں سے ایک نے کہا: کس چیز نے تمھیں تعجب میں ڈال دیا ہے؟ کہ تم نے اپنی نماز ہی چھوڑ دی۔ اپنے مذہب کی مخالفت کی۔ میں اس شخص سے جو کہ مجھ سے مخاطب تھا کہا تمھیں میرے مذہب کا علم کہاں سے ہوا؟

اس نے کہا: کیا تم اپنے زمانہ کے امامؑ کو دیکھنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: ہاں!

● غیبت طوسیؒ، ص:۱۵۳۔ بحار الانوار، جلد:۵۲، ص:۲۔ ایقاظ، من الھجعۃ، ص:۲۷۰

اس نے چار میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے کہا: ان کی کچھ نشانیاں ہیں۔

اس نے کہا: تم کس نشانی کو دیکھنا چاہتے ہو؟

اونٹ کو دیکھو اور اس پر جو چیز آسمان کی طرف بلند ہو رہی ہے یا آسمان کی طرف بلند ہوتے ہوئے محل کو دیکھو۔

میں نے کہا: دونوں میں سے کوئی بھی ہو، دونوں ہی نشانیاں ہیں۔ میں نے اونٹ اور اس سے آسمان کی طرف بلند ہوتے ہوئے ایک چیز دیکھی اور جس شخص کی طرف اشارہ کیا اس کا رنگ گندمی تھا اور اُس کی پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا۔●

احمد بن عبداللہ ہاشمی

احمد بن علی رازی نے محمد بن علی سے، انھوں نے محمد بن عبدربہ انصاری ہمدانی سے، اور انھوں نے احمد بن عبداللہ ہاشمی سے اور وہ اولادِ عباس میں سے تھے۔

روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں کہ جس روز سرمن رائے میں حضرت ابومحمد امام حسن عسکریؑ کی وفات ہوئی۔ میں آپ کے گھر گیا۔ جب آپ کا جنازہ اندر سے نکال کر باہر رکھا گیا تو ہم انتالیس (۳۹) آدمی موجود تھے جو وہاں بیٹھے ہوئے جنازہ کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی دوران ایک بچہ جو بظاہر دس (۱۰) سال کا معلوم ہوتا تھا دوش پر ردا اور اسی ردا کو بطور نقاب چہرے پر ڈالے ہوئے برآمد ہوا۔ اس کے آتے ہی ہم لوگوں

● غیبت شیخ طوسی، ص: ۱۵۵۔ الخرائج، جلد:۱، ص: ٤٦٦۔ بحارالانوار، جلد: ۵۲، ص: ۵۔ اثبات الہداۃ، جلد:۳، ص: ٦٨٣۔ ثاقب المناقب، ص: ۲۷۰

پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سب تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے، حالانکہ ہم لوگ اس کو پہچانتے بھی نہ تھے۔ وہ آگے کھڑا ہو گیا اور ہم سب اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اس نے نماز جنازہ پڑھائی اور چلا گیا مگر جس گھر سے وہ برآمد ہوا تھا اس میں نہیں بلکہ دوسرے گھر میں داخل ہو گیا۔

ابو عبداللہ ہمدانی کا بیان ہے کہ مقام مراغہ میں مجھ سے ابراہیم بن محمد تبریزی کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے بھی مجھ سے ہاشمی کی مندرجہ بالا روایت کو بے کم وکاست بیان کیا۔ (غیبت طوسی، ص:۱۵۵۔ بحار الانوار، جلد:۵۲، ص:۵)

علی بن ابراہیم بن مھزیار

راویوں کی ایک جماعت نے تعلکبری سے، انھوں نے احمد بن علی رازی سے، انھوں نے علی بن حسین سے، انھوں نے قزوینی سے، انھوں نے حبیب بن محمد یونس بن شاذان صنعانی سے روایت کی ہے: ایک مرتبہ میں علی ابن ابراہیم بن مھزیار کے پاس گیا اور ان سے حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کی اولاد کے متعلق دریافت کیا۔

انھوں نے جواب دیا: بھائی! تم نے تو ایک امر عظیم کا سوال کیا۔

سنو——! میں نے امام زمانہؑ کی زیارت تمنا میں بیس (۲۰) حج کیے مگر کامیاب نہ ہوا۔ ایک شب میں اپنے بستر پر سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے:

اے علی بن ابراہیم! مجھے اللہ تعالیٰ نے حج کا اذن دے دیا ہے۔ اسی وقت رات کو تو میری سمجھ میں نہ آیا مگر جب صبح ہوئی تو فکر لاحق ہوئی اور میں شب و روز موسم حج کا

انتظار کرنے لگا۔ جب حج کا موسم آیا تو سامانِ سفر درست کیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب یثرب (مدینہ) پہنچا تو وہاں حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کی اولاد کے متعلق لوگوں سے دریافت کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ میں بہت متفکر ہوا، اور مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوگیا۔ راستے میں مقام جحفہ میں ایک دن قیام کے بعد مقام غدیر کی طرف روانہ ہوا جو مقام جحفہ سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے، وہاں پہنچ کر میں نے مسجد میں نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کیں لیکن وہاں بھی مقصد پورا نہ ہوا تو عسقلان جا پہنچا اور اس طرح منزل بہ منزل مکہ پہنچ گیا۔ وہاں بھی چند دن قیام کیا اور طواف و اعتکاف میں مشغول رہا۔

ایک شب میں طواف کر رہا تھا کہ دیکھا انتہائی خوبصورت جوان جس کے لباس سے خوشبو آ رہی تھی، بڑی شان کے ساتھ چل رہا ہے اور طواف خانہ کعبہ میں مصروف ہے۔ میرے دل میں کچھ احساس پیدا ہوا، اور میں اس کی طرف بڑھا اور اپنے ہاتھ سے اس کو مس کیا۔

اس نے دریافت کیا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں نے کہا: عراق کے۔

اس نے کہا: عراق میں کس مقام پر؟

میں نے کہا: اہواز میں۔

انھوں نے کہا: تم ابن خضیب کو جانتے ہو؟

اس نے کہا: اللہ ان پر رحم کرے انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

اس نے بھی افسوس ظاہر کیا اور کہا: اللہ اس پر رحم کرے۔ وہ شب بیدار تھا۔ آنسو بہا بہا کر دعائیں مانگا کرتا تھا۔

اچھا۔۔۔! تم علی ابن ابراہیم مہزیار کو بھی جانتے ہو؟

میں نے کہا: (وہ تو) میں ہی ہوں۔

اس نے کہا: اے ابوالحسن! اللہ تم کو سلامت رکھے۔ وہ نشانی کہاں ہے جو تمہیں حضرت ابومحمد امام حسن عسکریؑ سے ملی تھی؟

میں نے کہا: وہ میرے ساتھ ہے۔

اس نے کہا: اچھا نکالو۔

میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر نکالا۔ اس نے اس نشانی کو دیکھا تو بے ساختہ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور ڈھلک کر رُخساروں پر آ گئے۔

اس کے بعد کہا: اے مہزیار! تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ اپنی منزل پر جاؤ اور تیاری کر لو۔ جب رات گہری ہو جائے تو شعب بن عامر چلے آنا وہاں تم مجھے پاؤ گے۔

الغرض میں اپنی منزل پر واپس آیا۔ جب محسوس کیا کہ رات گہری ہو چکی ہے تو اپنی سواری تیار کی۔ سامان باندھا۔ اس پر رکھا اور خود بھی اس کی پشت پر بیٹھ گیا اور آواز دے رہا ہے کہ اے ابوالحسن! اِدھر آؤ، اِدھر آؤ۔ میں نے اپنی سواری اِدھر موڑ دی۔ جب قریب پہنچا تو اس نے سلام کیا اور کہا: بھائی! میرے ساتھ چلو۔ ہم دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے عرفات کی پہاڑیوں کو طے کرتے ہوئے منیٰ کی پہاڑیوں میں جا پہنچے۔ اب فجرِ اوّل طلوع ہونے والی تھی اور ہم طائف کی پہاڑیوں کے درمیان

آ گئے تھے۔

اس جوان نے کہا: سواری سے اُترو اور نمازِ شب پڑھ لو۔

میں نے نمازِ شب پڑھی، پھر نمازِ وتر کے لیے کہا۔ میں نے نمازِ وتر پڑھی پھر کہا: تعقیبات اور سجدہ شکر ادا کرلو۔

میں نے یہ بھی کرلیا۔ جب ہم لوگ ان سب سے فارغ ہوئے تو وہ اپنی سواری پر سوار ہوا، اور مجھ سے سوار ہونے کو کہا۔ پھر ہم دونوں ساتھ چل دیئے یہاں تک کہ طائف کی پہاڑیوں کی چوٹی پر پہنچے تو اس نے کہا: کیا تمہیں کچھ نظر نہیں آ رہا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں! ایک ریت کا ٹیلہ دیکھ رہا ہوں جس پر کمبلوں کا ایک خیمہ نصب ہے۔ جس میں سے روشنی پھوٹ کر ضو دے رہی ہے اور یہ دیکھ کر میرا جی خوش ہو رہا ہے۔ اس نے کہا: وہی تو اپنی منزل اور امید گاہ ہے، پھر کہا: اچھا بھائی! اور آگے چلو۔ اس نے اپنی سواری آگے بڑھائی تو میں بھی اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ چوٹی سے اُتر کر پہاڑی کے دامن میں آ کر مجھ سے کہا: اب سواری سے اُتر جاؤ یہاں پر جبار اور سرکش کو بھی باادب ہونا پڑے گا اور اپنے ناقے کی مہار چھوڑ دو۔

میں نے دریافت کیا: یہاں کون ہے؟ کس پر چھوڑ دوں؟

اس نے بتایا: یہ امام زمانہ کا حرم ہے۔ اس میں مومن کے سوا کوئی داخل نہیں ہو سکتا اور نہ مومن کے سوا اس میں سے کوئی برآمد ہوگا۔

میں نے ناقے کی مہار چھوڑ دی۔ اب ہم دونوں پیدل چل دیئے، تا اینکہ وہ بات خیمہ تک جا پہنچا اور اندر داخل ہوتے ہوئے کہا: تم یہیں ٹھہر جاؤ۔ میں ابھی آتا

ہوں۔تھوڑی ہی دیر میں واپس آیا اور بولا: اندر آ جاؤ۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص تہبند باندھے ہوئے ایک چادر اوڑھے ہوئے اور اس کا ایک سرا کاندھے پر ڈالے ہوئے بیٹھا ہے۔ ارغوانی رنگ، قدمیانہ، سرگول، پیشانی کشادہ، بھنویں ملی ہوئیں، ناک کھڑی ہوئی، رخسار بھرے ہوئے اور داہنے رُخسار پر ایک تل معلوم ہوتا تھا جیسے عنبر پر مشک کا ایک دانہ رکھا ہوا ہے۔

جب میری نظر آنجنابؑ پر پڑی تو میں نے فوراً سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام دیا۔ میری طرف رُخ کر کے اہلِ عراق کے متعلق دریافت کیا۔

میں نے عرض کیا: آقا! اہلِ عراق تو ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ساری اقوام میں رسوا اور ذلیل ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے مہزیار! جس طرح وہ لوگ تم پر حاکم ہیں اسی طرح تم لوگ ان پر حاکم ہو گے اور اس دن وہ لوگ ذلیل ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: آقا! آپ وطن سے بہت دور ہیں اور اس کام میں بہت دیر لگے گی۔

آپؑ نے فرمایا: اے مہزیار! میرے پدر بزرگوار حضرت ابو محمدؑ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ میں اس قوم میں نہ رہوں جن پر اللہ غضبناک ہے اور جو دنیا و آخرت دونوں میں ناکامیاب ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

نیز فرمایا: میں ایسے پہاڑوں میں رہوں گا جہاں پہنچنا دشوار ہو۔ آبادیوں کو چھوڑ کر ویرانوں میں رہوں گا۔ اللہ تم لوگوں کا مددگار ہے۔ زندگی تقیہ میں بسر کرو۔ اس دن

تک جس دن مجھے اللہ تعالیٰ حکم ظہور فرمائے۔

میں نے عرض کیا: یہ امر ظہور کب ہوگا؟

آپ نے فرمایا: جب تمہارے اور کعبہ کے درمیان راستہ روک دیا جائے گا۔ جب شمس و قمر ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور کواکب و نجوم ان کو گھیرے ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! یہ کب ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: فلاں سنہ میں جب صفا و مروہ کے درمیان دابۃ الارض کا خروج ہوگا۔ جس کے پاس حضرت موسیٰؑ کا عصا ہوگا اور حضرت سلیمانؑ کی انگشتری ہوگی، وہ لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے وہاں چند روز قیام کیا پھر مجھے واپسی کا حکم ملا اور اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ مکہ سے کوفہ روانہ ہوا۔ میرے ساتھ میری خدمت کے لیے میرا غلام بھی تھا۔ میں نے اُس دوران خیر ہی خیر دیکھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت محمدؐ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرمائے۔ (غیبت طوسیؒ، ص:۱۵۹۔ بحار الانوار، جلد:۵۲، ص:۹)

حسن بن عبداللہ تمیمی

احمد بن علی رازی نے ابوذر احمد بن ابی سورہ سے روایت کی ہے اور وہی محمد بن حسن بن عبداللہ تمیمی بھی کہتے ہیں کہ یہ زیدیہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مقام حائر پر گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک حسین و جمیل نوجوان نماز میں مشغول ہے، پھر ہم دونوں وہاں سے چل کر مشرعہ پہنچے۔ اس نے کہا: اے ابوسورہ! کہاں کا ارادہ ہے؟

میں نے کہا: کوفہ جاؤں گا۔

اس نے کہا: کس کے ساتھ؟

میں نے کہا: دوسرے لوگوں کے ساتھ؟

اس نے کہا: نہیں، بلکہ تم ہمارے ساتھ چلنا۔

میں نے کہا: ہمارے ساتھ کا کیا مطلب ہے؟

اس نے کہا: ہمارے ساتھ کا مطلب ہے میرے ساتھ۔

الغرض ہم دونوں ساتھ چل دیئے۔ جب مسجد سہلہ کے قبرستان تک پہنچے تو اس نے کہا: دیکھو! وہ تمہاری منزل ہے اب چاہو تو چلے جاؤ۔

پھر کہا: تم ابنِ رازی علی بن یحییٰ کے پاس جانا۔ وہ تمہیں کچھ رقوم دے گا، جو اُس کے پاس محفوظ ہے۔

میں نے کہا: وہ مجھے کیوں دے گا؟

اس نے کہا: تم اس رقم کی نشاندہی کرنا کہ وہ رقم ہماری کی ہے فلاں جگہ رکھی ہے اور اس پر فلاں چیز ڈھکی ہوئی ہے۔

میں نے اس سے دریافت کیا: آپ کون ہیں؟

انھوں نے فرمایا: میں محمدؑ بن حسن عسکریؑ ہوں۔

میں نے عرض کیا: اگر اس نشاندہی کے باوجود اس نے انکار کیا رقم نہ دی تو پھر؟

انھوں نے فرمایا: میں تمہارے پیچھے پیچھے ہوں۔

ابن ابی سورہ کا بیان ہے کہ میں ان کے ارشاد کے مطابق ابن رازی کے پاس

گیا اور اس رقم کی نشاندہی کی تو اس نے وہ رقم مجھے دے دی۔ میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے پیچھے پیچھے ہوں۔

ابن رازی نے کہا: اس نشاندہی کے بعد کسی شئے کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ اس کا علم سوائے اللہ کے اور کسی کو نہ تھا اور اس نے وہ مال مجھے دے دیا۔ ●

ایک دوسری روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ ابوسورہ نے بیان کیا کہ اس نوجوان نے (میری مزاج پرسی کی) میرا حال دریافت کیا۔ میں نے اپنی تنگدستی کا تذکرہ کیا اور اسی طرح ہم دونوں چلتے رہے، یہاں تک کہ مقام نواویس پر سحر کے وقت جا پہنچے۔ جب ہم وہاں بیٹھ گئے تو آپ نے اپنے ہاتھ سے زمین کریدی تو پانی نکل آیا۔ اس نے وضو کیا، تیراں (۱۳) رکعت نماز پڑھی۔ پھر مجھ سے فرمایا: تم ابوالحسن علی ابن یحییٰ کے پاس جاؤ، اس سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ اس شخص نے تم سے کہا ہے کہ ابوسورہ کو سات سو دینار میں سے جو فلاں مقام پر مدفون ہیں ایک سو دینار دے دو۔ چنانچہ میں اس وقت اس کے گھر پہنچا۔ دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ایک کنیز کی آواز آئی: کون صاحب؟

میں نے کہا: اپنے مالک سے کہہ دو کہ ابوسورہ آیا ہے۔

پھر میں نے ابوالحسن کو کہتے ہوئے سنا کہ ابوسورہ کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟

مگر اس کے باوجود باہر آیا تو میں نے اس کو سلام کیا اور سارا قصہ بیان کیا تو وہ اندر گیا اور ایک سو دینار لا کر میرے حوالے کر دیئے اور مجھ سے دریافت کیا: تم نے

● غیبت طوسیؒ، ص: ۱۶۳۔ بحارالانوار، جلد: ۵۲، ص: ۱۴۔ اثبات الهداة، جلد: ۳، ص: ۶۸۶۔ خرائج و جرائح، جلد: ۱، ص: ۴۷

آنجنابؑ سے مصافحہ کیا تھا؟

میں نے کہا: جی ہاں!

یہ سن کر اس نے میرا ہاتھ پکڑا، اپنی آنکھ اور چہرے پر مَلا۔

احمد بن علی کا بیان ہے کہ محمد بن علی جعفری اور عبداللہ ابن حسن بن بشر خزاز وغیرہ نے بھی یہی روایت بیان کی ہے۔●

زہری اور عمری

محمد بن یعقوب نے زہری سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اس (ملاقات امام زمانہؑ) کے بارے میں انتھک کوشش اور کافی رقم خرچ کی۔ چنانچہ میں عمری کے پاس پہنچا۔ ان کی خدمت کرتا رہا، پھر ایک مدت کے بعد میں نے ان سے حضرت صاحب الزمانؑ کی زیارت کی تمنا ظاہر کی۔ انھوں نے فرمایا: ان تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ جب میں نے زیادہ منت سماجت کی تو انھوں نے فرمایا: اچھا! کل صبح اوّل وقت آنا، چنانچہ میں خوشی خوشی علی الصباح جا پہنچا تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک جوان تاجرانہ لباس میں موجود ہے۔ جس کی بغل میں سامانِ تجارت ہے۔ میں عمری کے قریب گیا تو انھوں نے مجھے اشارہ کیا۔

میں جناب کی طرف بڑھا اور ان سے جو کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا کیا۔ آنجناب نے جواب دیا۔ پھر آپ گھر کے اندر جانے لگے تو عمری نے کہا: مزید جو کچھ پوچھنا ہو

● غیبت طوسیؒ، ص: ۱٦٣؛ بحار الانوار، جلد: ٥٢، ص: ١٥۔ اثبات الھداۃ، جلد: ٣، ص: ٦٨٤، خرائج و جرائح، جلد: ١، ص: ٤٧١

پوچھ لو، ورنہ اس کے بعد تم ان کو نہ دیکھ سکو گے۔ چنانچہ میں آگے بڑھ کر سوال کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ میری بات کے بغیر یہ فرماتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہو گئے۔

مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مِنْ آخَرِ الْعِشَاءِ إِلٰى اَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مِن آخِرِ الْغَدَاةِ إِلٰى اَنْ تَنْقَضِى النُّجُوْمُ

"ملعون ہے، ملعون ہے وہ شخص جو نمازِ مغرب میں اتنی تاخیر کرے کہ آسمان میں ستارے پھیل جائیں۔ ملعون ہے، ملعون ہے وہ شخص جو نماز صبح میں اتنی تاخیر کرے کہ آسمان کے ستارے غائب ہو جائیں۔"

بس یہ فرما کر آپ گھر میں داخل ہو گئے۔●

اسماعیل بن علی نوبختی

احمد بن رازی نے محمد بن علی سے، انھوں نے عبیداللہ بن محمد بن جابان دہقانی سے، انھوں نے ابوسلیمان داؤد بن غسان بحرانی سے روایت کی ہے کہ ابوسہل اسماعیل بن علی نوبختی نے مجھے بتایا کہ حضرت امام مہدیؑ ابن امام حسن عسکریؑ کی ولادت باسعادت مقام سامرہ میں ۲۵۶ھ میں ہوئی۔

ان کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی صیقل ہے۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ نبی اکرمؐ نے آپ کی یہی کنیت بتائی تھی اور فرمایا تھا کہ ان کا نام میرا نام اور ان کی کنیت میری کنیت اور لقب ان کا مہدیؑ ہوگا اور وہی حجت، وہی منتظر اور وہی صاحب الزمانؑ ہوگا۔

● غیبت طوسیؒ، ص: ١٦٤ـ بحار الانوار، جلد: ٥٢، ص: ١٥ـ احتجاج طبرسی، ص: ٤٨٩

اسماعیل بن علی کا مزید بیان ہے کہ جب حضرت امام حسن عسکریؑ مرض موت میں مبتلا تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنے خادم عقید کو طلب کیا جو ایک نوبیہ حبشی تھا۔ اس سے قبل وہ زمانہ امام علی نقیؑ کی خدمت پر مامور تھا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو اسی نے پالا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اے عقید! ذرا مصطکی پانی میں ڈال کر اُبال لاؤ۔ اس نے پانی اُبالا تو وہ پانی آپ کی کنیز صیقل والدہ حضرت خلف امام عصرؑ لے کر آئیں۔ جب آپ نے پیالہ ہاتھ میں لیا تو آپ کا ہاتھ کانپنے لگا اور پیالہ آپ کے دانتوں سے لگ کر بجنے لگا۔ آپؑ نے وہ پیالہ چھوڑ دیا اور عقید سے فرمایا: اچھا! اندر جاؤ وہاں تم ایک لڑکے کو حالتِ سجدہ میں دیکھو گے۔ اسے میرے پاس لے آؤ۔

عقید کا بیان ہے کہ میں اندر گیا۔ اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو دیکھا ایک لڑکا سجدے میں ہے اور اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کیے ہوئے ہے۔ میں نے قریب جا کر سلام کیا۔ میری آواز سن کر انھوں نے نماز کو مختصر کیا۔

میں نے عرض کیا: میرے آقا نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ اتنے میں ان کی والدہ صیقل آ گئیں اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کے والد امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں لے گئیں۔

ابو سہل کا بیان ہے کہ جب صاحبزادے آپ کی خدمت میں آئے تو ان کا چہرہ مبارک موتی کی طرح دمک رہا تھا۔ گھونگریالے بال، کھلے کھلے دانت تھے۔ امام حسن عسکریؑ نے جب صاحبزادے کو دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا: اے اپنے اہل بیتؑ کے

سردار! تم مجھے پانی پلاؤ۔ اب میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں۔

صاحبزادے نے پیالہ اپنے ہاتھ سے اُٹھایا اور امام حسن عسکریؑ کے دہن مبارک سے لگایا۔ آپؑ نے پانی پینے کے بعد فرمایا: میں نماز پڑھوں گا اس کا انتظار کرو۔

آپ کے سامنے رومال رکھ دیا گیا اور صاحبزادے نے باری باری منہ اور ہاتھ وضو کے لیے دھلائے پھر سر اور دونوں پاؤں کا مسح کرایا۔

پھر حضرت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: اے میرے فرزند! خوشخبری ہو کہ تم مہدیؑ اور اللہ کی زمین پر اللہ کی حجت ہو۔ تم رسول اللہؐ کے فرزند، میرے فرزند اور میرے وصی ہو۔ تم محمدؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہو۔ تم پر ائمہؑ کے سلسلے کا خاتمہ ہے۔ تمہاری پیدائش کی خوشخبری رسول اللہؐ نے دی تھی۔ آنحضرتؐ نے تمہارا نام اور تمہاری کنیت رکھی۔ یہ بات مجھے میرے پدر بزرگوار نے اپنے آبائے طاہرین سے سن کر تعلیم فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ اہل بیتؑ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ بے شک ہمارا پروردگار ہی لائق حمد اور صاحب مجد و بزرگی ہے۔ اس کے بعد اسی وقت حضرت امام حسن عسکریؑ نے انتقال فرمایا۔●

یعقوب بن یوسف

ابوالحسن محمد بن جعفر اسدی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: مجھ سے بیان کیا حسین بن محمد بن عامر اشعری قمی نے اور ان کا بیان ہے کہ مجھ سے یعقوب بن یوسف

● غیبت طوسیؒ، ص: ١٦٤۔ بحارالانوار، جلد: ٥٢، ص: ١٦۔ اثبات الهداة، جلد: ٣، ص: ٤١٥۔ العوالم، ص: ١٥

ضراب غسانی نے اصفہان سے واپسی پر بتایا کہ میں نے ۲۷۱ میں اپنے شہر کے ایک گروہ کے ساتھ حج کیا، جو مخالفین میں سے تھے۔

جب ہم لوگ مکہ پہنچے تو ہم میں سے ایک شخص نے سوف اللیل کی گلی میں ایک مکان کرائے پر لے لیا۔ حسنِ اتفاق سے وہ مکان ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا تھا۔ جو اَب ''دارالرضا'' کے نام سے موسوم تھا۔ اس میں ایک ضعیفہ رہتی تھی۔

جب مجھے معلوم ہوا کہ اس مکان کا نام ''دارالرضاؑ'' ہے تو اس ضعیفہ سے دریافت کیا تم اس گھر کے مالک کی کون ہو؟ اور اس گھر کا نام ''دارالرضا'' کیوں ہے؟ اس نے کہا: میں صاحبانِ خانہ کی کنیزوں میں سے ہوں۔ یہ مکان حضرت علیؑ ابن موسیٰؑ الرضا کا ہے۔ اس میں مجھے حضرت امام حسن عسکریؑ نے بسایا تھا کیونکہ میں ان کی کنیزی میں رہ چکی ہوں۔ جب میں نے یہ سنا تو مجھے اس ضعیفہ سے ایک طرح کا انس پیدا ہو گیا مگر یہ میں نے اپنی رفقاء مخالفین پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ پھر جب بھی میں رات کے وقت طواف سے واپس آتا تو ان لوگوں کے ساتھ مکان میں سویا کرتا۔

ہم لوگ دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے کواڑ سے ملا کر ایک بڑا سا پتھر بھی رکھ دیا کرتے تھے۔ ایک شب جس برآمدے میں سو رہے تھے ایک چراغ کی روشنی مجھے نظر آئی۔ جیسے کوئی مشعل روشن ہو۔ پھر دیکھا کہ دروازہ خود بخود کھل گیا اور ایک مرد میانہ قد، گندمی رنگ، چھریرا بدن، پیشانی پر سجدہ کا واضح نشان، جسم پر قمیص، تہبند، پاؤں میں بغیر موزے کے جوتے پہنے ہوئے اندر داخل ہوا، اور سیدھا بالا خانے پر چڑھ گیا۔

جہاں وہ ضعیفہ رہا کرتی تھی اور ہم لوگوں کو یہ تاکید کر دی تھی کہ بالا خانے پر میری بیٹی رہتی ہے لہٰذا اوپر کوئی نہ جائے۔

وہ مرد جس وقت بالا خانے کے اوپر جاتا تو میں دیکھا کرتا کہ جو روشنی برآمدے سے گذری تھی وہ اب بالا خانے پر جا پہنچی۔ اس ماجرے کو میں ہی نہیں بلکہ میرے دوسرے ساتھی بھی دیکھتے۔ انھیں یہ گمان ہوتا کہ یہ مرد اس ضعیفہ کی بیٹی کے پاس جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس کی بیٹی سے متعہ کرلیا ہے اور یہ زنِ علویہ اس کو جائز سمجھتی ہے۔

الغرض ـــــ! ہم اس مرد کو برابر آتے جاتے دیکھا کرتے، مگر جب دروازے پر جا کر دیکھتے تو پتھر اپنے مقام پر رکھا ہوا ہے اور دروازہ بھی اسی طرح سے بند ہے۔ اس کو کوئی کھولتا بھی نہیں ہے، نہ کھول کر پھر اس کو بند کرنے آتا ہے اور وہ مرد برابر آتا جاتا رہتا ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے جستجو ہوئی اور میں نے چاہا کہ اس ضعیفہ سے اس مرد کے متعلق دریافت کیا جائے کہ یہ کون ہے اور کیوں آتا ہے؟

ایک دن میں نے اس سے کہا: اے فلانی! تجھ سے میں تنہائی میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں مگر سب لوگ موجود ہوتے ہیں، موقع نہیں ملتا لہٰذا جب مجھے تنہا دیکھو تو بالا خانے سے نیچے آجانا۔ اس نے فوراً جواب دیا میں بھی تنہائی میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں مگر لوگ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں اس لیے موقع نہیں ملتا۔

میں نے کہا: تم مجھ سے کیا بات کرنا چاہتی ہو؟

ضعیفہ نے کہا: دیکھو اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ وہ تم سے یہ کہتے ہیں کہ تم اپنے ساتھیوں اور شرکاء سے لڑائی جھگڑا مت کیا کرو۔

میں نے پوچھا: کون کہہ رہے ہیں؟ اس نے کہا: میں کہہ رہی ہوں۔ چونکہ میرا دل پہلے سے کھٹک رہا تھا۔ اس لیے مارے ہیبت کے اس سے مزید کچھ کہنے کی جرأت ہی نہ کر سکا۔ صرف اتنا پوچھ لیا کہ ساتھیوں سے تمہاری مراد کیا ہے؟ (میرا خیال تھا کہ وہ میرے موجودہ حج کے ساتھیوں کے متعلق کہہ رہی ہوگی مگر)۔ اس نے کہا: وہ ساتھی جو تمہارے شہر میں تمہارے گھر کے اندر تمہارے ساتھ رہتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میری اوران لوگوں کی دینی مسائل پر بحث اور نوک جھونک چلتی رہتی تھی چنانچہ ان لوگوں نے میری شکایت کی اور اس سبب سے میں وہاں سے بھاگ کر روپوش ہو گیا تھا اور اب میری سمجھ میں آیا کہ اس ضعیفہ نے میرے ان ساتھیوں کے بارے میں کہا تھا۔

میں نے پوچھا: امام رضاؑ سے تمہارا کیا ربط ہے؟

اس نے کہا: میں حضرت امام حسن عسکریؑ کی خادمہ ہوں۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ اس کا ربط اس خاندان سے ہے تو میں نے امام غائبؑ کے متعلق دریافت کیا اور کہا تجھے خدا کی قسم! سچ بتا کہ تو نے اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھا ہے؟

اس نے کہا: اے برادر! میں نے انھیں اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھا اس لیے کہ جب میں وہاں سے چلی تھی تو اس وقت میری بہن حاملہ تھی مگر حضرت امام حسن عسکریؑ نے مجھے یہ خوشخبری دی تھی کہ تو آخر عمر میں امام غائب کی زیارت کرے گی اور تو اس کے لیے ویسی ہی ہوگی جیسے میرے لیے ہے۔ پھر اس نے کہا: اس وقت میرا قیام مصر میں ہے۔ اب میں یہاں اس لیے ہوں کہ انھوں نے ایک مرد خراسانی جو عربی زبان سے ناواقف ہے کے ہاتھ تیس (۳۰) دینار سفر خرچ کے لیے بھیجے ہیں اور خط لکھا

ہے کہ تم اس سال حج کرو تو میں اس شوق میں آتی ہوں کہ یہاں ان کی زیارت ہوگی۔

یہ قصہ سن کر میرے دل نے گواہی دی کہ جس مرد کو میں نے آتے جاتے دیکھا ہے یہ وہی ہیں چنانچہ میں نے دس (۱۰) درہم لیے۔ جن میں سے چھ سکے حضرت امام زمانہؑ کے نام کے تھے جنھیں میں نے اس لیے چھپا رکھا تھا کہ ان کو مقام ابراہیمؑ میں ڈال دوں گا، کیونکہ میں نے نذر مانی تھی اور دل میں سوچا تھا کہ مقام ابراہیم میں ڈالنے سے افضل اور زیادہ ثواب تو اس میں ہے کہ یہ میں ان لوگوں کو دے دوں جو اولادِ فاطمہؑ میں سے ہیں۔

چنانچہ میں نے دس (۱۰) درہم اس ضعیفہ کو دیے اور کہا: اولادِ فاطمہؑ میں سے جو تیری نظر میں زیادہ حقدار ہو اس کو دے دینا اور خیال تھا کہ یہ ضعیفہ یہ رقم اس مرد کو دے گی جو آیا کرتا تھا۔

الغرض ——! اس ضعیفہ نے وہ رقم لی اور بالا خانے پر گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی اور بولی کہ وہ کہتے ہیں اس رقم کے لینے کا مجھے حق نہیں ہے۔ تم اسے اسی جگہ ڈال دو جہاں کے لیے تم نے طے کر کی ہے۔ اور نذر مانی ہے۔ (میں نے ایسا ہی کیا اور دل میں کہا: جو حکم دیا جا رہا ہے یہ اسی مرد کی طرف سے ہے) پھر میرے پاس ایک توقیع کی نقل بھی تھی، جو آذربائیجان میں قاسم بن علاء امام غائب کی توقیعات کو ضرور دیکھا ہوگا۔

اس نے کہا: لاؤ اس اسے پہچانتی ہوں۔ میں نے وہ نقل اس کو دکھائی اور خیال تھا کہ شاید یہ پڑھ لے گی۔ اس نے کہا: اسے میں یہاں تو نہیں پڑھ سکتی۔ پھر وہ توقیع لے

کرا اوپر چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد نیچے اُتر کر آئی اور بولی ہاں درست ہے اور میں تمہیں ایک خوشخبری بھی سناتی ہوں جو تمہارے لیے مفید ہے مگر دوسروں کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔اس کے بعد اس ضعیفہ نے کہا: وہ فرماتے ہیں: جب تم اپنے نبیؐ پر درود بھیجتے ہو تو کس طرح؟ میں نے کہا: میں اس طرح کہتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ كَاَفْضَلِ مَا صَلَّيْتَ وَ بَارَكْتَ وَ تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

اس ضعیفہ نے کہا: نہیں بلکہ، جب تم درود بھیجو تو ہر ایک کا نام لے کر الگ الگ درود بھیجا کرو۔ میں نے کہا: بہتر ہے۔

دوسرے دن جب وہ اوپر سے اُتری تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پرچہ تھا۔ اس نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ جب تم اپنے نبیؐ کے اوپر درود بھیجو تو اس نسخہ کے مطابق بھیجا کرو۔

میں نے وہ پرچہ لے لیا اور اس پر عمل کرنے لگا۔ پھر میں نے متعدد راتوں میں دیکھا کہ وہ مرد بالا خانے سے اُترتا اور چراغ کی روشنی بدستور قائم رہتی تو میں دروازہ کھولتا اور اس روشنی کے پیچھے چلتا مگر مجھے صرف روشنی نظر آتی لیکن وہ شخص نظر نہ آتا یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا۔

نیز مختلف شہروں کے لوگوں کو دیکھتا کہ اس کے دروازے پر آتے اور اپنے اپنے عریضے اس ضعیفہ کو دیتے اور یہ بھی دیکھا کہ وہ ضعیفہ ان لوگوں کا رقعہ جواب کے ساتھ

واپس کرتی اوران سے ایسی زبان میں گفتگو کرتی جسے میں نہ سمجھتا۔

ان میں سے چند لوگ واپسی پر راستے میں بھی ملتے رہے تاوقتیکہ میں بغداد پہنچ گیا۔

مندرجہ ذیل درود جو اس پرچہ میں امام زمانہؑ نے تحریر فرمائے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ سید المرسلین و حجة رب العالمین المنتخب فی المیثاق المصطفی فی الظلال المطهر من كل افة البری من كل عیب المواصل للنجاة المرتجی للشفاعة المفوض الیه دین اللّٰه

اللهم شرف بنیانه وعظم برهانه وافلج حجة وارفع درجته واضی نوره وبیض وجهه واعطه الفضل والفضیله والدرجة والوسیلة الرفیعة وابعثه مقاما محمودا یغبطه به الاولون والاخرون وصل علی امیر المومنین و وارث المرسلین وقائد الغرالمحجلین و سید الوصیین و حجة رب العالمین و صل علی الحسن بن علی امام المومنین ووارث المرسلین و حجة رب العالمین و صل علی علی بن الحسین امام المومنین وو وارث المرسلین وحجة رب العالمین وصل علی محمد بن علی امام المومنین ووارث المرسلین وحجة رب العالمین وصل علی جعفر بن محمد امام المومنین و وارث المرسلین و حجة رب العالمین وصل علی موسی

ابن جعفر امام المومنین ووارث المرسلین و حجة رب العالمین و صل علی علی ابن موسی امام المومنین و وارث المرسلین و حجة رب العالمین وصل علی محمد بن علی امام المومنین و وارث المرسلین و حجة رب العالمین وصل علی علی ابن محمد امام المومنین ووارث المرسلین و حجة رب العالمین و صل علی حسن ابن علی امام المومنین و وارث المرسلین و حجة رب العالمین وصل علی الخلف الصالح الهادی المهدی امام المومنین ووارث المرسلین و حجة رب العالمین اللهم صل علی محمد و اهل بیته الائمة الهادین المهدیین العلماء الصادقین الابرار المتقین دعائم دینک وارکان توحیدک و تراجمة وحیک و حججک علی خلقک و خلفائک فی ارضک الذین اخترتهم لنفسک واصطفیتهم علی عبادک وارتضیتهم لدینک وخصصتهم بمعرفتک و جللتهم بکرامتک وغشیتهم برحمتک وربیتهم بنعمتک وغذیتهم بحکمتک والبستهم من نورک ورفعتهم فی ملکوتک وحففتهم بملائکتک وشرفتهم بنبیک

اللهم صل علی محمد و علیهم صلاة کثیرة دائمة طیبة لا یحیط بها الا انت یسعها الا علمک ولا یحصیها أحد غیرک

اللهم صل علی ولیك المحیی سنك القائم باسرك الداعی الیك الدلیل علیك و حجتك علی خلقك وخلیفتك فی ارضك وشاهدك علی عبادك

اللهم اعز نصره وامدد فی عمره وزین الارض بطول بقائه اللهم اكفه بغی الحاسدین واعذه میلاً شرالكائدایں و ازجر عند الیرارة الظالمین و تخلصه من ایدی الجبارین اللهم اعطه فی نفسه و زریته وشیعته ورعیته وخاصته وعامته وعدوه وجمیع اهل الدنیا ما تقربه عینه ویسر به نفسه وبلغه افضل امل فی الدنیا والاخرة انك علی كل شیء قدیر اللهم جدد به ما محی من دینك واحی به ما بدل من كتابك واظهر به ما غیر من حلمك حتی یعود دینك به وعلی یدیه غضا جدیداً خالصاً مخلصاً لا شك فیه ولا شبهة معه ولا باطل عنده ولا بدعة لدیه

اللهم نور بنوره كل ظلمة وهد بركنه كل بدعة واهدم بعزته كل ضلالة واقصم به كل جبار واخمد بسیفه كل نار واهلك بعدله كل جبار واجه حكمه علی كل حكم واذل بسلطانه كل سلطان اللهم اذل كل من ناواه واهلك من عاده وامكر بمن كاره واستاصل من جحد حقه واستهان بامره وسعی فی اطفاء

نورہ واراد اخمار ذکرہ

اللھم صل علی محمد المصطفی وعلی المرتضی و فاطمۃ الزھراء والحسن الرضی والحسین الشھید و جمیع الاوصیاء و مصابیح الدجی واعلام الھدی ومنار التقی والعروۃ الوثقی والحبل المتین والصراط المستقیم وصل علی ولیک وولاۃ عھدہ والائمۃ من ولدہ بدفی اعمارھم وزدفی آجالھم وبلغھم اقصی آمالھم دینا و دیناً و آخرا انک علی کل شیء قدیر ●

ابن ابی سورہ

احمد بن محمد بن عیاش نے ابن مروان کوفی سے اور انھوں نے ابن ابی سورہ سے روایت کی ہے۔ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شب عرفہ میں حائر (کربلا) زیارت کو گیا۔

زیارت کے بعد صحرا کے راستے سے واپس ہوا۔ جب مقام منات پر پہنچا تو تھوڑا دم لینے کے لیے بیٹھ گیا، پھر اُٹھ کر چلا تو دیکھا کہ میرے پیچھے کوئی شخص آ رہا ہے۔ اس نے میرے قریب آ کر کہا: کیا ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں؟

میں نے کہا: جی ہاں۔اب ہم دونوں ساتھ چل دیے۔میرے ہمراہی نے سوال کیا: تمہارا کیا حال ہے؟

● شیخ طوسی، ص: ۱٦٥۔ بحارالانوار، جلد:٥٢، ص:١٧۔ دلائل الامامۃ، ص: ٣٠٠۔ مستدرک الوسائل، جلد:١٦، ص: ٨٩۔ اثبات الھداۃ، جلد: ٣، ص: ٦٨٥۔ جمال الاسبوع، ص: ٤٩٨

میں نے کہا: بے حال اور بے مال ہوں، نہ کچھ زر و نقد ہے اور نہ ہی ساز و سامان۔

یہ سن کر وہ میری طرف ہو کر بولا: اچھا! جب تم کوفہ پہنچو تو ابوطاہر زراری کے گھر جانا اور دروازہ کھٹکھٹانا۔ وہ باہر آئے گا تو اس کے ہاتھوں میں قربانی کے ذبح کا خون لگا ہوا ہوگا۔ اس سے کہنا کہ تم سے کہا گیا ہے کہ اس بندے (مجھ) کو دیناروں کی وہ تھیلی دے دو جو تخت کے پائے کے پاس رکھی ہے۔

یہ سن کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ وہ شخص یہ کہہ کر مجھ سے جدا ہو گیا۔ پتہ بھی نہ چلا کہ وہ کہاں گیا۔ جب میں کوفے میں داخل ہوا تو ابوطاہر محمد بن سلیمان زراری کے گھر پہنچا۔ دق الباب کیا تو جیسا کہ اس شخص نے کہا تھا۔ ابوطاہر گھر سے باہر آیا تو اس کے ہاتھوں میں قربانی کے ذبح کا خون لگا ہوا تھا۔ میں نے کہا: تم سے کہا گیا ہے کہ اس بندے کو دیناروں کی وہ تھیلی دے دو جو تخت کے پائے کے پاس رکھی ہوئی ہے۔

اس نے کہا: بسر و چشم۔ وہ اندر گیا اور اس نے دیناروں کی تھیلی مجھے لا کر دے دی۔ میں اس کو لے کر واپس ہوا۔●

لوگوں کی ایک جماعت نے ابوغالب احمد بن محمد رازی سے، انھوں نے کہا مجھ سے بیان کیا ابوعبداللہ محمد بن زید بن مروان نے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے ابوعیسیٰ محمد بن علی جعفری نے اور ابوالحسین محمد بن علی بن رقام دونوں نے بیان کیا کہ ابوسورہ جو کہ مشائخ زیدیہ میں سے تھے انھوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوعبداللہ امام حسینؑ کے روضہ پر پہنچا اور ارادہ کیا کہ یوم عرفہ کے اعمال وہیں بجا لاؤں گا۔ چنانچہ جب عشاء کا

● غیبت طوسی، ص: ۱۸۱۔ بحارالانوار، جلد:۵۱، ص:۳۱۸۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص:۶۸۷۔

وقت ہوا تو میں نے نماز پڑھی پھر کھڑا ہوا، اور سورہ حمد پڑھنی شروع کی۔ ناگاہ ایک نہایت خوبصورت جوان ظاہر ہوا جو جبہ پہنے ہوئے تھا۔ اس نے بھی سورہ حمد کی تلاوت شروع کی۔ اب یہ یاد نہیں کہ ہم دونوں میں سے پہلے کس نے تلاوت ختم کی۔ جب دن نکل آیا تو ہم روضے کے دروازے سے نکل کر فرات کے کنارے جا پہنچے۔

اس جوان نے مجھ سے کہا: تمہیں تو کوفہ جانا ہے چنانچہ میں فرات والے راستے چل دیا لیکن اس جوان نے خشکی کا راستہ اختیار کیا۔

شرف حاصل کرلیا۔

پھر وہ اندر گیا اور دیناروں کی ایک تھیلی لاکر میرے حوالے کردی اور میں واپس آ گیا۔

ابو عبداللہ محمد بن زید بن مروان جو زیدیہ کے مشائخ میں سے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ سرزمین ''نفیر'' پر وارد ہوئے تو وہاں میں نے ابوالحسن محمد عبیداللہ علوی سے یہ روایت بیان کی ہے۔ انھوں نے کہا: یہ روایت صحیح ہے۔ چنانچہ میرے پاس بھی ایک جوان آیا۔ میں نے اس کے چہرے سے کچھ اندازہ کیا تو اپنے پاس سے تمام لوگوں کو برطرف کردیا۔ اس کے بعد اس سے دریافت کیا: تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں خلف (یعنی صاحب الزمانؑ) کا فرستادہ ہوں۔ بغداد میں ایک شخص کے پاس گیا تھا۔

میں نے پوچھا: جانے کے لیے تمہارے پاس سواری ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں طلحیین کے گھر ہے۔

میں نے کہا: پھر جاکر لے آؤ۔

یہ کہہ کر میں نے اپنے غلام کو اس کے ہمراہ کردیا۔ وہ جاکر وہاں سے اپنی سواری لے آیا اور اس دن اس کا قیام میرے یہاں رہا۔ میرے ساتھ اس نے کھانا کھایا اور اس سے بہت سی باتیں رازدارانہ بھی ہوئیں۔

پھر میں نے دریافت کیا: تم کس راستے سے جاؤ گے؟

اس نے کہا: یہاں سے نجف اشرف جاؤں گا پھر وہاں سے وادی رملہ پھر فطاط

پہنچ کر سواری خریدوں گا اور اس پر سوار ہو کر مضطرب کی جانب حضرت خلف (امام زمانہؑ) کے پاس چلا جاؤں گا۔

ابوالحسین محمد بن عبیداللہ کا بیان ہے کہ دوسرے دن وہ اپنی سواری پر سوار ہوا اور میں بھی اس کے ہمراہ اپنی سواری پر چلا۔ ہم دونوں قنطرہ دار صالح پہنچے۔ وہاں اس نے خندق کو تنہا عبور کیا اور میں دیکھتا رہا پھر وہ نجف اشرف پہنچ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔

ابوعبداللہ محمد بن زید کا بیان ہے کہ ابوبکر محمد بن ابی دارم تمیمی جو مشائخ زیدیہ میں سے تھے۔ انھوں نے مجھ سے ان دونوں حدیثوں کے متعلق کہا کہ یہ صحیح ہیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ کئی سال گذرے کہ ابوبکر بن نخالی نجار کی بہن کا بیٹا میرے پاس آیا۔ وہ ایک صوفی مرد تھا اور صوفیوں کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا: کہاں سے آ رہے ہو اور اب تک کہاں رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں نے مسلسل سات سال کا سفر کیا۔ میں نے پھر دریافت کیا: اس عرصے میں تم نے سب سے عجیب چیز کیا دیکھی؟ اس نے جواب دیا: میں ایک بڑے اسکندریہ گیا۔ وہاں ایک ایسی سرائے میں قیام کیا جہاں غرباء ٹھہرا کرتے تھے۔ اس سرائے کے وسط میں ایک مسجد تھی جس میں اہلِ سرائے نماز پڑھا کرتے تھے۔ وہاں ایک غار بھی تھی اور وہاں میں نے ایک ایسے جوان کو دیکھا جو نماز کے وقت ہی اپنے کمرے سے نکلتا۔ نماز باجماعت ادا کرتا اور فوراً اپنے کمرے میں چلا جاتا۔ کسی سے گفت وشنید میں مصروف نہ ہوتا تھا۔ وہ جوان بہت صاف ستھرا رہتا اور دوش پر عبا پہنتا تھا۔

جب اس کے اس طریقے کو دیکھتے ہوئے مجھے ایک مدت گذر گئی تو ایک روز میں نے اس سے کہا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں، تاکہ آپ کی خدمت کر سکوں؟

چنانچہ اب میں مسلسل اس کی خدمت میں رہنے لگا تا، اینکہ وہ پوری طرح مجھ سے مطمئن اور مانوس ہو گیا، پھر ایک دن میں نے موقع پا کر اس سے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ آپ کی عزت وتوقیر میں اضافہ فرمائے۔ آپ مجھ سے اپنا تعارف بھی کرا دیں کہ آپ کون ہیں؟

انھوں نے کہا: میں صاحب الزمان ہوں

میں نے عرض کیا: آپ کب ظہور فرمائیں گے؟

انھوں نے فرمایا: میرے ظہور کا وقت بعید ہے۔

چنانچہ میں مسلسل ان کی خدمت کا شرف حاصل کرتا رہا اور آپ اپنے دستور کے مطابق وہاں مقیم رہے۔ لغو گوئی اور بے معنی باتوں سے بالکل الگ تھلگ اپنا وقت گذارتے رہے۔

ایک دن انھوں نے فرمایا: مجھے ایک سفر درپیش ہے۔

سب لوگ ایک امام کا انتخاب کرلیں۔ اس مسئلے پر بحث ہوگی کہ دریں اثنا ایک شخص کھڑا ہوکر کہے گا۔ اے لوگو! ان کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ یہ مہدیؑ موعود ہیں۔ یہ سن کر لوگ میرا ہاتھ پکڑ کر رکن و مقام کے درمیان بٹھا دیں گے اور پھر میری بیعت کریں گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ جب سب لوگ میرے ظہور سے مایوس ہو چکے ہوں گے۔

راوی نے بیان کیا: پھر ہم دونوں سمندر کے کنارے جا پہنچے اور آپ سمندر میں پانی پر کھڑے ہوکر مجھے بلانے لگے کہ آؤ میرے ساتھ۔

میں نے عرض کیا: جناب! میں سمندر سے دور ہی رہوں گا۔

انھوں نے فرمایا: وائے ہو تم پر۔ تم ڈرتے کیوں ہو؟ جبکہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

میں نے عرض کیا: نہیں، مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ سمندر میں سطحِ آب پر چلتے ہوئے نظروں سے غائب ہوگئے۔ میں واپس آ گیا۔●

ابو عمرو عمری وکیل

زمانہ غیبت صغریٰ میں حضرت امام صاحب الزمانؑ ممدوح اور قابلِ ستائش سفرا میں سے سب سے پہلے سفیر شیخ موثق ابو عمرو عثمان بن سعید عمری ہوتے ہیں۔ جن کو حضرت ابو الحسن امام علی نقیؑ ابن امام محمد تقیؑ نے اور پھر ان کے فرزند حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ نے اپنا سفیر مقرر فرمایا تھا۔ درحقیقت یہ بنی اسد میں سے ہیں اور اسدی ہیں لیکن عمری ان کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ ابو نصر ہبۃ اللہ محمد بن احمد کاتب ابنِ بنت ابو

● غیبت طوسیؒ، ص: ۱۸۱۔ بحار الانوار، جلد: ۵۱، ص: ۳۱۸

جعفر عمری نے روایت کی ہے۔ یہ حقیقتاً اسدی ہیں مگر ان کو ان کے جد سے منسوب کر کے عمری کہا جاتا ہے۔ نیز ان کو عسکری بھی کہتے ہیں اس لیے کہ یہ عسکر میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔

پھر انھیں سمان (روغن، فروش) بھی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ یہ روغن کی تجارت کیا کرتے تھے، تا کہ تجارت کی وجہ سے ان کی وجہ سے ان کا معاملہ لوگوں سے پوشیدہ رہے۔

چنانچہ جب شیعہ امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں کوئی رقم وغیرہ بھیجنا چاہتے تو وہ انھیں دے دیا کرتے اور یہ خوف اور تقیہ سے ان کی رقوم کو تیل کی مشکوں میں ڈال کر امامؑ کی خدمت میں پہنچا دیتے تھے۔ (غیبت طوسیؒ، ص:۲۱۴۔ بحار الانوار، جلد:۵۱، ص:۳۴۴)

احمد بن اسحاق بن سعد قمی نے عبداللہ بن جعفر حمیری کے حوالے سے، انھوں نے محمد بن ہمام اسکافی کے حوالے سے انھوں نے ابو ہارون بن موسیٰ کے حوالے سے، انھوں نے رواۃ کی ایک جماعت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت امام علی نقیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: مولا و آقا! میں یہاں سے غائب رہتا ہوں اور کبھی موجود ہوتا ہوں۔ آپ کی خدمت میں حاضر نہیں رہتا۔ آپ یہ ارشاد فرمائیے کہ ہم لوگ کس کے قول کو قبول کریں اور کس کے حکم پر عمل کیا کریں؟

آپ نے فرمایا: یہ ابو عمرو میرے قابلِ وثوق اور امین ہیں۔ یہ جو کچھ کہیں گے میری طرف سے اور جو حکم دیں گے وہ بھی میری طرف سے ہوگا۔

پھر حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے وفات پائی۔ میں ایک دن حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپؑ کی خدمت میں وہی عرض کیا جو آپ کے پدر بزرگوار سے عرض کیا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ ابو عمرو ہیں جو میرے والد بزرگوار

کی حیات میں بھی ثقہ وامین تھے اور آپؑ کی وفات کے بعد میرے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔ یہ جو کچھ کہیں گے وہ میری طرف سے کہیں گے اور جو حکم دیں گے میری طرف سے دیں گے۔

● ابوالعباس حمیری کہتے ہیں: ہم لوگ ابوعمرو کے متعلق امامؑ کے اس قول کا اور ان کی جلالت وقدرت اور علوئے مرتبت کا برابر تذکرہ کیا کرتے تھے۔●

راویوں کی ایک جماعت نے ابو ہارون سے، انھوں نے محمد بن ہمام سے، انھوں نے عبداللہ بن جعفر سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت ابومحمد امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد ایک سال ہم لوگ حج پر گئے تو مدینۃ السلام میں احمد بن اسحاق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ ابوعمرو بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ان (ابوعمرو) سے احمد ابن اسحاق کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ بزرگ ہم لوگوں کے نزدیک ثقہ اور منتخب ہیں۔

انھوں نے ہم سے آپ کے متعلق ایسا ایسا بیان کیا ہے اور پھر سارا واقعہ بیان کیا۔ لہٰذا آپ کے قول کی سچائی میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اب میں آپ کو اللہ کا واسطہ اور ان دو اماموں کا واسطہ دے کر جنھوں نے آپ کو ثقہ فرمایا ہے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے حضرت ابومحمد امام حسن عسکریؑ کے فرزند صاحب الزمانؑ کو دیکھا ہے؟ اس سوال پر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: وعدہ کرو کہ تم میری زندگی میں کسی کو یہ بات نہ بتاؤ گے؟

● غیبت طوسیؒ، ص:۲۱۵۔ بحارالانوار، جلد:۵۱، ص:۳۴۴

میں نے عرض کیا: جی جناب! وعدہ ہے۔

انھوں نے فرمایا: اچھا! تو سنو!

میں نے آنجنابؑ کو دیکھا ہے اور آپ کا حلیہ مبارک ایسا ایسا ہے۔

میں نے دریافت کیا: ان کا اسم گرامی کیا ہے؟

فرمایا: ان کا اسم گرامی لینے کے لیے تم لوگوں کو منع کیا گیا ہے۔●

علی بن بلال

جعفر بن محمد بن مالک فزاری براز نے شیعوں کی ایک جماعت سے روایت کی ہے جن میں علی بن بلال، احمد بن ہلال، محمد بن معاویہ بن حکیم اور حسن بن ایوب بن نوح بھی تھے۔ ان لوگوں کا بیان ہے: ایک مرتبہ ہم لوگ جمع ہو کر حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں یہ دریافت کرنے کے لیے گئے کہ آپ کے بعد حجتِ خدا کون ہوگا؟ اس وقت آپ کی مجلس میں چالیس اشخاص اور بھی موجود تھے۔ عثمان بن سعد ابن عمرو عمری نے کھڑے ہو کر کہا: فرزند رسولؐ! ہم لوگ آپ سے ایک بات دریافت کرنا چاہتے ہیں جسے آپ ہم سے بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے عثمان! بیٹھ جاؤ۔ یہ کہہ کر آپ غصے میں اُٹھے اور وہاں سے جانے لگے مگر ہم لوگوں سے فرمایا: تم لوگوں میں سے ابھی کوئی نہ جائے۔ لہٰذا ہم لوگوں میں سے کوئی نہیں اُٹھا۔ پھر ایک ساعت کے بعد آپ نے عثمان بن سعید کو آواز دی۔ وہ کھڑے ہو گئے۔

● غیبت طوسیؒ، ص:۲۱۵۔ بحار الانوار، جلد:۵۱، ص:۳۴۵۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص:۵۱۱

آپؑ نے فرمایا: میں بتاؤں کہ تم لوگ کس لیے آئے ہو؟

سب نے عرض کیا: جی جناب! اے فرزند رسولؐ!

آپؑ نے ارشاد فرمایا: اس لیے آئے ہو، تاکہ دریافت کرو کہ میرے بعد حجتِ خدا کون ہوگا؟

سب نے عرض کیا: بجا ارشاد فرمایا: آپ نے اے فرزند رسولؐ!

اسی دوران ایک بچہ سامنے آیا جو چاند کا ٹکڑا معلوم ہو رہا تھا اور شباہت میں حضرت امام حسن عسکریؑ سے ملتا جلتا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: دیکھ لو، میرے بعد یہ تمہارے امام اور میرے خلیفہ ہوں گے۔ خبردار! میرے بعد منتشر و متفرق نہ ہونا، ورنہ تمہارا دین تباہ ہو جائے گا اور یہ بھی سن لو کہ آج کے بعد تم لوگ ان کو نہ دیکھ سکو گے۔ لہٰذا عثمان بن سعید جو کہیں اسے حق جانو، ان کے حکم پر چلتے رہنا اور ان کی بات کو تسلیم کرنا، اس لیے کہ یہ تمہارے امام کے نائب ہوں گے اور تمام امور ان کے سپرد ہوں گے۔ ●

ابوجعفر محمد بن عثمان عمری

ابن نوح کا بیان ہے ہبۃ اللہ ابن بنت ام کلثوم بنت ابی جعفر عمری نے مجھے بتایا کہ ابوجعفر محمد بن عثمان عمری نے فقہ میں کئی کتابیں تصنیف کی تھیں۔ جن میں خود انھوں نے حضرت امام حسن عسکریؑ اور حضرت امام صاحب العصرؑ نیز ان کے اپنے والد ماجد (عثمان بن سعید) نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ اور امام علی نقیؑ سے جو کچھ سنا تھا وہ سب تحریر کیا تھا۔ (غیبت طوسیؒ، ص:۲۲۱۔ بحار الانوار، جلد:۵۱، ص:۳۵۰)

● غیبت طوسیؒ، ص:۲۱۷۔ بحار الانوار، جلد:۵۱، ص:۳۴۶۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص:۴۱۵

حسین بن روح

محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے کہا: میں ایک جماعت کے ساتھ شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے درمیان علی بن عیسیٰ قصری بھی تھے۔ پس ایک شخص کھڑا ہوا اور حسین بن روح سے بولا: میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

فرمایا: پوچھو۔

اس نے کہا: یہ بتایئے کہ کیا حسین ابن علیؑ اللہ کے ولی تھے۔

فرمایا: ہاں!

پھر کہا: یہ بتائیں کہ ان کا قاتل خدا کا دشمن تھا؟

فرمایا: ہاں!

پھر کہا: یہ کیسے جائز ہے کہ اللہ اپنے دشمن کو اپنے ولی پر مسلط کر دے؟

ابوالقاسم حسین بن روح بولے: میں سمجھ گیا ہوں جو تم کہنا چاہتے ہو۔

یہ جان لو ــــ! اللہ تعالیٰ اپنے بندو کے سامنے ظاہر ہو کر خطاب نہیں کرتا اور نہ بالمشافہ کلام کرتا ہے بلکہ اس نے بندوں کی طرف ان کی جنس و اصناف سے بشر رسولؑ بنا کر بھیجا۔ اگر کسی اور جنس یا کسی اور صورت میں رسول بھیجتا تو لوگ ان سے متنفر ہو جاتے اور کبھی قبول نہ کرتے۔ پس انسانوں میں سے ان کی جنس کے رسول آئے جو کھاتے پیتے اور بازار میں چلتے پھرتے تھے۔ لوگ انھیں دیکھ کر کہتے تم تو ہمارے جیسے بشر ہو۔ پس ہم اس وقت تک تمہاری بات تسلیم نہ کریں گے جب تک تم ہمیں کوئی ایسا معجزہ نہ

دکھلاؤ جس کے دکھلانے پر دوسرے قادر نہ ہوں، پھر ہم سمجھیں گے کہ تم اللہ کے مخصوص بندے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان رسولوں کے لیے معجزے قرار دیئے۔ جن پر دوسرے لوگ قادر نہ تھے۔ ان رسولوں میں کوئی وہ تھے جنھوں نے قوم کو ڈرایا لیکن جب قوم کی سرکشی بڑھی تو ان کی بددعا سے طوفان آیا اور تمام باغی اور نافرمان ڈوب گئے۔ ان میں سے کچھ ایسے جن کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ ان کے لیے ٹھنڈی ہوگئی اور سلامتی بن گئی۔ ان میں سے کوئی ایسا تھا جس نے پتھر سے اونٹنی کو نکالا جو دودھ دیتی تھی۔ کسی کے لیے پانی پر راستہ بنایا، کسی کے لیے پتھر سے چشمے جاری ہوئے اور خشک عصا سے اژدھا بنادیا کہ جو کچھ اسے ملتا تھا وہ کھالیتا تھا۔ کسی نے مادرزاد اندھوں اور مبروص کو صحت دی اور مردوں کو اللہ کے اذن سے زندہ کیا اور لوگوں کو خبر دی کہ وہ گھر میں کیا کھاتے ہیں اور کیا جمع کرتے ہیں۔ کسی نے چاند کے دو ٹکڑے کیے اور ان سے جانوروں مثلاً اونٹ اور بھیڑیے وغیرہ نے گفتگو کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ کو وہ معجزے عطا کیے جن کی مثال لانے میں بندے عاجز تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس کا اپنے بندوں پر لطف اور اس کی حکمت تھی کہ اس قدرت اور معجزات کے ہونے کے باوجود کچھ انبیاءؑ غالب رہے، کچھ مغلوب، کچھ قاہر اور کچھ مقہور رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کو اپنے اپنے زمانے میں غالب اور قاہر قرار دیتا تو پھر ان کی آزمائش اور امتحان نہ ہوتا اور لوگ ان کو خدا سمجھ کر ان کی عبادت کرنے لگتے اور بلاء اور مصیبت پر ان کی منزلت صبر کا پتہ نہ چلتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال عام لوگوں کے احوال کی طرح رکھے تا کہ وہ بلاء اور مصیبت پر صبر کریں اور عافیت اور اعداء پر غلبہ لشکر بجا لائیں اور ہر حال پر تواضع

اختیار کریں۔ تکبر نہ کریں اور سرکشی نہ کریں، تا کہ لوگ سمجھیں اور جانیں کہ ان کا ایک اللہ ہے جو ان کا خالق اور مدبر ہے۔

پس بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور ان لوگوں پر اللہ کی حجت ثابت ہو جائے جو حدودِ خدا کو توڑتے ہیں اور خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں یا اللہ کی مخالفت اور دشمنی کرتے ہیں اور ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں جو اس کے رسولؐ اور انبیاء لے کر آئے:

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْم بَيِّنَةٍ

تا کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔" (سورۃ:۸،انفال،آیت:۴۲)

محمد بن ابراہیم بن اسحاق کہتے ہیں: میں دوسرے دن ابوالقاسم بن روح کے پاس گیا تو میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ اس شخص نے کل اپنی طرف سے کتنی بڑی بات کہہ دی۔ میرے کچھ کہنے سے قبل ہی حسین ابن روح مجھ سے مخاطب ہوئے اور بولے:

یا محمد ابن ابراهیم! لان اخر من السماء فتخطفنی الطیر او تهوی بی الریح فی مکان سحیق احب الی من ان اقول فی دین الله عزوجل برائی اور ممن عند نفسی

"اے محمد ابنِ ابراہیم! مجھے یہ بات منظور ہے کہ میں آسمان سے پھینک دیا جاؤں یا کوئی پرندہ مجھے اُچک کر لے جائے یا ہوا مجھے اُڑا کر کہیں دور لے جا کر پھینک دے مگر مجھے منظور نہیں ہے کہ میں اللہ کے دین میں اپنی رائے

شامل کروں یا اپنے دل سے کوئی بات گڑھ کر کہوں۔"●

جعفر بن محمد بن عمرو

شلمغانی نے کتاب الاوصیاء میں روایت نقل کی ہے کہ ابو جعفر مروزی نے کہا: جعفر بن محمد بن عمرو اور ایک جماعت عسکر کی طرف نکلے اور انھوں نے امام آل محمدؑ کو حیات میں دیکھا۔ (غیبت طوسیؒ، ص:۲۰۸۔ بحار الانوار، جلد:۵۱، ص:۲۹۳۔ کمال الدین، ص:۴۹۸)

ابو طاہر بن بلال

ابو طالب زراری کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن محمد بن یحییٰ معادی نے بتایا کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص تھا جو پہلے ابو طاہر بن بلال کے پاس بیٹھا تھا اور وہاں اس کا بھائی ابو طیب اور ابن حور اور اس کے اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی کہ ایک غلام اندر داخل ہوا اور بولا کہ ابو جعفر عمری دروازے پر کھڑے ہیں۔ یہ سن کر لوگ لرز گئے اور اسی حالت میں کہہ دیا اندر بلا لو۔ جب ابو جعفر اندر آئے تو ابو طاہر اور اس کی پوری جماعت تعظیماً کھڑی ہوگئی۔

وہ صدر مجلس میں تشریف فرما ہوئے اور ابو طاہر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر ابو جعفر نے لوگوں کے بیٹھ جانے کا انتظار کیا۔ جب سب لوگ بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابو طاہر! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تجھے حضرت امام صاحب الزمانؑ نے یہ حکم نہیں دیا ہے کہ تیرے پاس ان کا جتنا بھی مال ہے وہ سب

● کمال الدین، ص: ۵۰۷۔ بحار الانوار، جلد:٤٤، ص: ۲۷۳۔ عوالم، جلد:۱۷، ص: ۵۲۱۔ علل الشرائع، ص: ۲٤۱۔ احتجاج، ص: ٤۷۱

میرے حوالے کر دے؟

ابوطاہر نے جواب دیا: خدا کی قسم ہاں!

اس کے بعد ابو جعفر فوراً وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے واپس ہو گئے اور سارے لوگوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ جب یہ کیفیت برطرف ہوئی اور انھیں ہوش آیا تو ابوطاہر کے بھائی ابوطیب نے اس سے پوچھا: تم نے حضرت صاحب الزمانؑ کو کہاں دیکھا؟

ابوطاہر نے جواب دیا: ایک دن ابو جعفر مجھے اپنے گھر لے گئے تو حضرت صاحب الزمانؑ اس مکان کی بالائی منزل پر مجھے نظر آئے۔ انھوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا: تیرے پاس جو مال ہے وہ سب ان کے حوالے کر دے۔

ابوطیب نے دریافت کیا مگر تمھیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ صاحب الزمانؑ ہی تھے۔ اس نے جواب دیا ان کو دیکھتے ہی مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اور ایسا رعب چھا گیا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ صاحب الزمانؑ ہی ہیں۔

راوی کہتا ہے: اس بنا پر میں نے ابوطاہر سے جدائی اختیار کر لی۔●

حکیمہؑ بنت محمدؑ جواد

احمد بن علی نے محمد بن علی سے، انھوں نے علی بن سیح بن سنان سے، انھوں نے احمد بن عبداللہ سے، انھوں نے احمد بن روح اہوازی سے، انھوں نے محمد بن ابراہیم سے اور انھوں نے جناب حکیمہؑ سے روایت نقل کی ہے کہ جناب حکیمہؑ فرماتی ہیں: جب تیسرا دن آیا تو مجھے اس ولی خدا (امام زمانہؑ) کے دیدار کا بے حد شوق

● غیبت طوسیؒ، ص:۳۴۵۔ بحارالانوار، جلد:۵۱، ص:۳۶۹۔

ہوا۔ میں وہاں گئی اور پہلے اس کمرے میں داخل ہوئی جس میں وہ کنیز (نرجسؑ) تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ اس طرح بیٹھی ہوئی ہے جیسے زچہ خانے میں عورتیں بیٹھتی ہیں۔ ان کے جسم پر زرد لباس ہے، سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ میں نے سلام کیا اور کمرے کے ایک گوشے میں دیکھا تو ایک گہوارہ نظر آیا۔ جس پر سبز رنگ کا کپڑا پڑا ہوا تھا۔ میں نے گہوارے کا رُخ کیا۔ اوپر سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ ولی خدا (امام زمانہؑ) گہوارے میں پشت کے بل (سیدھے) لیٹے ہیں کہ نہ کوئی کپڑا لپیٹا گیا ہے اور نہ کوئی بندش ہے۔ انھوں نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر انگلیوں کے اشارے سے مجھ سے کچھ کہا۔ میں نے انھیں اُٹھا لیا اور اپنے منہ کے قریب لے گئی کہ بوسہ لوں تو ایسی عمدہ خوشبو محسوس ہوئی کہ اس سے بہتر خوشبو میں نے اپنی عمر میں کبھی نہ سونگھی تھی۔ اسی دوران حضرت ابومحمدؑ نے مجھے بلایا کہ پھوپھی جان! انھیں میرے پاس لے آیئے۔ جب میں انھیں لے کر گئی تو انھوں نے آغوش میں لے لیا اور فرمایا: اے فرزند! کچھ گفتگو کرو۔

جناب حکیمہؑ سے امام زمانہؑ کی ولادت کے بارے میں روایات کتاب کی ابتداء میں تحریر ہیں۔ (غیبت طوسی، ص:۱۵۲۔ بحار الانوار، جلد:۵۱، ص:۱۹)

ابوالحسین بن ابی العلاء کاتب اور ابن جعفر قیم

شیخ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی کتاب میں ابوجعفر محمد بن ہارون بن موسیٰ تلعکبری سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ مجھ سے ابوالحسین بن ابی العلاء کاتب نے بیان کیا کہ میں نے ابومنصور بن صالحان کی ملازمت اختیار کر لی مگر میرے اور اس کے درمیان کچھ ایسا معاملہ اور ایسی غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ مجھے لازماً اس سے روپوش ہونا

پڑا۔ اس نے مجھے بہت تلاش کرایا اور بہت ڈرایا کہ میں روپوش ہی رہا۔ چنانچہ ایک مرتبہ شب جمعہ کو میں نے مقابر قریش کا ارادہ کیا، تا کہ وہاں رات بھر رہ کر دعا کروں۔

وہ رات باد وباراں کی تھی۔ میں نے ابو جعفر قیم سے درخواست کی کہ وہ باہر سے دروازہ بند کر لیں اور مجھے ایسی جگہ دے دیں جہاں میں اطمینان سے دعائیں پڑھ سکوں اور دعا مانگوں اور کسی انسان کی دسترس سے محفوظ رہوں۔ وہاں کوئی نہ پہنچ سکے کیونکہ مجھے اپنی گرفتاری کا خطرہ ہے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ باہر سے دروازے بند کر دیئے اور اِدھر آندھی اور بارش کا زور بڑھ گیا اور ہر طرف سے کسی انسان کے پہنچنے کا امکان نہ رہا، لہٰذا میں بہ صمیم قلب سے دعا و زیارات اور نماز میں مشغول ہو گیا۔

ابھی میری اس مشغولیت کی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر کے پاس سے کسی انسان کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا زیارت پڑھ رہا ہے۔ اس نے حضرت آدمؑ اور تمام انبیاء اولوالعزم پر سلام کیا پھر ایک ایک کر کے تمام ائمہ طاہرینؑ پر سلام بھیجا اور گیارھویں امام حضرت حسن عسکریؑ پر سلام کر کے توقف کیا (بارھویں امامؑ پر سلام نہیں بھیجا) مجھے بڑا تعجب ہوا اور سوچا کہ شاید یہ بھول گیا ہے۔ اس کو معلوم نہ ہو یا یہ کہ اس شخص کا عقیدہ و مذہب یہی ہو۔

جب وہ شخص زیارت سے فارغ ہوا تو اُس نے دو رکعت نماز پڑھی پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی قبر کے نزدیک میرے پاس آیا اور اسی طرح زیارت پڑھی اور سلام کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ میں ڈر رہا تھا کیونکہ اس کو پہچانتا نہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جوان مرد ہے، سفید لباس زیب تن کیے ہوئے ہے، سر پر عمامہ تحت

الحنک کے ساتھ ہے، ووش پر ردا ہے۔ اس نے میرا نام لے کر آواز دی: اے ابوالحسن ابن ابی العلاء! تم دعائے فرج کو کیوں بھولے ہوئے ہو، اس کا ورد کیوں نہیں کرتے؟

میں نے عرض کیا: وہ کون سی دعا ہے؟

انھوں نے فرمایا: پہلے دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد یہ پڑھو:

يَا مَن اَظْهَرَ الْجَمِيْلِ وَسَتَرَ الْقَبِيْحِ يَامَن لَمْ يُوَاخِذْ بِالْجَرِيْرَةِ وَلَمْ يَهْتِكَ السِتْرَ يَا عَظِيْمَ الْمَنِّ يَا كَرِيْمَ الصَفْحِ يَا حَسَن التَّجَاوُزِ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ يَا بَاسِطَ الْيَدَيْنِ بِالرَّحْمَةِ يَا مُنْتَهٰى كُلِّ بِخَواىَ وَيَا غَايَةَ كُلِّ شِكْوىٰ يا عَوْنَ كُلِّ مُسْتَعِيْنٍ يَا مُبتدأً بِالنِّعَمَ قَبْلَ اِسْتِحْقَاقِها

دس بار يَا رَبَّاهُ، دس بار يَا سَيِّدَاهُ دس بار يَا مَوْلَاهُ، دس بار يَا غَايَتَاهُ، دس بار يَا مُنْتَهٰى غَايَتَاهُ، دس بار يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ

اَسْئَلُكَ بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ وَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ الطَّاهِرِيْنَ عَلَيْهِمُ السَّلَامَ اِلَّا مَا كَشَفْتَ كَرْبِىْ وَنَفَّسْتَ هَمِّى و فَرَّجْتَ غَمِّى وَاَصْلَحْتَ حَالِىْ

"اے وہ جو نیکیوں کو ظاہر کرتا ہے اور برائیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اے وہ جو جرم کا فوری مواخذہ نہیں کرتا۔ کسی کے پردے کو فاش نہیں کرتا۔ اے عظیم احسان کرنے والے، اے بہت نظر انداز کرنے والے، اے بہترین درگذر کرنے والے، اے بہت زیادہ مغفرت کرنے والے، اے

رحمت کے ساتھ دونوں ہاتھ بڑھانے والے، اے مناجات کی انتہا، اے ہر ایک کی شکایت سننے والے، اے ہر مدد چاہنے والے کی مدد کرنے والے، اے قبل استحقاق سب کو نعمات دینے والے......

میں ان اسماء کے واسطے تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمدؐ اور ان کی اولاد طاہرینؑ کے حق کا واسطہ دے کر تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میری تکلیف کو دور کر، میرے رنج وغم کو برطرف کر، میرے غم کی گرہوں کو کھول دے اور میرے حالات کو درست فرمادے۔"

اس کے بعد جو دعا مانگنی ہو مانگ اور اپنی حاجت طلب کر۔ پھر اپنا داہنا رخسار زمین پر رکھ کر سو مرتبہ یہ کہو:

يَا مُحَمَّدُ يَا عَلِيُّ يَا مُحَمَّدُ اِكْفِيَانِيْ فَاِنَّكُمَا كَافِيَانِيْ وَانْصُرَانِيْ فَاِنَّكُمَا نَاصِرَايَ

پھر اپنا بایاں رخسار زمین پر رکھ کر سو مرتبہ بلکہ زیادہ "اَدْرِكْنِيْ" کہہ کر "اَلْغَوْثَ اَلْغَوْثَ اَلْغَوْثَ" اتنا کہہ کر جب ایک سانس ختم ہو جائے تو پھر سر اٹھا لے۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تیری حاجت پوری فرمائے گا۔

یہ ہدایات سن کر جب میں نماز و دعا میں مشغول ہوا تو وہ چلے گئے۔ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر میں ابوجعفر قیم کے پاس گیا، تا کہ میں دریافت کروں کہ وہ شخص کون تھا اور اندر کیسے داخل ہو گیا مگر پہلے میں نے ایک ایک دروازے کو جا کر دیکھا تو سب بند اور مقفل تھے۔ مجھے بڑا تعجب ہوا۔ پھر خیال آیا کہ وہ شخص اندر ہی کہیں سو رہا ہو گا اور

ہمیں پتہ نہ چلا ہوگا۔اب میں ابوجعفر کے پاس پہنچا تو وہ بیت زیت سے نکل کر باہر آئے تو میں نے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کیسے اندر داخل ہوگیا؟

انھوں نے کہا: تم نے خود دیکھ لیا ہے کہ تمام دروازے بند اور مقفل ہیں۔ میں نے ابھی تک کسی دروازے کو نہیں کھولا، پھر میں نے سارا قصہ بیان کیا۔انھوں نے کہا: وہ صاحب العصر والزمانؑ تھے۔ میں نے انھیں شب جمعہ میں کئی مرتبہ دیکھا ہے کہ جب روضہ خالی ہوجاتا ہے تو وہ تشریف لاتے ہیں۔

یہ سن کر مجھے بڑا افسوس ہوا کہ بڑا اچھا موقع کھودیا اور قریب فجر میں نے وہاں سے محلہ کرخ کا ارادہ کیا جہاں میں روپوش تھا۔ ابھی یہاں سے نکلا ہی تھا کہ ابن صالحان کے لوگ مجھے تلاش کرنے آگئے اور میرے احباب سے میرے متعلق پوچھنے لگے۔ان کے پاس میرے لیے ایک امان نامہ وزیر کی طرف سے اور ایک خط خود اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔لہٰذا میں اپنے چند باوثوق احباب کو ساتھ لے کر وزیر کے پاس گیا۔وہ مجھے دیکھتے ہی کھڑا ہوگیا۔بغلگیر ہوا اور بولا: اب تم اس منزل و مرتبے پر پہنچ گئے ہو کہ تم نے میری شکایت حضرت صاحب الزمانؑ سے کردی۔

میں نے کہا: نہیں، بلکہ میں نے تو دعا مانگی تھی اور التجاء کی تھی۔

اس نے کہا: وائے ہو تجھ پر گذشتہ شب یعنی شب جمعہ میں حضرت صاحب العصرؑ خواب میں آئے اور مجھے ڈانٹ کر کہا: خبردار! اس سے اچھی طرح پیش آؤ۔

میں نے کہا: لا الہ الا اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حضرت (ائمہ طاہرینؑ) حق ہیں اور حق کی انتہا ہیں۔ میں نے حضرت صاحب الزمانؑ کو عالم بیداری میں دیکھا اور

انھوں نے مجھے یہ یہ تعلیم فرمایا۔ پھر روضے میں جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ بیان کیا۔ اس کو بڑا تعجب ہوا اور حضرت صاحب الزمانؑ کی برکت و طفیل سے، میرے ایسے ایسے مقاصد پورے ہوئے جن کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا۔ ●

عیسیٰ بن مہدی جوہری

ابومحمد عیسیٰ بن مہدی جوہری سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں ۲۶۸ھ میں حج کے لیے گیا۔ میرا مقصد مدینہ کا تھا، کیونکہ ہمیں صحیح طریقہ سے یہ معلوم ہوا تھا کہ صاحب الزمانؑ نے ظہور کیا ہے۔ ابھی ہم قلعہ خیبر سے نکلے ہی تھے کہ میں بیمار پڑ گیا۔

مجھے مچھلی اور خرمہ کھانے کی خواہش ہوئی۔ جب میں مدینہ میں داخل ہوا اور وہاں احباب، برادران سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھے صابر میں ان کے ظہور کی بشارت دی۔ میں صابر گیا۔

جب میں وادی میں پہنچا تو وہاں لاغر بکریاں دیکھیں۔ میں قصر میں داخل ہوا اور حکم لینے کے انتظار میں کھڑا ہوا یہاں تک کہ میں نے مغربین کی نماز پڑھ لی۔ میں دعا و تضرع و زاری میں مشغول تھا اور سوال کر رہا تھا کہ بدر الخادم مجھے آواز دے رہا ہے: اے عیسیٰ بن مہدی جوہری! داخل ہو جاؤ۔ میں نے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہا اور خدا کی بہت حمد و ثناء کی۔ جب میں قصر کے صحن میں پہنچا تو میں نے بچھا ہوا دستر خوان دیکھا۔ خادم نے مجھے اس پر بٹھایا اور مجھ سے کہا: تمہارے مولا نے حکم دیا ہے کہ جس

● دلائل امامت، ص:۳۰۴۔ بحار الانوار، جلد:۵۱ ص:۳۰۴۔ فرج المهموم، ص:۲۴۵۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص:۷۰۲

چیز کی تمہیں بیماری میں خواہش تھی ان کو کھاؤ۔ اب تم قید سے بری ہو۔ میں نے کہا: میرے لیے یہ دلیل کافی ہے لیکن اپنے مولاؑ کا دیدار کیے بغیر کیسے کھاؤں؟

آواز آئی: اے عیسیٰ! کھانا کھاؤ تم مجھے دیکھ لو گے۔ میں دسترخوان پر بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ گرما گرم مچھلی اور اس کے پاس ہی ہمارے خرموں ہی کی مانند خرمے رکھے ہیں اور خرموں کے پاس دودھ رکھا ہے۔

میں نے دل میں کہا: میں بیمار ہوں، اور یہ مچھلی خرمہ اور دودھ۔

آواز آئی: اے عیسیٰ! کیا تمہیں ہمارے امر میں شک ہے؟

کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں کون سی چیز فائدہ دے گی اور کون سی چیز نقصان پہنچائے گی۔ یہ سن کر میں رونے لگا اور خدا سے استغفار کیا اور سب میں سے کھایا اور جس سے بھی میں اُٹھاتا تھا مجھے اس کی جگہ معلوم نہیں ہوتی تھی اور جو کچھ میں نے دنیا میں کھایا تھا یہ اس سے کہیں لذیذ تھا۔ میں نے بہت کھایا یہاں تک کہ مجھے کھانے میں شرم محسوس ہونے لگی تو آپ نے مجھے آواز دی: اے عیسیٰ! شرم نہ کرو، یہ جنت کا کھانا ہے۔ جس کو کسی مخلوق کے ہاتھ نے نہیں بنایا ہے۔ پھر میں نے اور کھایا لیکن جب میں نے محسوس کیا کہ میرا نفس اس سے سیر نہیں ہو رہا ہے تو میں نے عرض کی: مولا! میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

آپ نے فرمایا: میرے پاس آؤ۔ میں نے اپنے دل میں کہا: مولاؑ!

کیا میں بغیر ہاتھ دھوئے ہوئے اپنے مولاؑ کی خدمت میں چلا جاؤں؟

فرمایا: اے عیسیٰ! کیوں؟

کیا تم نے آلودہ چیز کھائی ہے؟

میں نے اپنے ہاتھوں کو سونگھا تو وہ مشک و کافور سے زیادہ مہک رہے تھے لہٰذا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سے ایسا نور ساطع ہوا کہ جس سے میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور مجھ پر اتنا خوف طاری ہوا کہ مجھے اپنی عقل کے گم ہونے کا گمان ہونے لگا۔

آپؑ نے فرمایا: اے عیسیٰ! اگر جھٹلانے والے یہ نہ کہتے کہ وہ کہاں ہیں؟ ان کا ظہور کب ہوگا؟ وہ کہاں پیدا ہوئے؟ اور ان کو کس نے دیکھا؟ اور ان کے پاس سے تمہارے پاس کون آیا؟ اور انھوں نے تمھیں کیا پیغام دیا؟ ان کا کون سا معجزہ ظاہر ہوا؟ تو یقین کرو کہ تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

خدا کی قسم! ایسے ہی معجزات لوگوں نے امیرالمومنینؑ سے رونما ہوتے دیکھے مگر اس کے باوجود ان پر خود کو مقدم کیا اور ان کے ساتھ مکر سے کام لیا اور یہاں تک انھیں قتل کر دیا۔ اسی طرح میرے آبائے طاہرینؑ سے بھی دیکھے اور ان کی تصدیق نہیں کی بلکہ ان معجزات کو سحر و جادو قرار دیا اور کہا: ان کے قبضہ میں جن ہیں۔

اے عیسیٰ ــــــ! جو تم نے مشاہدہ کیا ہے اس سے ہمارے دوستوں کو بھی آگاہ کرنا اور ہمارے دشمنوں سے مخفی رکھنا۔ اگر تم بتاؤ گے تو تم سے چھن جائے گا۔

میں نے عرض کی: مولا! دعا کیجیے کہ خدا مجھے ثابت قدم رکھے۔

فرمایا: اگر خدا تم کو ثابت قدم نہ رکھتا تو تم مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اب تم کامیابی کے ساتھ جاؤ۔ پس میں وہاں سے خدا کا شکر ادا کرتا ہوا نکلا۔●

● هداية الحضيني، ص:٧٢۔ مدينة المعاجز، ص: ٦١٠

حسین والیٔ قم

ابوالحسن مسترق ضریر سے روایت ہے کہ ان کا بیان ہے کہ میں ایک دن حسن بن عبداللہ بن حمران ناصر الدولہ کی مجلس میں موجود تھا۔ وہاں ناحیہ کے واقعات کا ذکر آیا اور میں اس کا مذاق اُڑاتا رہا کہ اسی اثناء میں ایک دن میرے چچا حسن تشریف لائے۔

میں ان واقعات کے متعلق ان سے گفتگو کرنے لگا تو انہوں نے فرمایا:

اے فرزند۔۔۔! میں بھی تمہاری طرح ایسا ہی خیال رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ مجھے قم کی حکومت پر مامور کیا گیا، کیونکہ سلطان پر ایک مشکل آپڑی تھی۔ سلطان کی طرف سے جو بھی وہاں جاتا اہلِ قم اس سے آمادہ پیکاں ہو جاتے۔

چنانچہ۔۔۔! مجھے ایک فوج سپرد کی گئی اور میں قم کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب میں ناحیہ طرز تک پہنچا اور وہاں مقیم ہو گیا تو ایک دن شکار کے لیے گیا۔ اتفاقاً میں شکار کا پیچھا کر رہا تھا تو میرے سامنے ایک نہر حائل ہو گئی، لیکن میں اس کے اندر اُتر گیا اور شکار کے تعاقب میں آگے ہی بڑھتا رہا۔ اب جتنا میں آگے بڑھتا گیا نہر وسیع و عریض ہوتی جاتی تھی۔ اسی دوران مجھے ایک سوار نظر آیا جو سرخ گھوڑے پر سوار اور سر پر سبز عمامہ اس انداز سے بندھا ہوا تھا کہ صرف اس کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں اور پاؤں میں سرخ رنگ کے موزے تھے۔ اس نے آتے ہی پکارا: اے حسین! (یعنی اس نے مجھے نہ تو اے امیر کہہ کر پکارا اور نہ میری کنیت اے ابو عبداللہ کہا بلکہ تحقیر اً میرا نام لے کر پکارا)۔

میں نے دریافت کیا: کیا کام ہے؟

اس سوار نے کہا: ناحیہ کا مذاق کیوں اُڑاتے ہو اور میرے اصحاب کو اپنے مال کا

خمس (پانچواں حصہ) کیوں نہیں دیتے؟

حسین کہتے ہیں: اگرچہ میں ایک دلیر اور جرأت مند شخص تھا مگر اس سوار کی ہیبت مجھ پر طاری ہوگئی اور میرے جسم میں رعشہ سا پیدا ہوگیا۔ ہم نے ہمت سے کام لیا اور عرض کیا: اے میرے آقا! آپ جو حکم فرمائیں میں اس کی تعمیل کروں گا۔

انھوں نے فرمایا: اچھا! تمہارا جہاں جانے کا ارادہ ہے جاؤ اور وہاں سے جو کچھ بھی تمہیں بہرصورت حاصل ہو جائے اس میں سے مستحقین کا حصہ خمس ادا کر دینا۔

میں نے عرض کیا: بسر و چشم!

پھر فرمایا: اچھا جاؤ، اللہ تمہیں نیک ہدایت دے۔

یہ کہہ کر آپ نے اپنے گھوڑے کی لجام موڑی اور واپس چلے گئے۔ میں نے اپنے دائیں بائیں مڑ کر بہت دیکھا مگر معلوم نہیں کہاں چلے گئے۔

اب تو مجھ پر ان کا رُعب اور چھا گیا اور وہیں سے میں اپنے لشکر کی طرف واپس آ گیا۔ پھر یہ واقعہ میرے حافظے سے یکسر محو ہو گیا۔ جب میں قم پہنچا تو میرے ذہن میں یہ بات اُبھری کہ مجھے اسی قوم سے جنگ کرنی پڑے گی مگر میرے پہنچتے ہی اہلِ قم میرے پاس جمع ہو کر آئے اور بولے: اب تک تو جو حاکم بھی یہاں آیا ہم اس سے برسرِ پیکار ہوئے مگر اب آپ آئے ہیں تو ہم آپ سے جنگ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ آپ شہر میں تشریف لے چلیں اور وہاں کا انتظام سنبھالیں، چنانچہ میں ایک عرصہ دراز تک وہاں رہا اور توقع سے زیادہ مال کمایا مگر لشکر کے سرداروں نے سلطان سے میری چغلی لگا دی اور وہ حسد کی آگ میں جلنے لگے کہ یہ ایک عرصے سے یہاں رہ کر مال کما رہے

ہیں۔ لہٰذا میں معزول کر دیا گیا اور واپس بغداد آ گیا۔ پہلے سلطان کے پاس حاضری دی۔ اسے سلام کیا پھر اپنے گھر آیا اور لوگ میری ملاقات کو آئے۔ ان میں محمد بن عثمان عمری (آپ امام زمانہؑ کے نواب اربعہ میں سے تھے) بھی تشریف لائے اور میرے تکیے پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ مجھے بڑا غصہ آیا۔ لوگ آتے جاتے رہے اور میرا غصہ بڑھتا ہی جاتا تھا۔ جب سب لوگ رخصت ہو گئے تو وہ میرے قریب آئے اور بولے: مجھے تم سے تنہائی میں کچھ کہنا ہے۔

میں نے کہا: فرمایئے کیا کہنا چاہتے ہیں؟

انھوں نے کہا: ایک مرتبہ نہر پر ایک سرخ گھوڑے والے سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی۔ ان کا پیغام ہے کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اب تم بھی اپنا وعدہ پورا کرو۔ یہ سنتے ہی مجھے وہ واقعہ یاد آ گیا اور میں کانپ اُٹھا اور عرض کیا: بسر وچشم یہ کہہ کر میں وہاں سے اُٹھا۔ ان کا ہاتھ پکڑا، اور اپنے خزانے کے پاس لے آیا۔ ہر مال کا پانچواں حصہ (خمس) نکالنے لگے، یہاں تک کہ ان اموال کا بھی خمس نکالا جن کو میں بھول چکا تھا۔ اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ اس کے بعد میرے نزدیک حضرت صاحب الامرؑ کا وجود محقق ہو گیا پھر مجھے اس سلسلے میں کوئی شک نہ رہا۔

راوی کا بیان ہے: جب میں نے اپنے چچا ابو عبداللہ سے یہ واقعہ سنا میرا بھی شک دور ہو گیا۔●

● خرائج و جرائح جلد:۱، ص:۴۷۲۔ کشف الغمہ، جلد:۲، ص:۵۰۰۔ منتخب الانوار المضیئہ، ص:۱۶۱۔ بحار الانوار، جلد:۵۲، ص:۵۶۔ وسائل جلد:۷، ص:۳۷۷۔ مدینۃ المعاجز، ص:۶۲۴۔ اثبات الہداۃ جلد:۳، ص:۶۹۴

ہشام رسول ابی القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ

ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جب میں ۳۳۷ھ میں حج کے ارادے سے چلا اور بغداد پہنچا۔ یہی وہ سال تھا جس میں قرامطہ نے خانہ کعبہ سے حجرِ اسود کو اس کے مقام سے ہٹا دیا تھا۔

میں بہت بے چین تھا کہ دیکھوں بھلا اب حجرِ اسود کو اس کے مقام پر کون نصب کرتا ہے۔ اس لیے کہ میری نظر سے کتابوں میں گذر چکا تھا کہ حجرِ اسود کو اس کے مقام پر صرف وہی رکھے گا جو اس زمانے میں حجتِ خدا ہوگا۔ جس طرح حجاج کے زمانے میں اس کو اس کے مقام پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے رکھا تھا اور وہ ٹھہر گیا تھا مگر بغداد پہنچ کر میں سخت بیمار ہوا، اور ڈر تھا کہ اس بیماری میں میری موت نہ واقع ہو جائے۔

چنانچہ ــــ مجھے اپنا ارادہ حج ترک کرنا پڑا، اور میں نے ابن ہشام کو اپنا نائب بنایا اور اپنا سربمہر ایک خط دیا۔ جس میں اپنی مدت عمر دریافت کی تھی اور یہ کہ اس بیماری میں میری موت واقع ہوگی یا نہیں اور اس سے یہ کہا کہ یہ خط اس شخص کو دینا جو حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرے۔ اس سے اس کا جواب لانا میں تمہیں اس غرض سے بھیج رہا ہوں۔

ابن ہشام کا بیان ہے: میں مکہ پہنچا اور جب حجرِ اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو میں نے خانہ کعبہ کے محافظوں کو کچھ رقم دی تا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ رکھیں اور ایسے مقام پر کھڑا کریں جہاں میں دیکھ سکوں کہ حجرِ اسود کو کس نے نصب کیا اور یہ کہ وہ مجھے لوگوں کے ازدحام سے بچاتے رہیں۔

چنانچہ ــــ! میں نے دیکھا کہ جو شخص بھی حجرِ اسود کو نصب کرتا ہے وہ اپنی جگہ پر

نہیں ٹھہرتا۔ ناگاہ ایک گورے رنگ کا خوبصورت نوجوان آگے بڑھا۔ اس نے حجرِ اسود کو اُٹھا کر اس کے مقام پر نصب کیا اور وہ ٹھہر گیا، پھر کیا تھا ہر طرف سے نعرے بلند ہونے لگے اور وہ نوجوان وہاں سے دروازے کی طرف واپس ہوا، اِدھر میں بھی اپنی جگہ سے اس کے پیچھے چل دیا۔

میں لوگوں کو اس طرح دائیں بائیں سے دھکیل رہا تھا کہ لوگ سمجھے کہ یہ کوئی پاگل ہے۔ اسی بنا پر لوگ مجھے راستہ دینے لگے، مگر میں نے اپنی نظریں مسلسل اس نوجوان پر جمائے رکھیں، یہاں تک کہ وہ اپنی معتدل رفتار سے چلتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا، تاہم میں اس تک نہیں پہنچ سکا۔ مگر جب وہ ایک ایسے مقام پر پہنچا کہ جہاں میرے سوا اس کو کوئی نہ دیکھ سکے تو وہ کھڑا ہو گیا اور میری طرف متوجہ ہو کر بولا: لاؤ تمہارے پاس کیا ہے؟

میں نے آگے بڑھ کر وہ خط اس کے حوالے کیا۔ اُنھوں نے اس خط کو بغیر پڑھے فرمایا: اس بیماری میں ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے اور جو چیز یقینی ہے وہ تیس (۳۰) برس بعد ہوگی۔ میری آنکھوں میں فرطِ محبت سے آنسو آ گئے۔ میں بے حس و حرکت کھڑا کا کھڑا رہ گیا اور وہ مجھے چھوڑ کر غائب ہو گئے۔

ابوالقاسم جعفر کا بیان ہے کہ ابن ہشام نے آ کر مجھے زبانی یہ سب کچھ کہہ سنایا اور جب ۳۰۰ھ میں تیس (۳۰) سال بعد ابوالقاسم جعفر بیمار ہوئے تو انھوں نے اپنے تمام معاملات سمیٹے۔ اپنے تکفین و تدفین کا انتظام درست کیا۔ وصیت نامہ لکھا۔ لوگوں نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ امید ہے کہ آپ صحت یاب ہوں گے۔

انھوں نے کہا: اس سال تو مجھے موت کا خوف دلایا گیا ہے۔ چنانچہ اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوا۔ ●

ابو محمد دعلجی

روایت کی گئی ہے کہ ابو محمد دعلجی جو ہمارے اصحاب اخبار میں سے تھے ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک نیکوکار تھا جس کا نام ابوالحسن تھا اور مُردوں کو غسل دیا کرتا تھا اور دوسرا بدکار و بدچلن تھا۔ ابو محمد دعلجی کو کسی نے ایک رقم دی تھی کہ وہ اس رقم سے حضرت صاحب الزمانؑ کی طرف مناسک حج ادا کرے۔ اس زمانے میں شیعوں کا یہی دستور تھا۔ ابو محمد نے اس رقم کا کچھ حصہ اپنے بدچلن بیٹے کو دے دیا اور خود حج کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ جب حج سے واپس آیا تو اس نے بیان کیا کہ میں توقف (عرفات) میں ایک جگہ کھڑا تھا کہ ایک طرف سے ایک گندمی رنگ کا خوبصورت نوجوان آتا ہوا نظر آیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: اے شیخ! تجھے شرم نہیں آتی؟

میں نے پوچھا: اے میرے سردار! کس بات پر شرم؟

انھوں نے کہا: تجھے ایک شخص کی طرف سے جس کو تو جانتا ہے حج کرنے کے لیے رقم دی گئی تھی اور تو نے اس میں سے کچھ رقم ایک فاسق کو دے دی جو شراب پیتا ہے۔

یاد رکھ ــــ! عنقریب تیری یہ آنکھ پھوٹ جائے گی۔

یہ کہہ کر انھوں نے میری آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔ جس کی وجہ سے اب تک مجھے

● خرائج و جرائح، جلد:۱، ص:۴۷۵۔ کشف الغمہ، جلد:۲، ص:۲۰۵۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص:۵۸۔ مدینۃ المعاجز، ص:۶۱۴۔ اثبات الھداۃ، جلد:۳، ص:۶۹۴

اپنی آنکھ کے ضائع ہونے کا خوف لاحق ہے۔●

ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان کا بیان ہے کہ چالیس (۴۰) بھی نہیں گزرے تھے کہ اس کی آنکھ میں جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا تھا۔ ایک زخم ظاہر ہوا، اور وہ آنکھ جاتی رہی۔

شیخ مفیدؒ کے نام امام زمانہ کا ایک خط

کتاب الاحتجاج میں مرقوم ہے کہ ماہ صفر ۴۱۰ھ میں ناحیۂ مقدسہ سے شیخ عبداللہ محمد بن محمد بن نعمانؒ کے نام ایک تحریر آئی۔ پہنچانے والے نے بتایا کہ وہ تحریر ناحیۂ متصل بہ حجاز سے لایا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے:

لِلْاَخِ السَّدِيْدِ وَالْوَلِيِّ الرَّشِيْدِ الشَّيْخِ الْمُفِيْدِ اَبِيْ عَبْدِاللهِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ اَدَامَ اللهُ اِعْزَازَهٗ مِنْ مُسْتَوْدَعِ الْعَهْدِ الْمَاخُوْذِ عَلَى الْعِبَادِ

"سچے بھائی اور ہدایت یافتہ دوست شیخ مفید ابی عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان کے نام اللہ تعالیٰ ان کے اعزاز کو قائم و دائم رکھے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امابعد——!

تم پر سلام ہو اے دوستدار! اے دین میں مخلص! اور ہمارے بارے میں خصوصی

● خرائج و جرائح، جلد:۱، ص:۴۸۰۔ بحار الانوار، جلد:۵۲، ص:۵۹۔ اثبات الهداة، جلد:۳، ص:۶۹۵۔ فرج المهموم، ص:۲۵۶۔ وسائل جلد:۸، ص:۱۴۸۔ مستدرك الوسائل، جلد:۸، ص:۷۰۔ مدينة المعاجز، ص:۶۱۴۔

یقین رکھنے والے! ہم اس خدا کی حمد کرتے ہیں جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور اسی سے ملتجی ہیں کہ وہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ ہمارے آقا و مولا اور ہمارے نبیؐ اور ان کی آلِ پاک پر۔

اللہ تعالیٰ حق کی نصرت کے لیے تمہاری توفیق ہمیشہ قائم رکھے اور ہماری طرف سے ہمارے ماننے والوں کو جو سچی باتیں پہنچاتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بڑی جزائے خیر عنایت فرمائے۔

تمہیں معلوم ہو کہ مجھے اذن دیا گیا ہے کہ میں تمہیں خط و مکتاب کا شرف بخشوں۔ جس طرح تم سے پہلے ہمارے جاننے والوں میں سے کچھ لوگ اس سے شرفیاب ہوتے ہیں۔

تم اللہ کے دشمنوں اور دین سے خارج ہو جانے والوں کے مقابلے پر ثابت قدم رہو، اللہ تمہاری نصرت و مدد کرے گا اور جو کچھ ہم انشاءاللہ لکھیں گے اسے ان لوگوں تک پہنچاؤ جن پر تمہیں اطمینان ہو۔

ہم ظالموں کی آبادی سے دور اپنے مقام پر مقیم و قیام پذیر ہیں، اس لیے کہ اللہ کے پیش نظر اس میں ہماری اور ہمارے شیعوں کی بہتری ہے کہ جب تک حکومت دنیا فاسقوں کے پاس ہے ہم ان کی قلمرو (دسترس) سے دور رہیں، مگر اس کے باوجود تم لوگوں کے حالات کا علم ہمیں ہوتا رہتا ہے اور تم لوگوں کی کوئی بات ہم سے چھپی نہیں رہتی ہے ہمیں تم لوگوں کی لغزشوں کا علم اس وقت سے ہے جب سے تم میں سے اکثر اس طرف مائل ہو گئے۔ جس سے اسلاف صالحین ہمیشہ دور رہے اور جو ان سے عہد لیا گیا تھا انھوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اسے پس پشت ڈال دیا جیسے ان کو اس عہد کی خبر ہی

نہیں۔ پھر بھی ہم نے تم لوگوں کو بھلایا نہیں ہے۔ تمہاری رعایت نہیں چھوڑی ہے۔ اگر ایسا نہ کرتے تو دشمن تمہیں ختم ہی کر دیتے، لہٰذا تم لوگ اللہ سے ڈرو اور ان فتنوں میں پڑنے سے بچو جو تم پر چھا جانے والا ہے اور جس میں وہ شخص جس کی اجل آ گئی ہے وہ مر جائے گا جو اپنی مراد کو پہنچنے والا ہے وہ بچ جائے گا اور وہی ہمارے اقدام کی ابتدائی نشانی ہوگی اور ہمارے امر و نہی کا اجراء ہوگا۔ اللہ اپنے نور کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر رہے گا۔ چاہے مشرکوں کو ناگوار ہی گذرے۔

تم لوگ جاہلیت کی آگ کے شعلوں سے جسے بنی امیہ کے تعصب نے بھڑکایا ہے بچنے کے لیے تقیہ سے کام لو۔ امسال جب ماہ جمادی الاوّل آئے گا تو اس میں جو حادثات رونما ہوں گے اس سے سبق حاصل کرنا اور اس کے فوراً بعد جو کچھ ہوا سے دیکھ کر خواب غفلت سے بیدار ہو جانا۔

تم لوگوں کے لیے ایک واضح نشانی نمودار ہوگی آسمان سے اور اسی طرح بالکل اس کے برابر زمین سے بھی۔ سرزمین مشرق میں ایسے حادثات ہوں گے جنہیں دیکھ کر رنج و قلق ہوگا اور اس کے بعد عراق پر وہ گروہ غالب آ جائے گا جو اسلام سے خارج ہو چکا ہوگا۔

ان کی بداعمالیوں سے اہل عراق کی روزی تنگ ہو جائے گی۔ اس کے بعد یہ غم کی گھٹا چھٹ جائے گی اور شریر و مشرک تباہ ہو جائیں گے۔ ان کی ہلاکت پر متقی اور نیکوکار لوگوں کو خوشی ہوگی اور تمام اطراف ارض سے لوگ حج کے ارادے پر متفق ہوں گے۔ تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ایسا عمل کرے جو ہمارے نزدیک پسندیدہ ہے۔

وہ عمل نہ کرے جو ہمیں ناپسند ہے۔ اس لیے کہ ہماری حکومت یک بہ یک آئے گی اور اس وقت کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی خواہ کوئی ہی ندامت کا اظہار کرے سزا سے نہیں بچے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت الہام کے ذریعے سے کی ہے اور اپنے لطف و مہربانی سے تم لوگوں کو ہدایت کی توفیق دی ہے۔

نُسْخَةُ التَّوْقِيعِ بِالْيَدِ الْعُلْيَا عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

''یہ نسخہ توقیع خود صاحب الزمانؑ کے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی ہے۔''

اے میرے برادر—ہماری محبت میں باصفاء، بااخلاص، مددگار، وفادار! اللہ تعالیٰ اپنی آنکھوں سے تمہاری نگرانی کرے جو کبھی نہیں سوتیں۔ یہ میرا خط ہے تمہارے نام۔ اس تحریر کو کسی پر ظاہر نہ کرنا اور اس کے مضمون پر صرف ان لوگوں کو مطلع کرنا جن پر تمہیں اطمینان ہو اور انھیں عمل کی ہدایت کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو محمدؐ اور ان کی آلِ اطہارؑ پر۔ ●

محمد علوی حسینی

ہمارے علماء کی ایک قدیم کتاب میں جس کا سنہ کتابت شوال ۳۹۶ھ ہے۔ اس میں مرقوم ہے۔ یہ یہ دعا حضرتؑ نے موصل میں اپنے شیعوں میں سے ایک آدمی کو تعلیم فرمائی تھی جب کہ اس کے اہلِ خانہ محوِ خواب تھے اور وہ مظلوم تھا۔

چنانچہ—!

● الاحتجاج، ص:۴۹۵۔ بحار الانوار، جلد:۵۳، ص:۱۷۴۔ درایع طیبات، ص:۸۵۔ رجال بحر العلوم، جلد:۳، ص:۲۱۷

خدا نے اس کو کشائش عطا کی اور اس کا دشمن قتل کر دیا گیا۔●

۔ احمد بن محمد بن الحسین بن اسحاق بن جعفر علوی عریضی نے حران میں بیان کیا اور کہا: مجھ سے محمد بن علی علوی حسینی جو مصر میں سکونت پذیر تھے انھوں نے بیان کیا کہ مجھے مصر کے حاکم کی طرف سے ایک خبر نے وحشت زدہ کر دیا اور مجھے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا، کیونکہ کسی نے احمد بن طولون سے میری شکایت کر دی تھی، چنانچہ میں مصر سے حج کے لیے نکلا اور حجاز سے عراق گیا۔

میں اپنے مولا ابو عبداللہ حسین ابن علی کے حرم میں پناہ لینا چاہتا تھا اور اس شخص سے آپ کی امان میں رہنا چاہتا تھا کہ جس سے میں ڈر رہا تھا، چنانچہ میں پندرہ (۱۵) دنوں تک حائر حسینی میں ہی رہا اور دن رات، دعا اور تضرع و زاری کرتا رہا کہ ایک روز غنودگی کے عالم میں قائم زمانہ اور خدا کے ولی کا دیدار ہوا کہ وہ مجھ سے فرماتے ہیں: تم سے حسین فرماتے ہیں بیٹا! تم فلاں سے ڈر گئے ہو؟

میں نے عرض کیا: ہاں! وہ مجھے ہلاک کرنا چاہتا تھا اس لیے میں نے اپنے آقا کے یہاں پناہ لی اور اس چیز کا شکوہ جو وہ مجھ سے چاہتا تھا۔

فرمایا: تم نے اپنے رب اور آباء کے پروردگار کو اس دعا کے ذریعہ نہیں پکارا جس کے ذریعہ انبیائے ماسلف اپنی مشکلات میں پکارتے تھے اور ان کی مشکلات دور ہو جایا کرتی تھیں۔

میں نے عرض کیا: وہ کس چیز کے ذریعہ پکارتے تھے؟

● کتاب مہیج الدعوات، ص: ۲۷۸

فرمایا: شب جمعہ غسل کرو، نمازِ شب پڑھو اور سجدہ شکر میں دو زانو بیٹھ کر یہ دعا پڑھنا اور آپ نے مجھے وہ دعا تعلیم فرمائی۔

راوی کہتا ہے: وہ مسلسل پانچ (۵) دن آئے اور اسی بات کو دہراتے رہے یہاں تک کہ وہ دعا مجھے یاد ہو گئی اور شب جمعہ ان کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں نے غسل کیا، لباس بدلا، خوشبو لگائی، نمازِ شب بجالایا۔ سجدہ شکر میں گیا پھر دو زانو ہو کر بیٹھا اسی دعا کے ذریعہ خدا سے دعا کی۔ سنیچر کی شب آپ تشریف لائے۔

اور آپؑ نے فرمایا: اے محمدؐ! تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے اور تمہاری دعا کے ختم ہوتے ہی تمہارے دشمن کو قتل کر دیا گیا۔ صبح ہوئی تو میں نے اپنے مولا سے رخصت طلب کی اور مصر کے قصد سے چلا، جب میں اردن پہنچا تو وہاں میں نے اس شخص کو دیکھا جو مصر میں ہمارا ہمسایہ تھا اور مومن تھا۔ اس نے بتایا کہ تمہارے دشمن کو احمد بن طولون کے حکم سے گرفتار کیا اور پس گردن سے ذبح کر دیا گیا نیز کہا: یہ واقعہ شب جمعہ کا ہے اور اس کی لاش کو نیل میں بہا دیا گیا اور مجھے ہمارے خاندان کے لوگوں اور ہمارے شیعہ بھائیوں نے بتایا کہ انہیں اس کی خبر اس وقت ہوئی جس وقت میں نے دعا ختم کی تھی، جیسا کہ مجھے میرے مولا نے اس کی خبر دی تھی۔●

اسماعیل بن حسن ہرقلی

شیخ علی بن عیسیٰ اپنی کتاب کشف الغمہ میں تحریر فرماتے ہیں: (بیماری سے صحت کے بارے میں) دو قصے نقل کرتا ہوں جو ہمارے زمانہ قریب میں پیش آئے اور جن کو

● مہج الدعوات، ص: ۲۷۹۔ بحار الانوار، جلد: ۵۱، ص: ۳۰۷

ہمارے ایمانی بھائیوں میں سے ثقہ لوگوں کی ایک جماعت نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ بلاد دجلہ میں اسماعیل بن حسن ہرقلی جس کا انتقال میرے ہی زمانے میں ہوا لیکن مجھے اسے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، اس کی بائیں ران پر توت کی شکل کا ایک مسّہ نکل آیا جو ایک مشت کے برابر ہو گیا اور وہ ہر فصل ربیع کے زمانے میں پھٹ جاتا۔ جس سے بکثرت خون نکلتا۔ اس کی وجہ سے میں کوئی کام نہیں کر سکتا تھا۔

اس وقت وہ اپنے قریہ ہرقل میں مقیم تھے۔ ایک دن وہ حلّہ آئے اور سعید رضی الدین علی بن طاؤوسؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تکلیف بیان کی اور عرض کیا: میں علاج کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ انھوں نے حلّہ کے اطباء کو بلا کر دکھلایا۔ ان لوگوں نے کہا: یہ مسّہ رگ اکحل پر ہے۔ اس کا علاج پُر خطر ہے۔ اگر اسے کاٹا جائے تو رگ کے کٹ جانے کا خوف ہے، جس کی وجہ سے موت واقع ہو سکتی ہے۔

سعید رضی الدین نے کہا: تم میرے ہمراہ بغداد چلو وہاں کے اطباء ماہر اور حاذق ہیں۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ بغداد گئے۔ وہاں کے اطباء کو دکھایا، مگر انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو حلہ کے طبا دے چکے تھے۔ پھر تو میرے والد زیادہ دل تنگ ہوئے۔

سعید رضی الدین نے ان سے کہا: شرع نے تمھیں انہی کپڑوں میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، البتہ جہاں تک ممکن ہو سکے احتیاط سے کام لو۔

میرے والد نے عرض کیا: اب جبکہ میں بغداد میں مقیم ہوں تو سرمن رائے میں حضرت امام حسن عسکریؑ کے روضے میں داخل ہوا تو ائمہ طاہرینؑ کی زیارت پڑھی پھر سرداب کے اندر گیا اور وہاں سے پھر روضہ حضرت امام حسن عسکریؑ کی طرف روانہ ہوا۔

درمیانِ راہ میں نے دیکھا کہ چار سوار شہر پناہ کے دروازے سے برآمد ہوئے، کیونکہ روضہ مقدسہ کے اطراف کے باشندے اپنی بھیڑیں چرایا کرتے تھے۔ اس لیے میں سمجھا کہ یہ سوار بھی انہی لوگوں میں سے ہوں گے، مگر جب نزدیک آئے تو دیکھا کہ تین جوان ہیں۔ ان میں سے ایک غلام معلوم ہوتا ہے۔ یہ تینوں کمر میں تلواریں لٹکائے ہوئے ہیں۔ ایک بوڑھے ہیں جو ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے ہیں اور چہرے پر نقاب ہے۔ ان تینوں میں سے ایک جوان اپنی تلوار کے اوپر ہی پوستین کی رنگین عبا پہنے ہوئے ہے۔ سر پر عمامہ ہے۔ جس کا ایک سرا گلے میں لپٹا ہوا ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ بزرگ جن کے ہاتھ میں نیزہ تھا، راستے کی دائیں جانب کھڑے ہو گئے اور اپنے نیزے کی نوک زمین پر رکھ دی اور دو جوان راستے کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ باقی رہ گئے وہ صاحب جو رنگین پوستین کی عبا میں ملبوس تھے۔ وہ بالکل میرے مقابل راستے پر کھڑے ہو گئے۔

میں جب قریب پہنچا تو ان لوگوں نے مجھے سلام کیا اور میں نے جواب سلام دیا۔ پھر وہ صاحب جو پوستین کی عبا میں ملبوس تھے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا: کیا تم کل اپنے وطن واپس جانے کا عزم رکھتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

انھوں نے فرمایا: آؤ ذرا مجھے تو دکھاؤ کہ تمھیں کیا تکلیف ہے۔ مگر مجھے ان لوگوں کا میرے بدن کو مَس کرنا پسند نہ آیا، کیونکہ مجھے خیال تھا کہ یہ لوگ دیہاتی ہیں انھیں نجاست وطہارت کا کیا خیال ہو سکتا ہے۔

میں دریا میں غسل کر کے آ رہا تھا۔ بدن پر کپڑے بھی قدرے گیلے تھے تاہم میں آگے بڑھ گیا۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور میرے پہلو کی طرف ٹٹولنے لگے یہاں تک ان کا ہاتھ اس مسّے (دنبل) تک جا پہنچے۔ انھوں نے اسے پکڑ کر اپنے ہاتھ سے دبایا تو مجھے قدرے تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ کر وہ اپنے گھوڑے کی زین پر بیٹھ گئے اور ان بوڑھے بزرگوار نے فرمایا: اے اسماعیل! جاؤ۔ اب تم نے اس بیماری سے نجات پالی ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ انھیں میرا نام کیسے معلوم ہو گیا؟ مگر میں نے کہا: ان شاء اللہ! ہم بھی اچھے اور نجات یافتہ اور آپ حضرات تو اچھے ہیں ہی۔

راوی کا بیان ہے: پھر ان بزرگوار نے فرمایا: تمھیں نہیں معلوم یہ امام زمانہ ہیں۔ یہ سنتے ہی میں آگے بڑھا اور ان کے قدموں کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھے اور میں ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

انھوں نے فرمایا: بس اب واپس ہو جاؤ۔

میں نے عرض کیا: نہیں، میں تو اب آپ کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔

انھوں نے فرمایا: تمہارے واپس جانے ہی میں تمہارا فائدہ ہے اور مصلحت بھی یہی ہے، میں نے پھر اصرار کیا۔ نہیں میں تو واپس نہیں جاتا۔ پھر ان بزرگوار نے مجھے ڈانٹ کر کہا: اے اسماعیل! تمھیں شرم نہیں آتی تم سے تمہارے امام دو مرتبہ کہہ چکے ہیں اور تم واپس نہیں جاتے۔ واپس جاؤ۔

یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا۔ وہ چند قدم آگے بڑھا اور مجھ سے پکار کر فرمایا: جب تم بغداد پہنچو گے تو تمھیں ابوجعفر خلیفہ مستنصر لازماً طلب کرے گا۔ جب تم اس کے پاس

جاؤ وہ تمہیں کچھ دے تو مت لینا اور میرے فرزند رضی سے کہنا وہ تمہیں ایک خط علی ابن عوض کے نام لکھ کر دیں گے اور میں نے علی بن عوض سے کہہ دیا ہے، تم ان سے جتنا چاہو مانگ لینا وہ دیں گے۔

یہ کہہ کر وہ (حضرت صاحب الزمانؑ) اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آگے بڑھ گئے اور میں ان حضرات کو حسرت سے تکتا رہ گیا۔ جب وہ بہت دور نکل گئے تو مجھے ان کی جدائی کا قلق بڑھتا ہی گیا۔ پھر میں زمین پر تھکا تھکا سا ہو کر بیٹھ گیا اور کچھ دیر دم لے کر روضے کی جانب آیا تو پہریدار میرے گرد جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے: کیا بات ہے؟

تمہارا چہرہ اس قدر متغیر کیوں ہے؟ کیا کہیں چوٹ لگ گئی ہے؟

میں نے کہا: نہیں، انھوں نے پوچھا: کیا تمہارا کسی سے جھگڑا ہوا ہے؟

میں نے کہا: نہیں!

ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

یہ بتاؤ وہ چار سوار جو تمہاری طرف سے گذرے ہیں کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟

انھوں نے کہا: (تمہیں تو کچھ معلوم ہی نہیں) وہی تو امام زمانہؑ تھے۔

وہ پوچھنے لگے: ان میں امام کون تھے؟ وہ بزرگوار تھے یا وہ جو پوستین کی عبا پہنے ہوئے تھے؟

میں نے کہا: جو پوستین کی عبا پہنے ہوئے تھے۔

انھوں نے پوچھا: تو پھر تم نے انھیں اپنا مرض دکھایا؟

میں نے کہا: ہاں! انھوں نے اپنے ہاتھ سے اس کو دبایا اور مجھے تھوڑی سی تکلیف

ضرور محسوس ہوئی۔ پھر میں نے اپنا پاؤں کھول کر دیکھا تو اس ذنبل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ مجھے کچھ حیرت ناک شک ہوا تو میں نے دوسرا پاؤں کھول کر دیکھا تو اس میں بھی کچھ نہ تھا۔ اب تو وہ لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور میری قمیص کو پھاڑ پھاڑ کر اور نوچ نوچ کر بطور تبرک لے گئے۔ پہریداروں نے جب یہ حال دیکھا تو میری حفاظت کی، اور مجھے خزانے کی کوٹھڑی میں لے جا کر بند کر دیا اور وہاں کسی کو نہ آنے دیا۔ وہاں سامرا میں دو نہروں کے درمیان ایک داروغہ مقرر تھا۔ جب اس نے یہ شور وغل سنا تو لوگوں سے دریافت کیا: کیا معاملہ ہے؟

لوگوں نے واقعہ بیان کیا تو وہ خود خزانے کی کوٹھڑی کے پاس آ گیا۔ اُس نے میرا نام پوچھا اور یہ کہ تم بغداد سے کب آئے تھے؟

میں نے بتایا: میں اس ہفتے کے شروع میں آیا تھا۔ وہ یہ پوچھ کر چلا گیا اور میں نے روضہ سامرا میں شب بسر کی۔ صبح کی نماز پڑھ کر وہاں سے چل دیا۔ بہت لوگ دور تک مجھے رخصت کرنے کے لیے آئے۔ کچھ دور میرے ساتھ چلے پھر واپس ہو گئے۔

یہاں سے چل کر میں حدود بغداد میں مقام اوانی پر پہنچا۔ وہاں شب بھر رہ کر صبح کی۔ پھر وہاں سے بغداد کے لیے چل دیا۔ جب میں جسر کہنہ (پل) پر پہنچا تو دیکھا کہ وہاں لوگوں کا ایک اژدھام ہے۔ ہر رہ گزر سے لوگ اس کا نام ونسب دریافت کرتے ہیں کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ چنانچہ انھوں نے مجھ سے بھی دریافت کیا: تمہارا کیا نام و نسب ہے اور تم کہاں سے آ رہے ہو؟ جب میں نے انھیں سب کچھ بتایا تو انھوں نے مجھے گھیر لیا اور میرے کپڑے نوچنے لگے۔ بمشکل میں نے ان سے اپنی جان بچائی اور یہ

اس وجہ سے ہوا کہ ان دونہروں پر موجود داروغہ نے ان لوگوں کو پہلے ہی اطلاع دے دی تھی۔

اسی بنا پر لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا۔ قریب تھا کہ میری جان چلی جاتی۔ ادھر وزیر قمی نے سعید رضی الدین کو طلب کیا اور اس خبر کی تصدیق چاہی۔ وہ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ چل پڑے اور باب نوبی پر ان سے میری ملاقات ہوگئی۔ ان کے اصحاب نے میرے اَطراف سے ہجوم کو برطرف کیا۔ سعید رضی الدین نے مجھے دیکھ کر فرمایا: کیا تمہارے ہی بارے میں لوگ کہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

یہ سن کر وہ سواری سے اُتر پڑے اور میری ران کھول کر دیکھی تو اس پر کسی دنبل وغیرہ کا نام ونشان تک نہ تھا۔ یہ دیکھتے ہی وہ غش کھا کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو میرا ہاتھ پکڑا، اور مجھے وزیر کے پاس لے گئے۔ وہ روتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے کہ یہ میرا بھائی اور سب سے زیادہ میرے دل کے قریب ہے۔

وزیر نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے؟

میں نے من وعن سارا قصہ بیان کر دیا۔ اس نے ان اطباء کو طلب کر لیا جنھوں نے مجھے دیکھ کر کہا تھا کہ اس کا علاج آپریشن ہے لیکن اگر آپریشن کیا گیا تو یہ مر جائے گا اور یہ بھی کہا تھا کہ بالفرض اس کا آپریشن ہو جائے اور مرنے سے بچ بھی جائے تو پھر تندرست ہونے میں کافی وقت لگ جائے گا۔ اور اس مقام پر اچھا خاصا زخم کا گہرا نشان باقی رہ جائے گا، جس پر کبھی بال نہ اُگیں گے۔

وزیر نے پوچھا: تم لوگوں نے اس کو کب دیکھا تھا؟

اطباء نے جواب دیا: دس دن پہلے۔

وزیر نے میری ران کھول کر دیکھی تو اس پر کسی طرح کا کوئی نشان نہ تھا۔ اطباء میں سے ایک نے پکار کر کہا: ارے یہ تو صرف حضرت عیسیٰؑ کرا سکتے ہیں۔

وزیر نے کہا: ہاں سچ ہے۔ واقعی یہ کام تمہارے بس میں نہیں مگر مجھے معلوم ہے کہ یہ کس کی کرامت ہے۔

پھر خلیفہ مستنصر کے دربار میں پیش کیا گیا۔ اس نے بھی مکمل پوچھ کچھ اور معلومات حاصل کیں تو میں نے اس کو بھی قصہ تفصیل سے بتایا۔ اس نے مجھے ایک ہزار دینار دیے اور جانے کا حکم دیا اور کہا: یہ تمہارے اخراجات کے لیے ہیں۔

میں نے کہا: اس میں سے ایک دینار بھی لینے کی جسارت نہ کروں گا۔

اس نے پوچھا: کس سے خوفزدہ ہو؟

میں نے کہا: اسی سے جس نے مجھے شفا دی ہے۔

یہ جواب سن کر خلیفہ نے پوچھا: کیا تم ابوجعفر سے کچھ نہ لو گے اور یہ کہہ کر وہ رونے لگا اور بہت غمگین ہوا، اور میں اس سے کچھ لیے بغیر ہی وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا اور واپس آیا۔

علی بن عیسیٰؒ کہتے ہیں: میں ایک دن یہی قصہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے بیان کر رہا تھا۔ حسنِ اتفاق سے ان لوگوں میں ان کے فرزند شمس الدین محمد علی بھی موجود تھے۔ جب میں سارا قصہ بیان کر چکا تو انھوں نے کہا: میں ان ہی کا فرزندان ہوں ان

ہی کے صلب سے ہوں۔

میں نے پوچھا: کیا تم نے ان کی ران پر وہ دنبل دیکھا تھا؟

اس نے کہا: نہیں، میں اس وقت بالکل بچہ تھا مگر شفایابی کے بعد دیکھا تھا۔ اس مقام پر بال اُگے ہوئے تھے۔

علی بن عیسیٰ کہتے ہیں: میں نے سید صفی الدین محمد بن محمد بن بشیر علوی موسوی اور نجم الدین حیدر بن الیسر سے اس واقعہ کے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے اس کی تصدیق کی۔

نیز——!

ان کے فرزند شمس الدین نے بیان کیا کہ اس واقعہ کے بعد میرے والد بہت محزون رہنے لگے۔ انھیں جدائی کا بڑا قلق تھا۔ چنانچہ وہ موسم سرما میں بغداد جایا کرتے تھے۔ پورا موسم سرما وہیں قیام کرتے تھے اور ہر روز وہاں سے سامرّا جاتے اور زیارت کر کے واپس آتے تھے۔

اس طرح انھوں نے اس مرتبہ چالیسویں (۴۰) مرتبہ زیارت کی۔ صرف اس تمنا میں کہ شاید وہ موقع پھر آ جائے اور امام زمانہؑ کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اس سال ان کا انتقال ہو گیا۔ ●

● کشف الغمہ، جلد:۲، ص:۴۹۳۔ حلیۃ الابرار، جلد:۲، ص:۲۲۷۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص:۶۱

عطوہ زیدی

سید باقی بن عطوہ حسنی نے اپنے والد سے روایت کی ہے: ایک دن عشاء کے وقت ہم سب لوگ جمع تھے کہ اچانک عطوہ زور سے چلائے اور ہمیں پکارا۔ ہم لوگ دوڑ پڑے تو وہ بولے کہ تمہارے امام زمانہؑ ابھی ابھی میرے پاس سے گئے ہیں۔ جلدی جا کر ان کی زیارت کر لو۔ ہم لوگ باہر گئے۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ ہم واپس آئے اور ان سے پوچھا کہ کیا واقعہ ہے؟

انھوں نے بتایا: ابھی ابھی میرے پاس ایک شخص آیا اور بولا: اے عطوہ!

میں نے کہا: آپ کون ہیں؟

انھوں نے کہا: میں تمہارے فرزندوں کا امامؑ ہوں (عطوہ خود زیدیہ مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور ان کے فرزندان امامیہ گروہ سے تعلق رکھتے تھے) انھوں نے فرمایا: میں اس لیے آیا ہوں کہ تم کو اس مرض سے نجات دلاؤں۔ یہ کہہ کر انھوں نے میری ناف پر ہاتھ رکھا، ذرا سا دبا کر زور دیا پھر چلے گئے۔ اب میں نے اپنا ہاتھ رکھ کر دیکھا تو میں بالکل صحت مند تھا۔ پھر یہ قصہ بہت مشہور ہوا۔ میں نے فرزندانِ عطوہ کے علاوہ دوسروں سے بھی پوچھا تو ان لوگوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی۔

الغرض ــــــ! حضرت امام زمانہؑ کے بارے میں شفا بخشی کے اسی طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ طوالت کے خوف کی وجہ سے یہاں حذف کیے جاتے ہیں جو کچھ بیان ہوئے ہیں وہ کافی جان کر آگے بڑھتے ہیں۔●

● کشف الغمہ، جلد:۲، ص:۴۹۷۔ بحارالانوار، جلد:۵۲، ص:۶۵۔ حلیۃ الابرار، جلد:۲، ص:۲۳۲

ابوشمس الدین محمد عالم اور علی بن فاضل

یحییٰ بن علی طیبی امامی کوفی عرض کرتا ہے: میں نے فاضل، عالم، عامل شیخ شمس الدین نجیح حلی اور شیخ جلال الدین عبداللہ حرام حلی سے روضہ اقدس حضرت ابوعبدامام حسینؑ میں پندرہ (۱۵) شعبان ۶۹۹ھ کو یہ روایت سنی اور خود ان دونوں حضرات نے یہ روایت سامرہ میں شیخ صالح الدین علی بن فاضل مازندرانی مجاور نجف اشرف کی زبان مبارک سے سنی تھی۔

یہ حکایت خود مازندرانی موصوف کے چشم دید حالات پر مشتمل[1] ہے۔ اسے سن کر مجھے شیخ مازندرانی سے ملنے کا بے حد شوق ہوا، اور دعا کی کہ آسانی سے ہی کہیں ان سے میری ملاقات ہو جائے، تا کہ یہ سب کچھ میں خود ان کی زبان سے سن لوں اور یہ خیال کر کے میں نے سامرہ کا ارادہ کیا۔

اتفاق کی بات ہے کہ اسی سال ماہ شوال میں شیخ مذکور حلہ میں آئے ہوئے تھے۔ جس کی خبر مجھے سید فخر الدین حسن بن علی موسوی مازندرانی سے معلوم ہوئی کہ، جو حلہ کے رہنے والے تھے۔ جب وہ مجھ سے ملنے کے لیے آئے تو اثنائے گفتگو میں انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ شیخ زین العابدین علی ابن فاضل آج کل حلہ میں انہی کے مکان میں مقیم ہیں۔ میں اس خبر کو سن کر مارے خوشی کے بیتاب ہو گیا اور میں فوراً سید فخر الدین کے ہمراہ حلہ کے لیے روانہ ہو گیا اور ان کے مکان پر پہنچ کر شیخ زین الدین علی ابن فاضل کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام کیا اور دست بوسی کی۔

انھوں نے میرے متعلق سید فخر الدین سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ سید فخر

الدین نے میرا تعارف کرایا۔ یہ سن کر وہ اُٹھے اور مجھے اپنی جگہ بٹھا دیا اور بڑی محبت سے پیش آئے۔ میرے والد اور میرے بھائی صلاح الدین کی خیریت دریافت کی، جنھیں وہ پہلے ہی سے جانتے تھے اور میں اس زمانے میں بسلسلہ تحصیل علم شہر واسطہ میں مقیم تھا۔

غرض ـــــ!

شیخ موصوف سے باتیں ہوتی رہیں۔ جس سے ان کے علم وفضل کا اندازہ ہوا، اور میں نے سمجھ لیا کہ موصوف علم فقہ وحدیث وغیرہ بہت سے علوم کے جاننے والے ہیں۔

اس کے بعد میں نے ان سے اس واقعہ کے متعلق دریافت کیا جو شیخ شمس الدین اور شیخ جلال الدین سے سنا تھا۔ انھوں نے صاحبِ خانہ سید فخر الدین حسن اور بہت سے علماء حلہ کی موجودگی میں جو ان سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے۔ اوّل سے آخر تک پورا قصہ بتاریخ پندرہ (۱۵) شعبان ۶۹۹ھ بیان کیا، جو ان ہی سے سنے ہوئے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض مقامات پر ان کے الفاظ محفوظ نہ رہے ہوں لیکن باعتبار معنی ومطلب میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

شیخ زین الدین علی بن فاضل نے بیان کیا کہ چند سال میرا قیام دمشق میں رہ چکا ہے۔ وہاں شیخ عبدالرحیم کے پاس علم اصول وادب پڑھا کرتا تھا اور شیخ زین الدین علی مغربی سے علم قرأت حاصل کیا کرتا تھا۔ جو ساتوں قرأتوں اور بہت سے علوم صرف، نحو، منطق، معانی، بیان، اُصولِ فقہ اور اُصولِ کلام کے ماہر تھے۔

بہت نرم طبیعت اور صلح پسند واقع ہوئے تھے اور ایسے نیک آدمی کہ کبھی کسی بحث میں مذہبی تعصب سے کام نہ لیتے تھے۔ جب کبھی مذہب شیعہ کا ذکر آتا تو کہا کرتے کہ اس مسئلے میں علمائے امامیہ کا قول یہ ہے۔ برخلاف دوسرے مدرسین کے جو ایسے موقع پر کہا کرتے کہ رافضیوں کے علماء کا خیال یہ ہے۔ اسی بناء پر میں نے شیخ اندلسی مالکی کے سوا سب کے یہاں آمد و رفت ترک کر دی۔ بس ان ہی سے تحصیلِ علم کرتا رہا۔

ایک مرتبہ اتفاقاً ان کو دمشق، شام سے مصر کے شہروں کی طرف جانے کی ضرورت پیش آئی چونکہ مجھے ان سے اور انھیں مجھ سے خاص محبت ہوگئی تھی اس لیے مجھے ان کی جدائی اور انھیں میری علیحدگی گراں تھی۔ بالآخر طے یہ پایا کہ میں بھی ان کے ساتھ سفر کروں۔ چنانچہ وہ مجھے بھی دوسرے غریب طلباء کے ہمراہ لے گئے۔

جب ہم مصر کے مشہور شہر قاہرہ میں پہنچے تو جامع ازہر میں ہمارا قیام ہوا اور وہاں پر بہت دنوں تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ شیخ کی خبر آمد کو سن کر علماء و فضلاء شوقِ ملاقات کو آئے اور علمی فیوض سے مستفیض ہوتے رہے۔ نو (۹) ماہ تک وہاں بڑا خوشگوار علمی ماحول رہا۔ یکایک ایک قافلہ اندلس سے وارد ہوا۔ ان میں سے ایک شخص نے ہمارے استاد کو ان کے والد کا خط دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ میں سخت علیل ہوں اور دل چاہتا ہے کہ تمہاری صورت دیکھ لوں۔ لہٰذا جلد پہنچو تاخیر نہ کرنا تاکید ہے۔

اس خط کو پڑھ کر شیخ اس قدر بے چین ہوئے کہ رونے لگے اور فوراً سفر کے لیے آمادہ ہو گئے۔ ہم چند طلباء بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ جب اندلس کی پہلی بستی میں پہنچے تو مجھے ایسا شدید بخار ہوا کہ میں مزید حرکت کرنے کے لیے قابل نہ رہا۔ میری یہ

حالت دیکھ کر شیخ فرطِ محبت سے رو دیئے اور کہنے لگے تمہاری جدائی مجھ پر شاق ہے مگر کیا کروں مجبور ہوں کہ سفر جاری رکھوں۔ چنانچہ اس بستی کے خطیب کو دس (۱۰) درہم دیئے اور میری تیمارداری کی ہدایت کی اور کہا کہ صحت کے بعد اس کو میرے پاس پہنچا دینا اور مجھ سے بھی انھوں نے آنے کا وعدہ لے لیا۔

یہ انتظام کر کے وہ اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔ جہاں کی مسافت دریائی راستے سے پانچ روز کی تھی۔ شیخ کی روانگی کے تین دن تک میں شدت مرض میں پڑا رہا۔ جب بخار سے افاقہ ہوا، اور طبیعت کسی قدر بہتر ہوئی تو ایک روز میں اپنی قیام گاہ سے باہر نکلا کہ ذرا اس بستی کو گھوم پھر کر دیکھوں۔

اندلس کی اس بستی کے گلی کوچوں میں گھومتا پھرتا میں ایک ایسی جگہ جا پہنچا جہاں ایک قافلہ دریائے مغربی کے ساحلی پہاڑوں سے آیا ہوا تھا۔ یہ لوگ اُون اور روغن وغیرہ فروخت کرتے تھے۔ میں نے ان کے بارے میں معلومات فراہم کیں تو پتہ چلا کہ یہ لوگ علاقہ بَربَر کے قریب سے آئے ہیں اور وہ علاقہ رافضیوں کے جزیرے سے متصل ہے۔

یہ سن کر مجھے ایک طرح کی فرحت محسوس ہوئی اور دل میں اس جزیرے کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں سے وہاں تک پچیس (۲۵) روز کی مسافت ہے۔ جس میں دور دراز کا ایسا راستہ ہے کہ دوران راہ نہ کوئی آبادی ہے، اور نہ پانی دستیاب ہوتا ہے لیکن اس سفر کے بعد دیہات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے چنانچہ میں نے اس قافلے والوں میں سے ایک شخص سے اس غیر آباد اور بے آب و گیاہ سفر

کے لیے ایک گدھا تین (۳) درہم پر کرائے کے لیے لے لیا اور اس قافلے کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ اس سفر میں آبادی کے مقامات پیدل طے کرتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ معلوم ہوا کہ اب رافضیوں کے جزیرے تک پہنچنے کے لیے تین (۳) دن کی راہ مسافت باقی ہے۔ یہ سن کر میں بلاتوقف ہمت کر کے تنہا اس طرف کو چل پڑا اور بہر صورت اس جزیرے میں جا پہنچا۔

وہاں جا کر دیکھا کہ ایک شہر ہے جو چار دیواری کے اندر محفوظ ہے اور بڑی بڑی مضبوط عمارتیں ہیں اور یہ شہر دریا کے کنارے پر واقع ہے۔ میں اس کے ایک بڑے دروازے سے کہ جس کا نام "دروازہ بَربَر" ہے۔ شہر کے اندر داخل ہوا اور اس کی سڑکوں پر پھرتا رہا۔ بعض لوگوں سے وہاں کی مسجد کا پتہ دریافت کیا اور میں مسجد تک جا پہنچا جو بڑی بلند، وسیع اور شہر کے مغرب میں لبِ دریا واقع تھی۔ مسجد میں داخل ہو کر میں سمٹ کر ایک طرف بیٹھ گیا، تا کہ کچھ آرام کرلوں۔ اتنے میں موذن نے اذان دینی شروع کردی اور "حی علی خیر العمل" کی صدا بھی بلند کی اور بعد فراغت تعجیل ظہور حضرت صاحب الامرؑ کے لیے دعا بھی کی۔ جسے سن کر میں بے اختیار رونے لگا۔

پھر جوق در جوق لوگ مسجد میں آنے لگے اور وضو کرنے کے لیے اس چشمے پر جاتے جو مسجد کے مشرق میں ایک درخت کے نیچے جاری تھا۔

میں ان کا طریقہ وضو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا کہ یہ لوگ اسی طرح وضو کر رہے ہیں جو ائمہ اہلِ بیتؑ سے منقول ہے۔

اس کے بعد ایک صاحب بہت خوش شکل نہایت سکون و وقار کے ساتھ مسجد میں

داخل ہوئے اور محراب میں پہنچ کر اقامت کہی اور سب لوگ صف بستہ ہو گئے اور ائمہ طاہرینؑ کے طریقہ کے مطابق جملہ ارکان نے واجبات اور مستحبات کے ساتھ با جماعت نماز ادا کی۔

اسی طرح تعقیبات تسبیحات کی صورت بھی رہی، چونکہ میں سفر کی تھکن کی وجہ سے شریک جماعت نہ ہو سکا اس لیے سب لوگ میری طرف تعجب خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس لیے کہ میرا شریک جماعت نہ ہونا انھیں ناگوار گزرا پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم کہاں کے باشندے ہو؟ اور تمہارا مذہب کیا ہے؟

میں نے کہا: میں عراق کا رہنے والا ہوں۔ میرا مذہب اسلام ہے اور میں:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الْاَدْيَانِ كُلِّهَا وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ کہتا ہوں۔

وہ کہنے لگے: ان شہادتوں سے کوئی فائدہ نہیں بجز اس کے کہ دنیا میں جان محفوظ رہے۔ تم ایک اور شہادت کیوں نہیں دیتے تاکہ بے حساب جنت میں داخل ہو جاؤ؟

میں نے کہا: آپ مجھے ہدایت فرمایئے وہ کون سی شہادت ہے؟

ان کے امام مسجد نے کہا: وہ تیسری شہادت ہے اس امر کے بارے میں کہ امیر المومنینؑ، یعسوب المتقین، قائد الغر المحجلین علیؑ ابن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد میں گیارہ امام رسول اللہؐ کے بلا فصل خلیفہ ہیں۔ جن کی اطاعت اللہ نے اپنے بندوں پر واجب کی ہے اور انھی حضرات کو اپنے امر و نہی کے اولیاء قرار دیا ہے۔

روئے زمین پر دنیا میں اپنی حجت جبین اور ساری مخلوق کے لیے باعث امن و امان قرار دیا ہے، کیونکہ صادق اور امین رسولؐ نے ان ہی حضرات کی امامت کی بحکم خدا خبر دی ہے۔ شب معراج آنحضرت کو جو آواز آئی تھی اس میں یکے بعد دیگرے ہر ایک امام کا نام بتا دیا گیا تھا۔ یہ کلام سن کر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دل ہی دل میں اتنا خوش ہوا کہ تمام سفر کی تھکن دور ہو گئی۔

پھر میں نے جواب دیا: میرا مذہب بھی تو یہی ہے۔

یہ سن کر وہ لوگ سب کے سب مجھ پر مہربان ہوئے اور انھوں نے میرے قیام کے لیے مسجد ہی میں ایک کمرہ دے دیا پھر جب تک میں وہاں مقیم رہا لوگ میری بڑی عزت و خاطر و مدارات کرتے رہے، بلکہ امام مسجد تو رات، دن کسی وقت بھی مجھ سے جدا نہ ہوتے۔

ایک روز امام مسجد سے میں نے اہل شہر کے معاش کے متعلق سوال کیا: یہاں پر کہیں کھیتی باڑی کے آثار نظر نہیں آتے پھر یہاں کے لوگ غلہ کہاں سے لاتے ہیں؟

انھوں نے کہا: جزیرۂ خضراء سے۔ جو بحر ابیض میں اولادِ صاحب الامرؑ کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ ہے۔

میں نے سوال کیا: سال میں کتنی مرتبہ وہاں سے سامان آتا ہے؟

انھوں نے جواب دیا: دو مرتبہ۔ اس سال ایک مرتبہ آ چکا ہے اور ایک بار آنا باقی ہے۔

میں نے پھر سوال کیا: پھر دوسری مرتبہ آنے کے لیے اب کتنے دن باقی ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: چار (۴) مہینے۔

میں اس مدت کو سن کر کسی قدر مضطرب ہوا، اور وہاں چالیس (۴۰) روز مقیم رہا اور اس دوران شب و روز دعائیں کیا کرتا کہ جلد روزی بھیج دے۔ چالیسویں (۴۰) روز انتظار میں بے قرار ہو کر دریا کے کنارے جا پہنچا اور اس طرف دیکھنے لگا جس طرف سے سامان رسد آیا کرتا تھا۔ یکایک دور سے ایک سفید چیز دریا میں حرکت کرتی ہوئی نظر آئی۔

میں نے لوگوں سے دریافت کیا: اس دریا میں سفید جانور بھی ہوتے ہیں؟

انھوں نے کہا: نہیں ایسا تو نہیں ہے۔ کیا تم نے کچھ دیکھا ہے؟

میں نے کہا: ہاں وہ دیکھو!

چنانچہ دیکھتے ہی وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے یہ تو وہی کشتیاں ہیں جو فرزندانِ امامِ زمانہؑ کے یہاں سے سالانہ آیا کرتی ہیں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ کشتیاں بالکل سامنے آ گئیں اور ان کی یہ آمد قبل از وقت تھی۔ سب سے پہلے بڑی کشتی سے ایک بزرگوار میانہ قد خوش منظر و خوبصورت اُترے اور سیدھے مسجد میں چلے گئے۔ وہاں جا کر وضو کیا۔ نماز ظہرین ادا کی اور فارغ ہو کر میری طرف متوجہ ہو کر سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔

انھوں نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟

پھر خود ہی بولے: میرا خیال ہے کہ تمہارا نام علی ہے۔

میں نے عرض کیا: آپ نے صحیح فرمایا: میرا ہی نام ہے۔

پھر وہ مجھ سے ایسی باتیں کرنے لگے جیسے مجھے پہچانتے ہوں۔ یہ بھی پوچھا کہ تمہارے والد کا کیا نام ہے؟ پھر خود ہی کہا غالباً ان کا نام فاضل ہے؟

میں نے عرض کیا: درست فرمایا آپ نے ان کا یہی نام ہے۔

ان کی گفتگو سے مجھے یہ یقین ہونے لگا کہ شام سے مصر کے سفر میں ان کا اور میرا ساتھ ضرور رہا ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو میرا اور میرے والد کا نام کیسے معلوم ہوا؟ کیا آپ دمشق سے مصر کے سفر میں میرے ساتھ رہے ہیں؟

انھوں نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: تو پھر مصر سے اندلس تک میرے ہم سفر رہے ہوں گے؟

انھوں نے فرمایا: مولا صاحب الامرؑ کے حق کی قسم ایسا بھی نہیں ہے بلکہ مجھے تمہارا حال اور شکل وشمائل اور تمہارے والد کا نام یہ سب پہلے ہی سے بتا دیا گیا ہے اور یہ حکم ہوا کہ میں تمہیں جزیرہ خضراء لے کر جاؤں۔

یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ میرا نام بھی وہاں مذکور ہے، اگرچہ ان بزرگوار کے متعلق یہ معلوم ہوا تھا کہ جب آتے ہیں تو تین (۳) دن سے زیادہ نہیں رہتے مگر اس مرتبہ ایک ہفتے سے زیادہ قیام کیا اور سارا سامان تقسیم کر کے رسیدیں حاصل کیں اور عازم سفر ہوئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ ان بزرگوں کا نام شیخ محمد تھا۔

شیخ زین الدین علی بن فاضل کا بیان ہے کہ مجھے شیخ محمد کے ہمراہ اس بحری سفر میں سولہ (۱۶) روز گذرے۔ سولہویں (۱۶) دن میں نے دیکھا کہ دریا کا پانی انتہائی سفید ہے۔ میں اسے غور سے دیکھتا رہا۔

شیخ محمد نے کہا: کیا بات ہے تم کیا دیکھ رہے ہو؟

میں نے عرض کیا: میں دیکھتا ہوں کہ اس پانی کا رنگ عام دریاؤں کے پانی سے متغیر ہے۔

انھوں نے کہا: یہی بحرِ ابیض ہے اور وہ سامنے جزیرہ خضراء ہے یعنی سبز جزیرہ ہے۔ اس جزیرے کو چاروں طرف سے پانی نے اس طرح محفوظ کیا ہوا ہے جیسے ایک مضبوط دیوار جو قلعہ کا کام دیتا ہے۔ جب مخالفین اس جزیرے میں آنے کا قصد کرتے ہیں تو بحکم خدا اور ہمارے مولا حضرت صاحب الامرؑ کے قدموں کی برکت سے دشمنوں کی کشتیاں مضبوط ترین ہونے کے باوجود غرق ہو جاتی ہیں۔ یہ سن کر میں نے تھوڑا سا پانی چلو میں لے کر چکھا تو ذائقے میں بالکل آبِ فرات کی مثل تھا۔

الغرض اس بحرِ ابیض کو طے کر کے ہم لوگ جزیرہ خضراء میں پہنچ گئے۔ خداوند عالم اس کو ہمیشہ آباد رکھے۔ جب ہم شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ دریا کے کنارے بڑے بڑے سات مضبوط قلعے ہیں۔ جن کے اندر آبادی محفوظ ہے۔ نہریں جاری ہیں۔ طرح طرح کے میوے دار درخت پُر بہار ہیں۔ بے شمار بازار، بکثرت حمام اور لوگ پاک و پاکیزہ لباس پہنے نظر آتے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے اتنی فرحت محسوس ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ کہیں میری روح پرواز نہ کر جائے۔ تھوڑی دیر میں میں نے اپنے رفیقِ سفر شیخ محمد کے یہاں آرام کیا۔ پھر وہ مجھے جامع مسجد میں لے گئے۔ جہاں لوگوں کا بڑا مجمع تھا اور ان کے درمیان ایک صاحب بڑے سکون و وقار کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ جن کی شان و شوکت اور عظمت و جلالت نا قابلِ بیان ہے۔

معلوم ہوا کہ ان کا نام شمس الدین محمد عالم ہے اور قرآن وفقہ کا درس دے رہے ہیں اور حضرت صاحب الامرؑ کی جانب سے تمام ضروری مسائل پر سیر حاصل روشنی ڈالتے ہیں۔

جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے کمالِ شفقت سے اپنے قریب بٹھایا اور سفر کی زحمتوں کے متعلق مجھ سے سوال کیا۔ تسلی دی اور فرمایا: تمہارے بارے میں مجھے پہلے ہی خبر مل چکی تھی اور شیخ محمد کو بھی میں نے ہی تمہیں اپنے ہمراہ لانے کے لیے روانہ کیا تھا۔

اس کے بعد میرے قیام کے لیے مسجد کے کمروں میں سے ایک کمرہ خالی کرایا اور فرمایا: یہ جگہ تمہارے لیے باعث خلوت و راحت ہے چنانچہ میں اُٹھ کر اس کمرے میں گیا اور عصر تک وہاں آرام کیا۔ پھر میری خبر گیری اور خدمت پر مامور ایک خادم نے مجھ سے کہا: آپ کہیں باہر نہ جائیں، کیونکہ سید صاحب موصوف مع مصاحبین تشریف لانے والے ہیں اور شام کا کھانا آپ کے ساتھ ہی تناول فرمائیں گے۔

میں نے کہا: بہتر ہے بسر وچشم حاضر ہوں۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں سید صاحب اپنے اصحاب کے ہمراہ تشریف لائے۔ دسترخوان بچھایا گیا، کھانا چنا گیا اور ہم نے مل کر کھانا کھایا۔ ہم سب نماز مغربین کے لیے مسجد میں گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر سید صاحب اپنے مکان پر تشریف لے گئے اور میں اپنی قیام گاہ پر آ گیا۔ اُٹھارہ (۱۸) روز میرا وہاں قیام رہا۔ اس دوران نماز جمعہ بھی میں نے سید صاحب کی اقتداء میں ادا کی۔ بعد نماز جمعہ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے نمازِ جمعہ واجب کی نیت سے ادا

فرمائی ہے؟

انھوں نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے، کیونکہ وجوب کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں۔ اس لیے میں نے واجب کی نیت سے نماز ادا کی ہے۔

میں نے سوال کیا: کیا امامؑ موجود ہیں؟

انھوں نے فرمایا: نہیں۔ اس وقت حاضر نہیں ہیں لیکن میں آنجنابؑ کا نائب خاص اور اس امر پر ان کی طرف سے مامور ہوں۔

میں نے سوال کیا: اے میرے سردار! کیا آپ نے امامؑ کو دیکھا ہے؟

انھوں نے فرمایا: نہیں، البتہ میرے والد فرماتے تھے کہ میں نے آنجنابؑ کا کلام تو سنا تھا مگر زیارت نہیں کی۔ پھر سید صاحب نے فرمایا: میرے جد نے امامؑ سے کلام بھی کیا تھا اور زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔

میں نے عرض کیا: اے میرے سردار! اس کا کیا سبب ہے کہ بعض لوگ تو حضرتؑ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور بعض محروم رہتے ہیں؟

انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے فضل اور احسان فرماتا ہے۔ یہ اس کی حکمت بالغہ اور عظمت قاہرہ ہے۔

دیکھو۔۔۔۔! بندوں ہی میں سے تو کچھ بندے نبوت ورسالت اور ولایت کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان انبیاء و مرسلین اور اوصیاء کو اپنی ساری مخلوق پر حجت اور اپنے بندوں کے درمیان ان کو وسیلہ اور ذریعہ قرار دیتا رہا ہے۔

تاکہ۔۔۔۔! جو شخص ہلاک اور گمراہ ہو وہ اتمام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو

زندہ رہے اور ہدایت پائے وہ بھی دلیل و حجت کے ساتھ زندہ رہے۔ اسی بناء پر خدا وندعالم کے اپنے بندوں پر یہ مہربانی کی ہے کہ وہ کسی وقت زمین کو اپنی حجت کے وجود سے خالی نہیں چھوڑتا اور ہر حجت خدا کے لیے نائب وسفیر کی ضرورت بھی لازمی ہے جو اس کی طرف سے لوگوں تک احکام کی تبلیغ کرتا رہے۔

اس کے بعد سید نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور شہر کے باہر آ کر باغات کی طرف چل دیئے۔ میں نے دیکھا کہ ان باغات میں نہریں جاری ہیں اور انواع واقسام کے ایسے عمدہ پھل اور ایسے شیریں میوے ہیں جیسے انگور، انار اور امرود وغیرہ جن کی مثال عراق، عرب، عجم اور شام میں بھی نہیں۔

ابھی ہم ایک باغ سے دوسرے باغ کی سیر میں معروف تھے کہ ایک حسین وجمیل شخص اونی لباس پہنے ہوئے ہماری طرف سے گذرا اور سلام کر کے آگے بڑھ گیا۔ مجھے اس کا یہ ادب بہت پسند آیا۔

میں نے سید سے دریافت کیا: یہ کون شخص تھا؟

انھوں نے فرمایا: یہ سامنے جو پہاڑ دیکھتے ہو اس کے اوپر ایک نہایت خوش نما مقام ہے۔ جہاں سایہ دار درخت کے نیچے پانی کا چشمہ ہے۔ اس کے آگے اینٹوں کا بنا ہوا قبہ ہے۔

شخص اور اس کے ساتھ ایک اور آدمی ہے دونوں اس قبے کے خادم ہیں۔ میں ہر جمعہ کی صبح کو وہاں جاتا ہوں اور امامؑ کی زیارت اور دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔ یہیں سے مجھ کو ایک نامہ ملتا ہے جس میں مومنین کے معاملات کے متعلق تمام وہ ضروری باتیں

درج ہوتی ہیں جن کا میں حاجت مند ہوتا ہوں اور انھی ہدایات پر عمل کرتا ہوں۔ مناسب ہے کہ تم بھی اس مقام پر جاؤ اور امام کی زیارت پڑھو۔

چنانچہ——! میں اس پہاڑ پر گیا اور اس قبے کو ویسا ہی پایا جیسا کہ جناب سید نے بیان فرمایا تھا۔ دونوں خادم وہاں موجود تھے جن میں سے ایک نے میرا خیر مقدم کیا مگر دوسرے کو میرا آنا ناگوار گذرا، تاہم پہلے شخص نے دوسرے کو سمجھایا کہ تمہیں ناخوش نہ ہونا چاہیے، میں نے اسے سید شمس الدین محمد عالم کے ہمراہ دیکھا ہے۔

یہ سن کر وہ بھی میری طرف متوجہ ہوا، اور اس نے بھی خوش آمدید کہا۔ دونوں مجھ سے بات چیت کرتے رہے۔ پھر انھوں نے مجھے روٹی اور انگور کھلائے اور اس چشمے کا پانی پلایا۔ اس کے بعد میں نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد میں نے ان خادموں سے دریافت کیا کہ تم لوگوں نے امامؑ کو دیکھا ہے؟

انھوں نے کہا: امامؑ کو دیکھنا ناممکن ہے اور ہمیں اجازت نہیں ہے کہ کسی سے ایسی بات کریں۔

پھر میں نے ان سے اپنے لیے دعا کی التماس کی اور انھوں نے دعا کی، اس کے بعد میں وہاں سے شہر میں واپس آ کر جناب سید کے مکان پر حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ موجود نہیں ہیں تو میں شیخ محمد کے پاس گیا جو مجھے اپنے ہمراہ کشتی میں لے کر آئے تھے اور ان سے پورا واقعہ پہاڑ پر جانے اور ایک خادم کے ناخوش ہونے کا بیان کیا۔

شیخ محمد نے کہا: اس میں خادم کی ناخوشی اس لیے تھی کہ سوائے سید شمس الدین محمد عالم جیسے لوگوں کے کسی دوسرے کو اس پہاڑ پر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ پھر میں نے

شیخ محمد سے سید صاحب کے حالات دریافت کیے۔

انھوں نے کہا: سید صاحب حضرت امام زمانہؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ امام زمانہؑ کی پانچویں (۵) پشت میں سے ہیں اور آنجنابؑ کے حکم سے نائب خاص ہیں۔

شیخ زین الدین علی بن فاضل مازندرانی ناقل ہیں: سید شمس الدین محمد عالم سے میں نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو بعض مسائل جن کی مجھے احتیاج رہتی ہے آپ کی خدمت میں پیش کروں اور خواہش ہے کہ قرآنِ مجید سناؤں اور علوم دینیہ کے بعض مشکل مقامات آپ سے حل کرلوں۔

سید صاحب نے میری درخواست منظور فرمائی اور کہا: جب ایسے ضروری امور ہیں تو بہتر ہے کہ قرآنِ مجید سے ابتداء کرو۔

چنانچہ ــــــ! میں نے قرآنِ مجید کی قرأت شروع کی۔ جب قاریوں کے اختلافی مقامات آئے تو میں کہتا کہ اس حمزہ (قاری) نے اس طرح پڑھا ہے۔ کسائی نے یہ کہا ہے۔ عاصم کا یہ قول ہے، ابوعمرو بن کثیر کی قرأت اس طرح ہے۔

سید صاحب نے فرمایا:

مجھے ان سے کوئی تعلق نہیں۔ جب رسول اللہؐ نے آخری حج ادا فرمایا تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ!

قرآنِ مجید کو میرے سامنے تلاوت کیجیے، تا کہ سورتوں کے اوائل اور آواخر اور ان کی شانِ نزول آپ کو بتادی جائے۔

پس ــــــ! حضرت امیر المومنینؑ اور ان کے فرزند امام حسنؑ اور امام حسینؑ ابو

ابن کعب، عبداللہ بن مسعود، حذیفہ یمانی، جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، حسان بن ثابت اور ان کے علاوہ دوسرے اصحاب رسول اللہؐ کی خدمت میں جمع ہوئے اور آپ نے اوّل سے آخر تک قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ جن مقامات پر اختلاف تھا جبرئیل امین نے آنحضرتؐ سے بیان کر دیا اور امیر المومنینؑ نے اس کو پوست پر تحریر فرمایا۔ پس تمام قرآنِ مجید حضرت امیر المومنینؑ کی قرأت سے ہے۔

میں نے عرض کیا: اے میرے سید و سردار! میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ بعض آیات بعض دیگر آیات سے غیر مربوط ہیں۔ ان کے ماقبل اور مابعد میں بظاہر کوئی ربط ہی نہیں ہے۔ میں ان کے سمجھنے سے قاصر ہوں؟

آپ نے فرمایا: صحیح کہتے ہو ایسی ہی صورت ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب سید البشر حضرت محمدؐ نے اس دار فنا سے دار بقاء کی طرف کوچ فرمایا تو خلافت ظاہری کے دورِ حکومت میں جو کچھ ہوا وہ تو ظاہر ہی ہے لیکن اس وقت امیر المومنینؑ خود جمع شدہ قرآن مجید کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر مسجد میں لائے۔

سب لوگوں کی موجودگی میں فرمایا: یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی ہے اور حضرت رسولؐ اللہ مجھے حکم فرما گئے ہیں کہ تمہارے سامنے پیش کر دوں، تا کہ اس دن کے لیے اتمام حجت ہو جائے جبکہ خداوند عالم کے سامنے میری تمہاری پیشی ہوگی؟

اس کا جواب دو شخصوں نے یہ دیا کہ ہم تمہارے قرآن کے محتاج نہیں ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: میرے حبیب محمدؐ تمہارے اس جواب کی بھی خبر دے گئے ہیں لیکن میں نے تو اس وقت تم سے حجت پور کر دی ہے۔ یہ فرما کر امیر المومنینؑ

اس قرآن کو لیے ہوئے اپنے بیت الشرف تشریف لے گئے، مگر بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے جاتے تھے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو حق ہے، تو واحد ہے، تو یکتا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

غرضیکہ ——! جناب سید سے میں نے نوے (۹۰) مسائل سے زیادہ کے جوابات حاصل کیے، جو میرے پاس ایک مجلّہ میں جمع ہیں۔ میں نے اس کا نام ''فوائد شمیہ'' رکھا ہے اور میں نے ان مسائل سے سوائے مومنین مخلصین کے اور کسی کو مطلع نہیں کیا ہے۔

الغرض ——! جب تیسرا جمعہ آیا جو مہینے کے جمعوں میں سے درمیانی جمعہ تھا اور ہم نمازِ جمعہ سے فارغ ہوئے تو سید صاحب افادات مومنین کی غرض سے بیٹھ گئے۔ مسجد کے باہر بڑے شور وغل کی آوازیں میرے کانوں میں آئیں۔

میں نے سید صاحب سے دریافت کیا: یہ کیسا شور ہے؟

انھوں نے فرمایا: یہ ہمارے لشکر کے امراء ہیں جو ہر مہینے کے درمیانی جمعہ کے روز جمع ہو کر سوار ہوتے ہیں اور حضرت صاحب الامرؑ کے ظہور کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے اس جلوس کو دیکھنے کی اجازت چاہی۔

سید صاحب نے اجازت دی اور میں مسجد سے نکل کر باہر آیا۔ دیکھا کہ بڑا مجمع ہے۔ تسبیح و تحمید اور تہلیل کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں اور حضرت قائم بامر اللہ اور ناصح لدین اللہ امام مہدیؑ کے ظہور کی سب مل کر دعائیں مانگ رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر واپس ہوا تو سید صاحب نے پوچھا: تم نے لشکر دیکھا؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: شمار بھی کیا؟

میں نے عرض کیا: جی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ پورے تین سو (۳۰۰) ناصر ہیں۔ ابھی تیرہ (۱۳) ناصر اور باقی ہیں۔ خداوند عالم اپنی مشیت سے جلد اپنے ولی کے لیے فرج وکشادگی فرمانے والا ہے۔ یقیناً وہ جواد وکریم ہے۔

میں نے عرض کیا: میرے سردار! یہ سب کب ہوگا؟

آپ نے فرمایا: اس کا علم بس اللہ تعالیٰ کو ہے جو اس مشیت پر موقوف ہے، جس کی چند علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ذوالفقار نیام سے برآمد ہو کر عربی زبان میں کہے گی: اے ولی اللہ! اللہ کا نام لے کر اُٹھ کھڑے ہوں اور اللہ کے دشمنوں کو قتل کیجیے۔ اس کے علاوہ تین (۳) آوازیں بلند ہوں گی جن کو تمام انسان سنیں گے۔

ایک آواز یہ ہوگی کہ اے گروہ مومنین! قیامت قریب ہے۔ دوسری یہ کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو، تیسری یہ ہوگی کہ آفتاب کی کرنوں سے ایک جسم ظاہر ہو کر ندا دے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرت صاحب الامرؑ کو مبعوث فرمایا ہے۔ ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو۔

اس کے بعد سید صاحب نے فرمایا: اب تم بلا تاخیر عراق واپس جاؤ اور بلاد مغرب سے رخصت ہو جاؤ اور مجھے آپ نے پانچ درہم عطا فرمائے جن پر تحریر کندہ تھی:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ مُحَمَّدُ ابنُ

الْحَسَنِ قَائِمٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ

وہ درہم میرے پاس اب تک محفوظ ہیں۔ پھر انھوں نے مجھے ان کشتیوں کے ساتھ واپس کردیا جس کے ذریعہ سے میں آیا تھا۔

شیخ زین الدین علی ابن فاضل مازندرانی کا بیان ہے کہ میں نے جزیرہ خضراء میں علمائے امامیہ میں سے پانچ علماء کا تذکرہ سنا تھا۔ سید مرتضٰی موسوی، شیخ ابوجعفر طوسیؒ، محمد بن یعقوب کلینی، ابنِ بابویہ قمی اور شیخ ابوالقاسم جعفر بن سعید حلی۔

مشرق اور مغرب کے دو شہروں کا احوال

محمد بن مسلم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میراث علم کا منبع کیا ہے؟ کیا اس کی حدود اس علم سے ماخوذ ہیں یا ہر چیز کی تفسیر ان ہی امور سے متعلق ہے جس کے متعلق ہم گفتگو کررہے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو شہر پیدا کیے ہیں۔ ایک شہر مشرق میں ہے اور ایک شہر مغرب میں ہے۔ ان دونوں شہروں میں اللہ نے ایسی قوم پیدا کی ہے جنھیں ابلیس کا علم تک نہیں ہے اور نہ ہی انھیں ابلیس کی پیدائش کا کچھ پتہ ہے۔ ہم ہمیشہ ان سے ملاقات کرتے رہتے ہیں۔ وہ ہم سے اپنی ضروریات کے مسائل دریافت کرتے ہیں اور ہم سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ ہم انھیں تعلیم دیتے ہیں اور وہ ہم سے ہمارے قائمؑ کے ظہور کے متعلق پوچھتے رہتے ہیں۔ وہ اعلیٰ درجے کے عبادت گزار لوگ ہیں اور ان کے شہروں کے دروازے ہیں۔ ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک ایک سو فرسخ کا فاصلہ ہے۔ وہ ہمیشہ تقدیس و تمجید اور دعا میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر تم ان کی عبادت کو

دیکھ لو تو اپنے عمل کو حقیر سمجھو گے۔ ان میں سے ایک شخص پورے ایک ماہ تک سجدہ میں سر رکھتا ہے اور پورے ایک مہینہ تک سجدہ سے سر نہیں اُٹھاتا۔ ان کا طعام تسبیح اور ان کا لباس خوفِ خدا ہے۔ ان کے چہرے نور کی وجہ سے چمکتے ہیں۔ جب وہ ہم میں سے کسی کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں اپنے درمیان میں بٹھاتے ہیں اور وہ لوگ ہمارے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ہمارے قدموں کی خاک کو متبرک سمجھ کر اُٹھاتے ہیں اور جب نماز پڑھتے ہیں تو تیز آندھی کی آواز جیسی ان سے آواز نکلتی ہے۔

ان میں ایک جماعت ایسی ہے جو ہمارے قائمؑ کے انتظار کے لیے وقف ہے اور انھوں نے آج تک اپنے ہتھیار نہیں اُتارے اور وہ اللہ سے ہمیشہ درخواست کیا کرتے ہیں کہ خدا انھیں قائم آلِ محمدؑ کا زمانہ نصیب فرمائے۔ ان کی عمر ہزار سال سے کم نہیں ہے۔ اگر تم انھیں دیکھو تو وہ تمہیں خشوع و خضوع کی حالت میں دکھائی دیں گے اور ہر وقت قربِ الٰہی کے خواہش مند نظر آئیں گے۔ اگر ہم چند دن ان کے پاس نہ جائیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان پر ناراض ہو گئے ہیں۔ وہ ہمارے آنے جانے کے اوقات کے منتظر رہتے ہیں۔ وہ نہ تو تھکتے ہیں اور نہ ہی تنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

وہ امامؑ کے ساتھ خروج کریں گے اور وہ امامؑ کی فوج کا ہراول دستہ ہوں گے اور وہ ہمیشہ خدا سے دعا مانگتے رہتے ہیں کہ خدا انھیں اپنے دین کا مددگار بنائے۔ ان میں عمر رسیدہ بھی ہیں اور نوجوان بھی ہیں اور ان میں چھوٹے بڑے کا اتنا ادب ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے ادب سے بیٹھتا ہے اور جب تک بزرگ اسے اجازت نہیں دیتے وہ ان کے سامنے کھڑے نہیں ہوتے۔

جب بھی امام انھیں کوئی حکم دیتا ہے تو وہ اسے بجالاتے ہیں اور اگر وہ لوگ مشرق ومغرب کے درمیان مخلوق پر حملہ کر دیں تو وہ انھیں ایک ہی ساعت میں فنا کر ڈالیں۔ ان کے جسموں پر لوہا اثر نہیں کرتا۔ ان کے ہاتھوں میں تلواریں ہیں جو کہ لوہے کے علاوہ ایک اور دھات سے بنی ہوئی ہیں اور اگر ان میں سے کوئی پہاڑ کو تلوار مارے تو پہاڑ کے ٹکڑے اُڑ جائیں۔

امامؑ انھیں لے کر ہند، دیلم، کرد، روم، بربر، فارس اور جابلقا اور جابلقا کے درمیان تک جنگ کریں گے۔ جابلقا اور جابلسا دو شہر ہیں۔ جن میں سے ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں ہے۔

وہ اہل ادیان کو اللہ کی توحید، اسلام، حضرت محمدؐ کی نبوت اور ولایت اہل بیتؑ کی دعوت دیں گے۔ چنانچہ جو لوگ ان کی دعوت کو قبول کر کے اسلام میں داخل ہوں گے وہ انھیں چھوڑ دیں گے اور ان پر اپنے ایک شخص کو حاکم مقرر کر دیں گے۔ جو لوگ رسالت محمدیؐ اور اسلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیں گے۔ وہ انھیں قتل کر دیں گے اور پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرائیں گے۔●

ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: بے شک مشرق میں اللہ تعالیٰ کا ایک شہر ہے جس کا نام ہے جابلقا ہے۔ اس کے بارہ ہزار دروازے ہیں جو سونے کے بنے ہوئے ہیں۔ ہر دروازے پر ایک برج ہے جس میں بارہ ہزار سپاہی ہیں جن کے پاس اسلحہ ہے جو ہمارے قائم کا انتظار کر رہے ہیں۔

● بصائر الدرجات، ص: ۴۹۰۔ مختصر بصائر الدرجات، ص: ۱۰۔ تفسیر برھان، جلد: ۱، ص: ۴۸۔ بحار الانوار، جلد: ۵۷، ص: ۳۳۲۔ اثبات الهداة، جلد: ۳، ص: ۵۲۲

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک شہر مغرب میں ہے جس کا نام جابرسا ہے۔اس کے بھی سونے کے بنے ہوئے بارہ ہزار دروازے ہیں۔ ہر دروازہ پر ایک برج ہے جس میں بارہ ہزار سپاہی ہیں۔جن کے پاس اسلحہ ہے جو ہمارے قائمؑ کا انتظار کر رہے ہیں اور میں ان پر حجت ہوں۔●

ہم اس بات پر کلام کو ختم کرتے ہیں کہ درود وسلام ہو، حضرت محمدؐ اور ان کی آلؑ پر جو ائمہؑ ہیں۔

تَمَّ الْكِتَابُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

● مختصر بصائر الدرجات، ص:۱۲۔ بحارالانوار، جلد:۵۷، ص:۳۳۴، اثبات الهداة، جلد:۳، ص:۵۲۲

فصل معتبر فیمن رای الامام الثانی عشر
القائم المنتظر علی البشر علیہ السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن خزاعی نے، ان سے بیان کیا ابوعلی اسدی نے، ان سے بیان کیا ان کے والد نے کہ محمد ابن ابو عبداللہ کوفی نے، ان افراد کے نام بتائے جنھوں نے امام قائمؑ کی زیارت کی۔ ان میں وہ افراد جو آپؑ کے وکیل تھے۔ یہ وہ تھے کہ جنھوں نے امام عصرؑ کے معجزات دیکھے تھے۔

بغداد میں رہنے والوں میں عمری اور ان کے صاحب زادے حاجز، بلال اور عطار، اہلِ کوفہ میں عاصمی، اہلِ اہواز میں محمد بن ابراہیم بن مہزیار، اہلِ قم میں احمد بن اسحاق ابن ہمدان میں محمد بن صالح، اہلِ رَے میں بسامی اور اسدی، اہلِ آذربائیجان میں قاسم بن علا، اہلِ نیشاپور میں محمد بن شاذان۔

غیر وکلاء میں جو افراد ہیں وہ یہ ہیں:

بغداد سے ابوالقاسم بن ابوحلیس، ابوعبداللہ کندی، ابوعبداللہ جنیدی، ہارون قزار، نیلی، ابوالقاسم بن دبیس، ابوعبداللہ بن فروخ، امام حسن عسکریؑ کا غلام مسرور طباح، احمد بن حسن، محمد بن حسن، اسحاق کاتب بنی نوبخت سے اور صاحب النواء، صاحب الصرہ مختومہ اور ہمدان سے محمد بن کشمرد، جعفر بن حمدان، محمد بن ہارون بن

عمران، دینور سے حسن بن ہارون، احمد بن اخیہ اور ابوالحسن، اصفہان سے ابن باذشالہ، صیمرہ سے زیدان، قم سے حسن بن نضر، محمد ابن محمد ابن اسحاق اوران کے والد اور حسن بن یعقوب۔ اہلِ رَے سے قاسم بن موسیٰ اور ا) کا بہ ۔ ابو محمد بن ہارون، صاحب الحصاۃ، علی ابن محمد، محمد بن محمد کلینی، ابوجعفر رفاء، قزوین سے مرداسی اور علی ابن احمد، فاقتر سے دو افراد، شہرزور سے ابن الخال، فارس سے مخروج، مرو سے صاحب الالف دینار اور صاحب المال اور الرقعہ البیضاء اور ابن ثابت، نیشاپور سے محمد بن شعیب بن صالح، یمن سے فضل بن یزید، ان کا بیٹا حسن جعفری، ابن اعجمی اور شمشاطی، مصر سے صاحب المولودین اور صاحب المال بمکہ اور ابورجاء، نصیبین سے ان ابو محمد بن ابو جناء اور اہواز سے حصینی۔ (کمال الدین، ص:۴۴۲)

عبداللہ بن جعفر حمیری سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: میں اور شیخ ابوعمرو احمد بن اسحاق کے پاس جمع ہوئے، انھوں نے اپنی آنکھوں سے اشارہ کیا کہ میں شیخ ابوعمرو سے امام حسن عسکریؑ کے جانشین کے متعلق سوال کروں۔

میں نے کہا: اے عمر! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، اس میں مجھے شک نہیں ہے میرا اعتقاد ہے اور یہ میرا دین ہے کہ زمین کسی وقت بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہے گی، مگر قبل قیامت چالیس روز (دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے آخر میں امامؑ دنیا سے جائیں گے، چونکہ مذکورہ بالا قول راوی کا ہے نہ کہ امام کا۔ لہٰذا اس کو قوت نہیں دی جاسکتی) جب قیامت آجائے گی تو حجت خدا ارفع ہوجائے گی اور توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔

يَنفَعُ نَفسًا اِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ امَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيٓ اِيمَانِهَا خَيْرًا ط (سورہ:٦،انعام:١٥٨)

''پھر کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا جب تک پہلے سے ایمان نہ لایا ہو اور امر صالح بہ تقاضائے ایمان اس نے نہ کیے ہوئے ایسے لوگ اشرار خلق اللہ ہوں گے اور ان پر قیامت ہوگی۔''

لیکن میں یقین میں زیادتی چاہتا ہوں جس طرح ابراہیمؑ نے اپنے رب سے سوال کیا تھا:

رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ

''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟''

خدا نے فرمایا: کیا تم ایمان نہیں لائے؟

قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ (سورہ:٢،بقرہ،آیت:٢٦٠)

''کہا: کیوں نہیں، لیکن اطمینانِ قلب چاہتا ہوں۔''

مجھے خبر دی ہے ابوعلی احمد بن اسحاق نے کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے پوچھا: میں مسائل میں کس شخص کے حکم پر عمل کروں اور احکام شریعت کو کس سے لوں اور کس کے قول کو قبول کروں؟

حضرتؑ نے فرمایا: عمری میرا معتمد ہے جو بات میری طرف سے پہنچائے وہ میری بات ہوگی اور جو میری طرف سے تم سے کہے وہ میرا قول ہوگا۔ تم اسے سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ وہ میرا معتمد ہے اور خطا سے مامون اور مصؤن ہے۔

ابو اسحاق نے یہ بھی بتایا کہ ایسا ہی سوال انھوں نے امام حسن عسکریؑ سے بھی کیا تھا۔ انھوں نے بھی یہی فرمایا کہ عمری اور ان کا بیٹا دونوں ثقہ ہیں۔ پس وہ میری طرف سے تم کو جو پہنچائیں وہ صحیح ہوگا اور جو تم سے کہیں وہ میرا ہی قول ہوگا۔ پس ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو وہ دونوں ثقہ اور مامون ہیں۔

یہ قول دو اماموں کا تمہارے بارے میں ہے۔ یہ سن کر ابو عمرو سجدہ میں گر پڑے اور روئے اور فرمایا: پوچھو!

میں نے کہا: کیا حضرت امام حسن عسکریؑ کے جانشین کو آپ نے دیکھا ہے؟

فرمایا: خدا کی قسم ان کی گردن اس طرح ہے اور اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے۔

میں نے ان سے کہا: اب ایک سوال باقی ہے۔ انھوں نے کہا: وہ بھی بیان کرو۔

میں نے کہا: ان کا نام بتا دیجئے۔

فرمایا: اس کے متعلق سوال کرنا تم پر حرام ہے۔ میں کسی امر کے متعلق نہیں کہتا کہ یہ میری طرف سے ہے۔ میں خود نہ کسی چیز کو حلال کرتا ہوں اور نہ حرام بلکہ جو کچھ کہتا ہوں امامؑ کی طرف سے، اس امر میں بادشاہ جابر کا خوف ہے۔

لوگوں نے بیان کیا کہ امام حسن عسکریؑ وفات پا گئے در حالانکہ ان کا کوئی بیٹا نہیں۔ پس ان کی میراث تقسیم ہوگئی اور وہ مل گئی اس شخص کو (جعفر کذاب) جس کا اس میں کوئی حق نہیں اور یہ مال امام حسن عسکریؑ کے عیال لوگوں کے درمیان گشت کرتے پھرتے ہیں اور کسی کی یہ جرأت نہیں ہے کہ ان کا تعارف کرا دے یا ان کو کچھ دے دے۔ اگر بادشاہ جابر کو ان کا پتہ چل جائے تو فوراً ان کو بلائے (اور ان کو قتل کر

ڈالے) پس اس سوال سے باز رہو اور ان کا نام نہ پوچھو۔

کلینیؒ فرماتے ہیں: ایک بزرگ نے مجھ سے بیان کیا جو ہمارے اصحاب سے ہیں، جن کا نام میں بھول گیا ہوں یہی روایت احمد بن اسحاق سے نقل کی ہے۔●

محمد بن اسماعیل سے روایت ہے انھوں نے کہا: مجھ سے موسیٰ بن جعفر نے بیان کیا جو خاندان رسولؐ میں سب سے کبیر السن تھے: میں نے صاحب الامرؑ کو دو مسجدوں (مسجد مکہ و مدینہ) کے درمیان دیکھا۔ (اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۰)

موسیٰ بن محمد بن قاسم بن حمزہ بن موسیٰ بن جعفر سے روایت ہے انھوں نے کہا: جناب حکیمہؑ خاتون بنت محمد تقی علیہ السلام جو امام حسن عسکریؑ کی پھوپھی ہیں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت حجتؑ کو ولادت کی رات اور اس کے بعد دیکھا ہے۔ ●

حمران سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے عمری سے دریافت کیا کہ حضرت امام حسن عسکریؑ وفات پا گئے تو انھوں نے فرمایا: ہاں۔ لیکن انھوں نے اپنا ایک فرزند چھوڑا ہے جس کی گردن ایسی ہے اور اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے۔●

شیخ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے ابوعلی ابن مطہر سے سنا، انھوں نے ذکر کیا کہ انھوں نے حضرت حجتؑ کو دیکھا اور حضرتؑ نے ان سے حالی بیابان نوادی بیان کیا ہے۔ (اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۱)

کنیز نیشاپوری سے مروی ہے کہ میں ابراہیم کے ساتھ کوہ صفا پر کھڑی تھی کہ

● اصول کافی، جلد:۳، ص:۳۲۹

● اصول کافی، جلد:، ص: ۳۳۰

● اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۱

حضرت صاحب الامرؑ آئے اور ابراہیم کے پاس کھڑے ہوئے اور ان سے حج کے مناسک کی کتاب لی اور ضروری مسائل ان کو بتائے۔ (اصول کافی، جلد:۱،ص:۳۳۱)

ابوعبداللہ ابن صالح سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے حضرت صاحب الامرؑ کو حجرِ اسود کے پاس دیکھا۔ لوگ ہجوم میں ایک دوسرے کو کھینچ رہے تھے اور حضرت فرما رہے تھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ (اصول کافی، جلد:۱،ص:۳۳۱)

ابوعلی احمد بن ابراہیم بن ادریس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد حضرت صاحب الامرؑ کو بیس (۲۰) سالہ عمر میں دیکھا۔ میں نے ان کے ہاتھوں اور سر کو بوسہ دیا۔●

قنبر سے روایت ہے ان سے جعفر کذاب کا ذکر آیا تو اس کی لوگوں نے مذمت کی میں نے کہا: اس کے سوا اور کوئی وارث ہی نہ تھا کیا تم نے وارث کو دیکھا ہے؟ راوی نے کہا: میں نے تو نہیں دیکھا ہے، میرے غیر نے دیکھا ہے، میں نے پوچھا وہ کون ہے؟ فرمایا: خود جعفر کذاب نے دو مرتبہ دیکھا ہے اور ان سے بات بھی کی ہے۔●

راوی کہتا ہے: خبر دی مجھے ابو جنانی نے ان لوگوں کے متعلق جنھوں نے صاحب الامرؑ کو دیکھا۔ قبل وفات حضرت امام حسن عسکریؑ دس روز پہلے اور فرمایا خداوندا تو جانتا ہے کہ یہ گھر محبوب ترین گھروں سے میں ہوتا اگر جعفر وغیرہ کی مخالفت نہ ہوتی یا اس قسم کی باتیں نہ کی جاتیں۔ (اصول کافی، جلد:۱،ص:۳۳۱)

● اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۱

● اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۱

علی ابن قیس نے ایک دیہاتی سے بیان کیا کہ میں نے بادشاہ کے ایک افسر کو دیکھا کہ امام حسن عسکریؑ کے گھر کا دروازہ توڑ رہا ہے۔ پس حضرت صاحب الامرؑ نکلے اور آپ کے ہاتھ میں ایک ہتھیار تھا۔ اس سے آپ نے فرمایا: تم یہ کیا کر رہے ہو؟

اس حاکم نے کہا: جعفر کذّاب کا گمان یہ ہے کہ آپ کے والد لاولد گئے۔ ہیں پس اگر یہ آپ کا گھر ہے تو میں واپس جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ گھر سے واپس چلا گیا۔

علی ابن قیس کا بیان ہے کہ اس گھر کے نوکروں میں سے ایک نوکر نکلا میں نے اس کے متعلق پوچھا، اس نے کہا: یہ تم سے کس نے بیان کیا؟

میں نے کہا: دیہات کے ایک قاضی نے۔

اس نے کہا: یہ خبر لوگوں سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ (اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۱)

عمر اہوازی سے روایت ہے انھوں نے کہا: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے صاحب الامرؑ کو دکھلا کر فرمایا: یہ ہیں تمہارے امام۔

ابو نصر ظریف خادم امام حسن عسکریؑ کہتا ہے کہ میں نے صاحب الامر کو دیکھا۔ (اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۲)

بجلی نے ایک فارسی سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امام حسن عسکریؑ نے مجھے حضرت صاحب الامرؑ کو دکھایا۔ (اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۱)

ابو احمد بن راشد نے بعض اہلِ مدائن سے روایت نقل کی ہے۔ انھوں نے کہا: میں ایک ہمراہی کے ساتھ حج کر رہا تھا۔ جب عرفات میں ہم پہنچے تو میں نے ایک نوجوان کو بیٹھا پایا جو ایک سنگ اور ردا پہنے ہوئے تھا اور زرد رنگ کا جوتا پیروں میں

تھا۔ میں نے لنگ اور ردا کی قیمت کا اندازہ لگایا ۱۵۰ دینار اور یہ کہ سفری تھکان کا کوئی اثر ان پر نہ تھا۔ ایک سائل ہمارے پاس آیا۔ ہم نے اس کو رد کر دیا۔

وہ اس نوجوان کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا اس نے زمین سے کچھ اُٹھایا اور اسے دے دیا۔ سائل نے اسے دعا دی اور لمبی دعا کی جوان وہاں سے غائب ہو گیا۔

ہم دونوں سائل کے قریب آئے اور ہم نے اس سے کہا: تجھے اس نوجوان نے کیا دیا؟

اس نے ہمیں دکھایا، وہ سونے کی ایک دندانہ دار ڈلی تھی جو بیس (۲۰) مثقال وزنی تھی۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا: ہمارا مولاؑ ہمارے پاس تھا اور ہم نے نہ جانا۔ پھر ہم اس کی تلاش میں نکلے اور تمام عرفات میں ڈھونڈا لیکن پتہ نہ چلا، پھر ہم نے مکہ اور مدینہ کے تمام لوگوں سے پوچھا: انہوں نے کہا: ایک جوان علوی ہر سال پا پیادہ حج کرتا ہے۔ (اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۲)

ابن علی عجلی نے ایک فارسی سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں سر من رائے (سامرہ) میں حضرت امام حسن عسکریؑ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ ابھی میں چاہتا ہی تھا کہ اجازت لوں۔ اندر سے آپ کی آواز آئی اور آپ نے مجھے بلایا۔ میں داخل ہوا اور سلام کیا۔

آپؑ نے فرمایا: کہو کیسے ہو؟

پھر مجھے بیٹھنے کے لیے کہا اور میرے اہل وعیال کے حالات معلوم کیے۔

پھر فرمایا: کیسے آنا ہوا؟

میں نے عرض کیا: آپ کی خدمت کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: پھر یہیں رہو۔

میں خادموں کے ساتھ آپ کے گھر میں رہنے لگا۔ ایک دن میں بازار سے اشیاءِ ضرورت خرید کر لوٹا۔

جب درِ دولت میں داخل ہوا تو آپؑ نے مجھے آواز دی کہ اپنی جگہ رُک جاؤ۔ نہ باہر نکلنا نہ اندر آنا پس ایک کنیز اندر سے نکلی جس کے ہاتھ میں کوئی چیز کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔ پھر امامؑ نے مجھے بلایا اور کنیز کو بھی آواز دی۔ جب کنیز آئی تو آپؑ نے فرمایا: جو تمہارے پاس ہے وہ دکھاؤ۔ اس نے کپڑا ہٹایا تو میں نے اس کے ہاتھوں پر ایک خوبصورت بچہ دیکھا۔ میں نے اس کا پیٹ دیکھا۔ جس پر سینے سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تمہارا (میرے بعد) امام ہے، پھر کنیز کو حکم دیا کہ اسے لے جاؤ۔

اس کے بعد پھر میں نے اس بچہ کو دیکھا یہاں تک کہ امام کا انتقال ہو گیا۔ ●

محمد بن حسن کرخی سے روایت ہے۔ انھوں نے ابو ہارون سے سنا کہ جو ہمارے دوستوں میں سے ہیں انھوں نے کہا: میں نے حضرت صاحب الزمانؑ کو دیکھا ہے۔ آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند جگمگا رہا تھا اور حضور مختون پیدا ہوئے۔ میں نے امام حسن عسکریؑ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہاں یہ بچہ اسی طرح پیدا ہوا ہے اور ہم ائمہؑ اسی طرح پیدا ہوتے ہیں۔ (کمال الدین، ص:۴۳۴)

● اصول کافی، جلد:۱، ص:۳۳۲، کمال الدین، ص:۴۳۵۔ غیبت طوسی، ص:۱۴۰۔ اثبات الھداۃ، جلد:۳، ص:۴۴۱

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ نے، انھوں نے کہا: مجھ سے بیان کیا محمد بن یحیٰ عطار نے، ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے، ان سے معاد یہ بن حکیم اور محمد بن ایوب بن نوح اور محمد بن عثمان عمری نے، انھوں نے کہا: ہم چالیس افراد حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے اپنا فرزند ہمیں دکھایا اور فرمایا: یہ میرے بعد تمہارا امام اور تم لوگوں پر میرا خلیفہ ہے۔ اس کی اطاعت کرو اور میرے بعد دین میں تفرقہ نہ ڈالنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ آج کے بعد تم لوگ اس کو نہ دیکھو گے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کی ملاقات کے چند دنوں بعد حضرت امام حسن عسکریؑ کا انتقال ہو گیا۔ ●

یعقوب ابن منقوش سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا: میں حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے دائیں جانب ایک کمرہ تھا، جس (کے دروازے) پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا۔

میں نے آپ سے عرض کیا: مولاؑ! صاحب الامر کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: پردہ اُٹھاؤ۔ میں نے پردہ اُٹھایا تو اندر سے ایک آٹھ یا دس سال کے قریب کا ایک خوبصورت لڑکا نکلا جو روشن پیشانی، سفید رو، ستھری آنکھوں، چھوٹے بھرے ہاتھ اور مضبوط گھٹنوں والا تھا۔ اس کے دائیں رخسار پر تل اور سر پر لمبے بال تھے۔ پس وہ حضرت ابو محمدؑ کے زانوں پر بیٹھ گیا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ ہمارے صاحب الامرؑ ہیں، پھر صاحب امرؑ سے کہا: بیٹا!

● كمال الدين، ص:٤٣٥ـ اعلام الورى، ص:٤١٤ـ حلية الابرار، جلد:٢، ص:٥٥٠

وقت معلوم تک کے لیے لوٹ جاؤ۔ پس وہ (صاحب امرؑ) کمرے میں تشریف لے گئے۔

پھر آپ نے مجھ سے کہا: اے یعقوب! کمرے کے اندر جا کر دیکھو کون ہے؟ میں نے اندر جا کر دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔ (کمال الدین، ص: ۴۰۷۔ اعلام الوریٰ، ص: ۴۱۳)

روایت ہے کہ سعد بن عبداللہ القمی اور احمد بن اسحاق جو حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کے وکیل تھے۔ ان دونوں نے حضرت امام زمانہؑ کو ان کے والد کے پاس دیکھا۔ جب آپؑ بچے تھے۔ (کمال الدین، ص: ۴۵۴)

ہم نے اس واقعہ کو امام زمانہؑ کے معجزات میں تحریر کیا ہے۔

ابوالادیان سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں حسنؑ بن علیؑ یعنی امام حسن عسکریؑ کی خدمت کرتا تھا۔

انھوں نے یہ حدیث بیان کی اور اسی میں اس نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انھوں نے حضرت قائم آل محمدؑ کو دیکھا ہے۔ (کمال الدین، ص: ۴۷۵)

شیخ طوسیؒ نے رشیق سے روایت نقل کی ہے انھوں نے کہا: معتضد نے ہم کو بھیجا اور ہم تین افراد تھے، جن لوگوں کو معتضد نے حکم دیا تھا وہ اس وقت امام حسن عسکریؑ کے گھر داخل ہوئے۔ جب آپؑ کی وفات ہو چکی تھی اور انھوں نے حضرت قائم آل محمدؑ کو دیکھا کہ جو مصلے پر بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ (غیبت شیخ طوسیؒ، ص: ۱۴۹)

ازدی سے روایت ہے۔ ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بھی امام زمانہؑ کو دیکھا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے میرے سردار! میں آپ کے پاس آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں مہدی ہوں، میں قائم الزمانؑ ہوں۔●

ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ سے روایت ہے کہ ابن قولویہ نے ابنِ ہشام کو ایک خط دے کر بھیجا اس کی طرف کہ جو حجرِ اسود کو اُٹھائے گا۔ اس کے پاس یہی علامت تھی کہ بے شک جو بھی حجرِ اسود کو اُٹھائے گا وہی حجت ہے۔ پس اس نے حضرت قائم آلِ محمدؑ کو اس وقت دیکھا کہ جب آپؑ نے حجرِ اسود کو اُٹھایا اور پھر حجرِ اسود کو اس کے مقام پر رکھا اور پھر ابنِ ہشام سے امام زمانہؑ نے پوچھا اور کہا: وہ خط کہاں ہے جو تو لایا ہے؟

حدیث بہت طویل ہے جو کہ آپ کے معجزات میں میں نے تحریر کی ہے۔●

یہ تمام روایات حضرت قائم آلِ محمدؑ کے معجزات میں مرقوم ہیں، جو ان کو دیکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ کتاب مدینۃ المعاجز کی طرف رجوع کرے۔

صلی اللہ علیٰ محمد و آلہ الطیبین الطاہرین

● کمال الدین، ص:٤٤٤۔ بحارالانوار، جلد:٥٢، ص:١۔ اثبات الھداۃ، جلد:٣، ص:٦٧

● الخرائج والجرائح، جلد:١، ص:٤٧٥

فہرست کتب ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

☆	نام کتاب	ہدیہ
☆	تلاش حق	120
☆	ذکر حسینؑ	100
☆	برزخ چند قدم پر	120
☆	اسلامی معلومات	100
☆	محمد تا محمد	100
☆	محمدؐ تا علیؑ	100
☆	سورج بادلوں کی اوٹ میں	120
☆	شہید اسلام	100
☆	قیام عاشورہ	50
☆	قرآن اور اہل بیت	100
☆	دینی معلومات	45
☆	نوجوان پوچھتے ہیں کہ شادی کس سے کریں؟	25
☆	ظالم حاکم اور صحابی امام	10
☆	توضیح ۱۲	200